یا اللہ جل جلالہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ○
ترجمہ: خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو نہ (دنیا میں) کوئی خوف اور نہ (آخرت میں) کوئی غم
سورہ یونس آیت ۶۲
اولیاء اللہ
سے توسل اور استمداد
بعد از وصال
تصنیف لطیف
چودھری نور احمد مقبول نقشبندی مجددی
مکتبہ حضرت کرماں والا چوک کرماں والا۔ مقبول سٹریٹ فضال روڈ،
ساندہ کلاں لاہور، فون نمبر: 7237622

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: اولیاء اللہ سے توسل واستمداد بعد از وصال

مصنف: چودھری نُور احمد مقبولؔ نقشبندی مجدّدی

ناشر: مکتبہ حضرت کرماں والا۔ مقبول سٹریٹ،
کرماں والا چوک، افضال روڈ، سانده کلاں، لاہور

اردو کمپوزنگ: غلام محمد یاسین بیسمنٹ ستا ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور

مطبع:

سرورق: محمد صدیق خوشنویس شاہ سٹریٹ اسلام پورہ لاہور

سال اشاعت: ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ مطابق مئی ۲۰۰۴ء

تعداد: پانچ صد

ضخامت: ۲۰۰ صفحات قیمت: -/75 روپے

ملنے کے پتے:-

1. دربار عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کرمیہ حضرت کرماں والا شریف اوکاڑا
2. مکتبہ حضرت کرماں والا۔ چوک کرماں والا مقبول سٹریٹ، افضال روڈ سانده کلاں لاہور نزد چکی مولوی فقیر محمد فون نمبر: 7237622
3. ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور فون نمبر: 7221953
4. مسلم کتابوی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور فون نمبر: 7225605
5. نیو القمر گنج بخش روڈ۔ لاہور فون نمبر: 7355339
6. دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ پنجاب کالونی **کراچی** نمبر 6 فون: 576884

اللہُ اکبر

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حمد باری تعالیٰ

بنائے اپنی حکمت سے زمین و آسماں تو نے
دکھائے اپنی قدرت کے ہمیں کیا کیا نشاں تو نے
نہیں موقوف خلاّقی تری اس ایک دُنیا پر
کئے ہیں ایسے ایسے سینکڑوں پیدا جہاں تو نے
دلوں کو معرفت کے نور سے تو نے کیا روشن
دکھایا بے نشاں ہو کر ہمیں اپنا نشاں تو نے
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ اللعالمینی سے
بڑھائی یا رب اپنے لطف اور احساں کی شاں تو نے
دیا اپنے کرم سے ریزہ مورِ ناتواں کو بھی
لگائے گر سلیمان کے لیے نعمت کے خواں تو نے
مئے لا تقنطوا کے نشے میں سرشار رہتا ہوں
سیہ مستوں کو بخشی ہے حیاتِ جاوداں تو نے

(ظفر علی خاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم)

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیعُ خصالہٖ صلّوا علیہ و آلہٖ

☆

خسف القمر بجمالہٖ نَطَقَ الحجرُ بجلالہٖ
عجز البَشَرُ بکمالہٖ صلّوا علیہ و آلہٖ

☆

اُمّی و دقیقہ دانِ عالَم بے سایہ و سائبانِ عالَم

☆

یا صاحب الجمال و یا سیّد البشر
من وجہک المنیر لقد نوّر القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہ'
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

☆

با خدا در پردہ گویم باتو گویم آشکار یا رسول اللہ اُو پنہاں وتو پیدائے من
(اقبالؒ)

انتساب

حضرت سیدنا علی ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام
جن کے مسیحادم سے خاکِ پنجاب زندہ ہوئی۔ جن
کے فیض رساں آفتابِ وِلایت سے ہندوستان
کی سرزمین میں نخلِ دینِ اسلام کو توانائی
حاصل ہوئی۔ آپ مخدوم اُمم
کہلائے۔ جن کے مرقد مبارک
سے خواجہ اجمیری کو فیضان
حاصل ہوا۔

مقبولؔ

خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت ۔ صبح ما از مہرِ اُو تابندہ گشت
سیّد ہجویر مخدومِ اُمم ۔ مرقدِ او پیرِ سنجر را حرم
(اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شان اولیاء

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ — تیر جستہ باز گردانند ز راہ

☆

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا — اُو نشیند در حضورِ اولیاء

☆

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

☆

بحضور سرکار بغداد شریف

سگِ دربار میراں شو چو خواہی قربِ ربّانی — کہ بر شیراں شرف دارد سگِ دربار جیلانی

☆

غوث اعظم درمیان اولیاء — چوں محمد ﷺ درمیان انبیاء

☆

پیر پیراں میرِ میراں اے شہ جیلاں توئی — اُنس جانِ قدسیاں وغوثِ اِنس و جاں توئی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آئینہ ترتیب

تو ئی سلطان عالم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(تمنّائے دل)

نسیما جانب بطحا گزر کُن

ز احوالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم را خبر کُن

ببر ایں جان مشتاقم بہ آنجا

فدائے روضۂ خیر البشر کُن!

تو ئی سلطانِ عالم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

زِرُوئے لُطف سُوئے من نظرِ کُن

مشرّف گرچہ شد جامیؔ ز لُطفش

خدایا ایں کرم بارِ دِگر کُن!

(جامیؔ)

عرض حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بلا واسطہ اپنے ذاتی نور سے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور پیدا کیا۔ پھر اس نور کو خلقِ عالم کا واسطہ ٹھہرایا۔ عالم ارواح ہی میں اس روح سراپا نُور کو وصفِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ بعد ازاں اُسی عالم میں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں سے وہ عہد لیا جو سورۂ آل عمران آیت[1] 81 میں مذکور ہے۔ جس وقت ان پیغمبروں کی روحوں نے عہد مذکور کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت وامداد کا اقرار کرلیا تو نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضان سے ان روحوں میں وہ قابلیتیں پیدا ہوگئیں کہ دنیا میں اپنے اپنے وقت میں ان کو منصب نبوت عطا ہوا اور ان سے معجزات ظہور میں آئے۔ اسی عہد کی ایفا میں حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام اپنی اُمتوں کو حضور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی بشارت اور ان کے اتباع وامداد کی تاکید فرماتے رہے۔ دنیا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری نے تمام انبیائے سابقین علیہم السلام کی نبوتوں کی تصدیق فرمادی۔ (بل[2] جاء بالحق وصدق المرسلین سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر 37)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ تو اپنے حبیب پاک کے نور کو

---

[1] اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان کتابوں کی جو تمہارے پاس ہیں کہ تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد فرمایا) کیا تم نے اقرار کرلیا اور اُٹھالیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا (اللہ نے فرمایا) تو گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں+ پھر جو کوئی پھرے اس عہد سے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (سورۃ ال عمران آیت ۸۱)۔

[2] سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۳۷ ترجمہ: وہ تو دین حق لے کر آئے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں سارے رسولوں کی۔ مشرکین مکہ اپنے بُتوں کو الٰہ اور معبود یقین کرتے تھے۔ اگر آج بھی کوئی کسی کو الٰہ ومعبود سمجھے (اللہ کو چھوڑ کر) خواہ وہ بُت ہو، درخت ہو، دریا ہو، انسان ہو یا اجرام سماوی میں سے کوئی چیز۔ وہ مشرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ آج ہر اُس مسلمان کو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہو اور اولیائے کرام سے عقیدت ہو اسے مشرک کہنا ایک فیشن بن کر رہ گیا ہے (ملخص از ضیاء القرآن)۔

اُن کی پشت مبارک میں بطور امانت رکھا۔ اس نور کے انوار ان کی پیشانی میں یوں نمایاں تھے۔ جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں۔ حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد لیا گیا کہ یہ نورِ انور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا کرے۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے ازاں بعد ایک بطن میں جوڑا (لڑکا لڑکی) پیدا ہوتا رہا۔ اس طرح یہ نورِ پاک، پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضؓ تک پہنچا اور ان سے بنا بر قول اصح ایام تشریق میں جمعہ مبارک کی رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔

اسی نور مبارک کے پاک وصاف رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام آباء وامہات کو شرک کفر کی نجاستوں اور دیگر آلودگیوں سے پاک رکھا۔ اسی نور کے باعث حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد نہایت حسین ومرجع خلائق تھے۔ اس نور کی برکت سے حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ملائکہ کے مسجود بنے اور اسی نور کے وسیلہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی نور مبارک کی برکت سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان میں غرق ہونے سے بچی۔ اسی نور مبارک کی برکت سے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر آتش نمرود گلزار ہوگئی۔ اور اسی نور کے طفیل حضرات انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر اللہ تعالیٰ کی عنایات بے غایت ہوئیں۔

پس معلوم ہوا کہ ابتدائے آفرینش سے ہی حضور پُرنور شافع یوم النشور کا وسیلہ جلیلہ ہر ایک کے کام آیا اور قیامت تک جملہ امور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہی انجام پذیر ہوتے رہینگے۔

جنگ حنین اور اوطاس کے بعد قلعہ طائف کا محاصرہ کیا گیا کیونکہ ثقیف اوطاس سے بھاگ کر قلعہ طائف کی مرمت کر کے اور ایک سال کا سامان رسد لے کر اس قلعہ میں پناہ گزیں تھے۔ دو ہفتوں کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح نہ ہو سکا تو آپ ﷺ نے حضرت نوفل بن معاویہ ویلی سے مشورہ کے بعد محاصرہ اٹھا لینے کا حکم فرمایا اور مقام جعرانہ میں تشریف لائے۔ یہاں غزوہ حنین

کے غنائم جمع تھے۔ آپ ﷺ نے دس دن سے کچھ زائد ہوازن کا انتظار کیا۔ وہ نہ آئے تو آپ ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے طلقاء (نومسلم اہل مکہ) ومہاجرین کو دیا۔ انصار کو کچھ نہ دیا۔ اس پر انصار کو رنج ہوا ان میں سے بعض (نوجوانوں میں سے) کہنے لگے۔ خدا رسول اللہ کو معاف کر دے۔ وہ قریش کو عطا فرماتے ہیں اور ہم کو محروم رکھتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ بعض بولے مشکل پیش آتی ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور غنیمت دوسروں کو دی جاتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ چرچا سنا تو ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا جس میں انصار کے سوا کسی اور کو نہ رہنے دیا۔ جب انصار جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا ''وہ کیا بات ہے جو تمہاری نسبت میرے کان میں پہنچی ہے۔'' انصار کہنے لگے ''سچ ہے جو آپ ﷺ نے سنا ہے مگر ہم میں سے کسی دانا نے ایسا نہیں کہا۔ نوخیز نوجوانوں نے ایسا کہا تھا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے حمد وثناء کے بعد یوں خطاب فرمایا'' ترجمہ: اے گروہ انصار! کیا سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تمہیں ہدائت دی۔ اور تم پراگندہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو جمع کر دیا اور تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو دولت مند کر دیا''۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرماتے جاتے تھے اور انصار ہر فقرہ پر کہتے جاتے تھے کہ ''خدا اور رسول کا احسان اس سے بڑھ کر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کیا جواب دیں۔ خدا اور رسول کا احسان اور فضل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بخدا اگر تم چاہو تو یہ جواب دو میں ساتھ ساتھ تمہاری تصدیق کرتا جاؤں گا۔ آپ ﷺ کے خطاب مبارک کا ترجمہ ''تُو ہمارے پاس اس حال میں آیا کہ لوگوں نے تیری تکذیب کی تھی، ہم نے تیری تصدیق کی۔ لوگوں نے تیرا ساتھ چھوڑ دیا تھا ہم نے تیری مدد کی۔ لوگوں نے تمہیں نکال دیا تھا ہم نے تجھے پناہ دی۔ تو مفلس تھا ہم نے جان ومال سے تیری ہمدردی کی''۔

پھر فرمایا ''میں نے تالیفِ قلوب کے لیے اہل مکہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ اے انصار! کیا تمہیں پسند نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ کو لے کر گھر جاؤ۔ اللہ کی قسم! تم جو کچھ لے جا رہے ہو۔ وہ اس سے بہتر ہے جو وہ لے جا رہے ہیں۔ اگر لوگ کسی وادی یا درہ میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا درہ میں چلوں گا۔ یہ سن کر انصار پکار اُٹھے۔ ''یا رسول

اللہ ! رضینا (یارسول اللہ ﷺ ہم راضی ہیں) اوران پر اس قدر رقّت طاری ہوئی کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہوگئیں"۔ (ملخص از سیرت رسول عربی مصنفہ محمد نور بخش توکلی)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس خطاب سے معلوم ہوگیا کہ انصار کو جو کچھ ملا اور جو کچھ حاصل ہوا نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ملا۔

؎ نہ ہوگا کچھ بھی حاصل مکر سے، حجت سے حیلے سے
فلاح دین و دنیا ملتی ہے محمد (ﷺ) کے وسیلے سے

انبیائے علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

پیرومرشدی قطب دوراں پرتو غوث اعظم حضرت گنج کرم پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ (وصال 27 رمضان المبارک 1385ھ مطابق 20 جنوری 1966ء) فرمایا کرتے بیلیو! سب سے مشکل کام معاشرہ کی اصلاح ہے اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے ہی انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے۔

جب معاشرہ میں بداخلاقی، ظلم وستم، کج روی، فتنہ فساد، فسق و فجور عام ہو جاتا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تضحیک ہونے لگتی تو قوموں کی سرکشی اور ہٹ دھرمی جہالت کے باعث عذاب الٰہی نازل ہوتا اور وہ قوم صفحہ ہستی سے مٹ جاتی۔ حضرت ہود علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوموں کے احوال قرآن مجید میں مذکور ہیں اور ہمارے لیے باعث عبرت۔ معاشرہ کی پستی کا خاکہ سورۃ یوسف میں مذکور ہے جبکہ ان ایام میں مصر ایک متمدن ملک سمجھا جاتا تھا۔

"جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا کہ مجھے شاد کام کر، وہ بھاگے زلیخا نے ان کا تعاقب کیا۔ زلیخا کے ہاتھ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ کا دامن آ گیا۔ دامن پیچھے سے پھٹ گیا۔ بھاگتے بھاگتے جب حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا آخری دروازہ پر پہنچے۔ تو عزیز مصر (زلیخا کا خاوند) کو وہاں کھڑا پایا۔ زلیخا فوراً بولی "کیا سزا ہے اس کی جس نے تیری بیوی سے برائی کی نیت کی مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دردناک عذاب"۔ ایک گواہ کی شہادت پر

[1] سورۃ الحجرات میں قانونِ معاشرت کا تفصیلی ذکر ہے۔

ثابت ہوگیا کہ زلیخا جھوٹی ہے اس پر عزیز مصر نے کہا بے شک یہ تم عورتوں کا مکر ہے بیشک تمہارا مکر بڑا ہے۔ اے یوسف! تم اس کا خیال نہ کرو۔ اس واقعہ کو جانے دو۔ جو ہوگیا سو ہوگیا۔ اے عورت! تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔ بیشک تو خطا کاروں میں سے ہے۔

عزیز مصر کو اپنی بیوی زلیخا کی اتنی بڑی خیانت پر غصہ نہ آیا اور نہ ہی خون کھولا اور نہ ہی کوئی سخت روّیہ اختیار کیا۔ بڑے نرم انداز میں جس سے بے غیرتی، بے حمیتی اور بے چارگی کی بُو آ رہی ہے اتنا ہی کہنا کافی سمجھا کہ زلیخا یہ تمہارا مکر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اس واقعہ پر مٹی ڈالو اور آگے نہ بڑھاؤ۔

جب زلیخا نے رؤسائے مصر کی چالیس عورتوں کو دعوت پر گھر بلایا اور انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھ کر بے خودی میں چھری سے اپنی انگلیاں زخمی کر لیں تو کہا "یہ انسان نہیں بلکہ کوئی معزز فرشتہ ہے"۔ اس پر زلیخا بڑے فاتحانہ انداز میں بولی "یہی ہے وہ جس کے باعث تم مجھے مطعون کرتی تھیں۔ بخدا میں نے اسے بہت بہلایا پھسلایا لیکن وہ بچا ہی رہا۔ اگر وہ نہ بجالایا جو میں کہتی ہوں تو اسے قید کر دیا جائے گا۔ یا بے آبرو کر دیا جائے گا۔ زلیخا کی اس دھمکی پر اُن معزز خواتین نے یوسف علیہ السلام کو زلیخا کی مطلب براری کا مشورہ دیا بلکہ ہر ایک نے الگ الگ اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ یہ تھا اس وقت کا معاشرہ، مرد اور عورتیں بے غیرتی اور بے حیائی میں ڈوبے ہوئے تھے۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو دنیا میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ عربوں میں ہر برائی موجود تھی۔ سب سے بڑھ کر ظلم وستم کہ بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ رحمدلی، انصاف مفقود ہو چکا تھا۔ بتوں کو اپنا حاجت روا۔ کارساز اور معبود جانتے تھے۔ بنی اسرائیل کے علماء اور عیسائی مبلغ صدیوں کی کوشش کے باوجود عربوں کے دلوں سے بتوں کی محبت نہ نکال سکے۔

دنیا کی ابتر حالت کا نقشہ قرآن حکیم نے یوں کھینچا ہے۔ "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" سورۃ روم آیت 41 یعنی خشکی اور تری پر شیطانی عمل دخل تھا۔ ملک عرب کی حالت وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ سورۃ آلِ عمران آیت 103 سے واضح ہے کہ تم ایک آگ کے گڑھے کے دہانے پر کھڑے تھے۔

آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایسی قوم کی اصلاح کس قدر مشکل کام تھا۔ مگر آپ ﷺ نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی، صبر حلم استقامت اور تحمل سے شروع کر کے تہذیب، اخلاق فاضلہ اور توحید کو پھیلایا۔ کس طرح انسان کا مقام بلند کیا۔ شب و روز کی تبلیغ سے انسان کے دل پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کبریائی کا نقش ثبت کیا فرمایا ''اللہ کے نزدیک تم میں سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی پرہیز گار ہے۔ (سورۃ الحجرات آیت 13) تمام اقوام اور قبائل کو دین اسلام کے رشتہ سے متحد و یکساں کر دیا۔ آپ ﷺ کی پاک تعلیم اور پاک سیرت کا ہی کرشمہ تھا کہ دشمن دوست بن گئے۔ خون کے پیاسے جاں نثار بن گئے۔ ہجو گو نعت خواں بن گئے۔ مذمم کہنے والے مدح خواں بن گئے۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کے ہی فیض اور وسیلہ سے ظہور پذیر ہوا۔

قرآن مجید میں مذکور ہے کہ سابق انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو اپنے جیسا بشر کہا۔ گستاخی اور استہزا کے مرتکب ہوئے۔ یہاں تک کہ قوم ثمود نے ''ناقۃ اللہ'' کی کونچیں کاٹ دیں۔ یہ گمراہ لوگ شیطان لعین کے بہکانے سے صراط مستقیم چھوڑ کر نبیوں سے ''بغیر علم کے'' بحث کرتے رہے بتوں کی پرستش نہ چھوڑی۔ چنانچہ قوم نوحؑ، قوم ثمودؑ، قوم صالحؑ، قوم لوطؑ اور قوم شعیبؑ پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔

قریش مکہ اعلان نبوت سے قبل حضور نبی کریم ﷺ کو نہایت محترم جانتے تھے۔ بپاس ادب نام سے نہ پکارتے بلکہ صادق، امین ناموں سے یاد کرتے، اپنے الجھے ہوئے اور متنازعہ معاملات میں آپ ﷺ کے فیصلہ پر عمل پیرا ہوتے۔ آپ ﷺ کو ہر بھلائی اور خیر کا علمبردار جانتے تھے۔ مگر جونہی آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا بتوں کی مذمت کی۔ بت پرستی کو غلط طریقہ کار بتلایا تو مشرکین مکہ آپ ﷺ کے جانی دشمن بن گئے۔ دین اسلام قبول کرنے والوں پر ظلم کی انتہا کر دی۔ آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حکم الٰہی پا کر آپ ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ غزوات میں سرداران مشرکین مارے گئے۔ بعض غلامی میں آ گئے۔ آپؐ کے وصال مبارک تک کل عرب شریف مشرکین اور یہودیوں کے وجود سے پاک ہو چکا تھا۔

آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد صحابہؓ کبار نے دین اسلام کی اشاعت تن دہی سے کی۔ خلافتِ راشدہ کے دوران اسلام عرب سے نکل کر سندھ، ایران، شام اور شمالی افریقا تک پھیل چکا تھا۔

صحابہ کرام کے متعلق نبی پاک کا ارشاد ہے کہ الصّحابی کالنّجوم .... الخ + ترجمہ: میرے صحابہؓ کبار ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے راہ ہدایت پاؤ گے۔

چونکہ حضور نبی کریم ﷺ خاتم النبیّن ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے مگر اشاعتِ دین اسلام کا فریضہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ یہ اہم کام اولیائے اُمتِ محمدیہ کے سپرد ہوا۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ''علمائے امتی کا انبیاء بنی اسرائیل' یعنی علمائے حق (اولیائے کرام) تبلیغ دین کے حوالہ سے بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں۔ چنانچہ اولیائے کرام نے یہ فرضِ منصبی احسن طریق سے سرانجام دیا۔ ہر صدی پر ایک مجدّد اور ہزار سال پر مجدّد اعظم کے ظہور کی بشارت مخبرِ صادق حضور نبی کریم ﷺ نے فرمائی۔ حضرت امام ربانی، مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کے خود ساختہ ''دین اکبری'' کی جڑ کاٹ دی۔ دین اسلام کو زندہ کیا اور تازگی بخشی۔ اولیائے کرام کے زمرہ میں ایسی اولوالعزم ہستیاں پیدا ہوتی رہیں جن کے دم سے دین اسلام پھلتا پھولتا رہا۔ ان بزرگ **نامور** ہستیوں نے اتباع سنت رسول اللہ اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر عوام کے دلوں میں دین اسلام، حضور نبی کریم اور آپ کے اہل بیت صحابہؓ کبار اور بزرگان دین کی محبت موجزن فرمائی۔

افسوس کہ ابنِ تیمیہ کی غلط تعلیمات کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو حضور نبی کریم کے علم غیب مسئلہ حاضر ناظر اور استمداد پر یقین نہیں رکھتے۔ کہتے ہیں کہ ان کو اپنی سمجھ کے مطابق قرآنی تعلیمات ہی کافی ہیں۔ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب یہ حالت ہو تو پھر اولیائے کرام جو نورِ نبوت کے فیض یافتہ ہوتے ہیں کی اُن کے ہاں کیا عزت اور وقعت ہوگی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے حالات پر جو قرآن مجید میں مذکور ہیں غور و فکر کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ۔

(i) ابلیس (اصل نام عزازیل) نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کی اور آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔

(ii) ابلیس نے حضرت آدم کی بزرگی، سرفرازی تسلیم نہ کی اور اُن کی عظمت کا اقرار نہ کیا۔

(iii) ابلیس نے تکبر کیا کہ اُس کی پیدائش آگ سے ہے اور حضرت آدمؑ کی مٹی سے۔ آگ کا شعلہ ہمیشہ بلندی (اوپر) کی طرف جاتا ہے جبکہ مٹی ہمیشہ نیچے (پستی) کی طرف آتی ہے۔

(iv) ابلیس نے حضرت آدمؑ کی سرفرازی پر حسد کیا کہ وہ خلعت خلافت کا زیادہ حقدار تھا بوجہ اپنی عبادت کے۔

(v) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو خلعت خلافت سے نوازا۔ ابلیس نے اس انتخاب پر اعتراض کیا۔

مقام غور ہے کہ متقی پرہیز گار مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی قربت کے لئے چُن لیتا ہے اور یہی پسندیدہ لوگ اولیاء اللہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ جو لوگ ان پسندیدہ حضرات کی بزرگی سرفرازی اور عظمت نہیں پہچانتے اور انہیں اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انتخاب سے اعراض کرتے ہیں ایسے افراد کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ کہیں وہ اس لغزش جو قصداً اور ارادۃً ہے کسی گرفت میں نہ آ جائیں۔ اُنہیں چاہیے کہ اولیاء اللہ کی **سیرت** کا مطالعہ کریں اُن کی صحبت اختیار کریں تا کہ اُن کے دلوں کی تاریکی دور ہو جائے اور اُن کے قلوب نورٌ علیٰ نور ہو جائیں۔

جس طرح انبیاء علیہم اسلام کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح اولیاء اللہ میں کوئی قطب ہے کوئی غوث ہے تو کوئی قطب الاقطاب اور کوئی ابدال کوئی اوتاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف شعبے اور محکمے ان کے متعلق کر دیے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاء اللہ کا صحیح مقام سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم اُن کے توسل سے صراطِ مستقیم پر گامزن رہیں ابلیس لعین ہمارا کھلا دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے ہتھکنڈوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثمہ آمین۔

میں بندہ ناچیز مقبول نے حضور نبی کریم ﷺ اور صالحین کے مستند واقعات اس کتاب میں قلمبند کئے ہیں جن سے دوران حیات اور بعد از ممات استمداد اور توسل روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ خدا کرے کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں سے تعصب اور غفلت کی بندھی پٹی دور ہو جائے اور وہ حقائق کو خود دیکھیں اور سمجھ لیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ترجمہ: اگر چمگاڈر دِن کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھاتی تو اس میں سورج کا کیا قصور؟

عاجز بندہ

نور احمد مقبول نقشبندی

وسیلہ اور قرآنی حکم

وسیلہ تلاش کرو:

(۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

سورۃ المائدہ آیت 35

ترجمہ: اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ اور جدّ وجہد کرو اس کی راہ میں تا کہ تم فلاح پاؤ

(۲) اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝

سورۃ بنی اسرائیل آیت 57

ترجمہ: وہ مقبول[۱] بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔ (کنزالایمان)

وسیلہ کا مطلب:

جس چیز کے ذریعہ کسی تک پہنچا جائے تا کہ اس کا قرب حاصل ہو اسے وسیلہ کہتے ہیں۔ ایمان، نیک اعمال، دعا، نیک بندے، عبادات، پیروی سنت اور نمازوں سے پہنچا یہ سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں اس کی صفت کُن فیکون ہے جو کچھ کرنا چاہتا ہے اپنے افعال سے کرتا ہے۔ بندہ چونکہ اسباب کا محتاج ہے اس لئے عالم اسباب میں جو کام کرنا ہے اسباب کی مدد سے کرتا ہے۔ بچہ اپنی پرورش کے لئے ماں باپ کا محتاج ہے۔ طالبِ علم حصولِ علم کے لئے کسی استاد کا محتاج ہے۔ بیمار حصولِ صحت کے لئے کسی طبیب، ڈاکٹر کا محتاج ہے۔

---

[۱] جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، عزیر علیہ السلام اور حضرت مریم (حاشیہ کنزالایمان)

گناہوں سے معافی کے لئے بندہ توبہ کا محتاج ہے۔ انسان رزق کے لئے زمین، بارش، کسان، سورج کا محتاج ہے۔ خدمت گزار اپنے آقا کا، رعایا اپنے حاکم کی محتاج ہے وغیرہ وغیرہ........ لہٰذا انسان اسباب اور وسائل کا حاجت مند ہے اور یہی وسیلہ اور توسل کا مفہوم ہے۔ وسیلہ اور توسل ہم معنی الفاظ ہیں۔ ہر کوئی کسی نہ کسی مسبب کا محتاج ہے کہ یہ کارخانہِ دنیا اسباب ہی سے متعلق ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ سورۃ المائدہ کی آیت 35 میں وسیلہ سے مراد بیعتِ مرشد ہے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے اسمٰعیل دہلوی کو بھی لکھنا پڑا "یعنی سالکان راہِ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ بس حقیقی کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ و ریاضت سے پہلے تلاشِ مرشد ازبس ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکانِ راہِ حقیقت کیلئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اسی لئے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر ہے۔

ہیچ کس از خود بخود چیزے نشد — ہیچ آہن خنجرو نیزے نشد
ہیچ حلوائی نشد اُستادِ کار — تا آں کہ شاگردِ شکر ریزے نشد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم — تا غلامِ شمس تبریزے نشد
نفس را نہ کشد بغیر از ظلِ پیر — دامن آں نفس کش محکم بگیر
دمِ عارف نسیمِ صبح دم ہے — اِسی سے رشتہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسّر — شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

مرشدِ کامل اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دیتا ہے۔ یادِ الٰہی کی تڑپ دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ ایسے پیر کامل کے وسیلہ ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔ کاملین اُمت نے ایسے مرشد کی تلاش میں ہزاروں کوس کی مسافت پاپیادہ طے کی اور مرشد کامل کی رہنمائی اور دستگیری سے آسمان معرفت وحکمت پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت 57 کے تحت پیر محمد کرمؒ شاہ الازہری سجادہ نشین بھیرہ شریف لکھتے ہیں۔ "مطلب یہ ہے کہ مشرکین جن کو خدا بنائے ہوئے ہیں اور جن کو اپنی

تکالیف ومصائب میں پکارتے ہیں یہ خدا نہیں بلکہ وہ تو خود ہر لحہ ہر لحظہ اپنے رب کریم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مصروف عمل رہتے ہیں۔ اگر واقعی وہ خدا ہوتے جیسے مشرکین کا خیال ہے تو پھر انہیں کسی کی عبادت اور رضا جوئی کی کیا ضرورت تھی۔ مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز ہے اور یہ اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی غیر کی عبادت کرنا ممنوع ہے لیکن مقبولان بارگاہِ ایزدی کا وسیلہ پکڑنا اور ان سے التماس دعا کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ کریم کو ارشاد فرمایا۔ سورۃ التوبہ آیت 103۔ ترجمہ: "آپ ﷺ ان سے زکوٰۃ لیجئے انہیں پاک کیجئے اور ان کے لئے دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ کی دعا ان کے لئے وجہ تسکین ہے"۔ صحابہ کرام کشودِ مشکلات کے لئے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کرتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دستِ مبارک جب دعا کے لئے اٹھتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی مشکلیں آسان فرمایا کرتا۔ انکی بیماریاں دور ہو جاتیں۔ ان کی تنگ دستیاں خوشحالی میں بدل جاتیں۔ (ضیاء القران)۔

حیات النّبی صلی اللہ علیہ وسلم

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ جملہ انبیائے کرام علیہم السلام بالخصوص آقائے نامدار مدنی تاجدار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ اپنی اپنی قبروں میں حیاتِ حقیقیہ دنیویہ زندہ ہیں۔ قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی جو خبر ہے (سورۃ الزمر آیت 30) وہ موت عادی ہے جس سے جملہ مخلوقات میں سے کسی کو استثناء نہیں۔ اس عادی موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو حیات دائمی بخش دی ہے۔

سورۃ الزمر آیت 30 کا ترجمہ۔ "بیشک آپ ﷺ نے بھی دنیا سے انتقال فرمانا ہے اور انہوں (آپ ﷺ کے مخالفین) نے بھی مرنا ہے۔

بدنیا گر کسے پائندہ بودے — ابوالقاسم محمد ﷺ زندہ بودے

یعنی اگر انسان نے دنیا میں ہمیشہ ظاہری طور پر زندہ رہنا ہوتا تو پھر وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم ہوتے اور انہیں (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو) موت کا ذائقہ نہ چکھنا پڑتا۔

قرآن حکیم میں شہداء کرام کی حیات بعد از شہادت ثابت ہے۔ وصفِ نبوت کے باعث انبیاء کرام شہدائے عظام سے یقیناً افضل ہیں۔ ان میں وصفِ نبوت کے ساتھ بالعموم وصفِ شہادت بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف کے وقت یوں فرمایا۔ ترجمہ: ''اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) مجھے خیبر کے کھانے کی تکلیف برابر رہی ہے اور اب میری رگِ جاں اُسی زہر سے منقطع [1] ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ درجہ شہادت بھی حاصل ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین بھی ہیں اور سید الشہدا بھی۔ پس آپ کی حیات شریفہ شہدا کی حیات سے اکمل ہے۔ بایں ہمہ آپ ﷺ کو مردہ (جیسا کہ بعض کا عقیدہ ہے) کہنا سخت گستاخی ہے۔

قرآن مجید میں شہدا کی نسبت ارشادِ باری تعالیٰ یوں ہے:۔

(1) سورۃ البقرہ آیت نمبر 154 ترجمہ۔ اور نہ کہا کرو انہیں جو قتل کئے جاتے ہیں اللہ کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (اُسے) سمجھ نہیں سکتے۔

(2) سورۃ آلِ عمران آیات 170,169 ترجمہ: اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کئے گئے اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ شاد ہیں اُن نعمتوں سے جو عنایت فرمائی ہیں انہیں اللہ نے

نوٹ:۔ [1] خیبر (یہودیوں کی خالص بستی) 7ھ میں فتح ہوا۔ اگرچہ یہودیوں کو امان دیا گیا تھا اور ان سے نرمی کا سلوک کیا گیا مگر یہ شرارتوں سے باز نہ آئے۔ چنانچہ ایک روز سلام بن مشکم کی زوجہ (مرحب کی بھاوج) نے بکری کا گوشت بھون کر اُس میں زہر ملا دی اور بطور ہدیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ آپ ﷺ کو دستی پسند تھی۔ آپ ﷺ نے دستی کا گوشت اٹھا لیا اور تناول فرمانے لگے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی تناول کیا۔ آپ ﷺ نے فوراً فرمایا ''یہ گوشت نہ کھاؤ'' اور اس یہودیہ کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا ''تم نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے'' وہ بولی آپ ﷺ کو کس نے خبر دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اس دستی نے جو میرے ہاتھ میں ہے، اس نے عرض کیا ''ہاں''۔ اس خیال سے کہ اگر آپ ﷺ سچے پیغمبر ہیں تو زہر آپ ﷺ پر اثر نہ کرے گی۔ اگر آپ ﷺ پیغمبر نہیں ہیں تو ہم آپ ﷺ سے آرام پائیں گے''۔ گوشت میں سے آواز آئی تھی کہ مجھے نہ کھایئے مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔

اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آ ملے ان سے اُن کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

علامہ سمہودی وفاء الوفا (جز ثانی ص 405) میں رقمطراز ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات (عادی) کے بعد زندہ ہیں۔ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام بھی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ایسی حیات کے ساتھ جو شہدا (جن کی حیات بعد از ممات کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دی ہے) کی حیات سے اکمل ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہدا ہیں اور شہدا کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزان میں ہیں۔

جنگِ یمامہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول کے عہد خلافت میں نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب کے خلاف جو مجاہدین بھیجے گئے ان میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بڑی شجاعت، بے جگری اور سرفروشی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ سارا دن گزر گیا رات عالم خواب میں ایک صحابی سے ملے اور اسے فرمایا۔ ''میں تمہیں ایک وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ محض خواب سمجھ کر نظر انداز نہ کرنا۔ غور سے سنو۔ ''میرے شہید ہو جانے کے بعد ایک مسلمان نے میری زرہ اتار کر اپنے پاس کجاوہ کے نیچے چھپا دی ہے۔ اس شخص کا خیمہ آخری کونے پر ہے اور باہر ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے جو اچھلتا رہتا ہے۔ امیر لشکر حضرت خالدؓ بن ولید کو صورت حالات سے آگاہ کرو تاکہ وہ اس شخص سے میری زرہ لے کر حق داروں تک پہنچا دیں۔ نیز حضرت صدیقؓ اکبر سے عرض کرنا کہ فلاں آدمی کا مجھ پر قرض ہے آپؓ وہ ادا فرما دیں اور فلاں غلام نے میری بہت خدمت کی ہے۔ اُسے آزاد فرما دیا جائے۔ حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت صدیقؓ اکبر جب صورت حال سے آگاہ ہوئے تو اسی وقت وصیت پر پورا عمل کیا گیا۔ حضرت ثابتؓ نے شہید ہونے کے باوجود زرہ اتارنے والے شخص کو پہچان لیا اور یہ بھی دیکھ لیا کہ زرہ کہاں چھپا رکھی ہے اور اس شخص کا خیمہ کدھر ہے، نشان بھی بتا دیا، شہدا جسم کی قید سے آزاد ہو کر دور دور کی اشیاء دیکھنے لگ

جاتے ہیں۔ شہادت کے بعد روحانی قوت زیادہ ہو جاتی ہے مگر زندہ لوگوں کو شعور نہیں ہوتا۔
(ملخص از ''اسلام میں وسیلہ کا تصور'')

چند احادیث صحیحہ جن سے حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا بعد از وصال ثبوت ملتا ہے
درج ذیل ہیں:۔

ترجمہ: حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ تمہارے افضل ایام میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے
اور اسی میں قبض کئے گئے۔ اس میں نفخہ ثانیہ اور نفخہ اولیٰ ہے۔ پس تم اس دن مجھ پر درود
زیادہ بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اصحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارا درود
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم کا جسد قبر میں ہوگا۔ (قول راوی) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے۔ اسے ابوداؤد، نسائی، ابن
ماجہ و داری نے اور بیہقی نے دعوات الکبیر میں روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ باب الجمعۃ)

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک دوسرے اشخاص کے جسد کی مانند نہیں۔
درود شریف پڑھنے والوں کا درود روح مع جسد مُبارک پر پیش کیا جاتا ہے۔ لہذا حیات
انبیاء بعد وفات ثابت ہے۔

حضرت ابودرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر
جمعہ کے دن درود زیادہ بھیجا کرو۔ کیونکہ وہ دن حاضر کیا گیا ہے حاضر ہوتے ہیں اس میں
فرشتے۔ تحقیق کوئی مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ
درود سے فارغ ہو جائے کہا ابودرداء نے میں نے عرض کیا۔ کیا موت کے بعد بھی۔ آپ
ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے۔ پس
اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ رزق دیئے جاتے ہیں اِسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث
سے انبیاء کی حیات بحیات حقیقیہ دنیویہ بعد الوفات ثابت ہے۔ اس میں حی کے ساتھ یُرزق
بطور تاکید ہے۔ کیونکہ رزق کی حاجت جسم کو ہوتی ہے۔

علامہ سیوطی شرح الصدور میں نقل کرتے ہیں۔ ترجمہ: اور ابویعلیٰ اور بیہقی اور ابن
مندہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء زندہ ہیں
اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ (سیرت رسول عربی از توکلی ص۳۱۸)

اولیاء کرام میں بہت سی مثالیں ایسے بزرگوں کی ملتی ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو حالت بیداری میں دیکھا کرتے تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ تنویر الحلک
میں وہ احادیث و اقوال صلحاء نقل کرتے ہیں۔ جو حالت خواب اور حالت بیداری ہر دو میں
رسول اللہ ﷺ کی رویت کے امکان پر دلالت کرتے ہیں۔ بعد ازاں یوں فرماتے ہیں کہ ان تمام
احادیث و اقوال سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
جسم اقدس اور روح شریف کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ تصرف فرماتے ہیں جہاں چاہتے ہیں۔
زمین و آسمان میں اور اسی ہیئت سابقہ شریفہ پر ہیں۔ کچھ تبدیلی اس میں نہیں ہوئی۔ آنکھوں
سے ایسے ہی غائب ہیں جیسے فرشتے نظر نہیں آتے حالانکہ فرشتے زندہ ہیں اور ان کے اجسام
بھی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کسی امتی پر کرامت اور احسان کا تو حجاب اٹھا دیتا ہے
اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اصلی صورت میں کر لیتا ہے۔ اس میں کوئی مانع نہیں
ہے اور صرف مثال ہی کے دیکھنے پر منحصر کر دینے کی کوئی وجہ نہیں انتہیٰ۔

خلاصہ کلام یہ کہ سیدنا و مولنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وصال شریف کے بعد بھی
جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں۔ بحیات حقیقیہ دنیویہ اور آپ کے تصرفات بدستور جاری ہیں۔
اسی واسطے آپ کی امت میں تا قیامت قطب، غوث، ابدال و اوتاد ہوتے رہیں گے۔
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے رسالہ سلوک اقرب السُبل الی سید الرسل صلی
اللہ علیہ وسلم میں جو خانِ خاناں کی طرف لکھا ہے یوں فرمایا ہے۔

علماء امت میں اس قدر اختلافات اور کثرت مذاہب ہے بایں ہمہ کسی ایک کو اس
مسئلہ میں ذرا بھی اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا شائبہ مجاز و توہم تاویل، حیات
حقیقیہ کے ساتھ دائم و باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور طالبان حقیقت کو
اور متوسلان بارگاہِ نبوت کو فیض پہنچانے والے اور انکی تربیت فرمانے والے ہیں۔ حضرت شیخ

نے بالکل درست لکھا ہے کیونکہ فتنہ ابنِ تیمیہ اس تحریر سے سینکڑوں سال پہلے فرو ہو چکا تھا۔
(استفادہ از سیرتِ رسول عربی از مولٰنا محمد نور بخش توکلی)

سورۃ احزاب آیت 53 میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی رحلت شریف کے بعد ہمیشہ کے لئے نکاح حرام قرار دے دیا کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عادی موت کے بعد اپنی قبر انور میں حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ جب یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ حضور پُر نور شافع یوم النشور حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں تو آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا ہر لحاظ سے جائز ہوا۔ پس ابن تیمیہ اور اس کے ہمنوا افراد کا عقیدہ کہ "انبیاء علیہم السلام بھی دوسرے مردہ اشخاص کی طرح زمین کے نیچے مدفون اور مردہ ہیں اور یہی حال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے (معاذ اللہ) لہٰذا مدینہ منورہ میں روضہ اطہر پر حاضر ہونا اور آپ ﷺ کے وسیلہ اور توسل سے طلب حاجات بے کار اور بے سود ہیں" غلط ثابت ہوا۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر پُر انوار میں بحیات حقیقیہ زندہ ہیں تو آپ ﷺ کے وسیلہ سے بارگاہ رب العزت میں دعا کرنا درست اور مستحسن ہے۔ اس کو توسل، استغاثہ، تشفع اور توجہ کے مختلف الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل و استغاثہ فعل انبیاء علیہم السلام اور سیرت سلف صالحین ہے۔ یہ توسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے پہلے، ولادت شریف کے بعد دنیوی زندگی میں عالم برزخ میں اور عرصات قیامت میں ثابت ہے۔ توضیح اس طرح ہے۔

ولادت شریف سے پہلے توسّل

ابلیس لعین کے بہکانے سے (کریم النفس) حضرت آدم علیہ السلام نے قصد اور نیت کے بغیر شجر ممنوعہ کا پھل کھا لیا۔ لغزش ہو گئی جنت سے نکال دیئے گئے۔ عرصہ دراز تک روتے رہے اور معافی طلب کرتے رہے۔ پھر ایسا ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب کے القاء سے چند کلمات جو بارگاہ رب العزت میں مقبولیت رکھتے

تھے سیکھ لئے (سورۃ طٰہٰ آیات 115 تا 123) اور دعا کی "اے میرے پروردگار! میں تجھ سے بحق محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دعا کرتا ہوں کہ میری خطا معاف فرما دے" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے آدم! تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح جانا اور پہچانا حالانکہ میں نے انہیں ابھی پیدا نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی اور میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پائے پر میں نے لکھا ہوا دیکھا۔ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔ پس میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس برگزیدہ ہستی کا ذکر کیا ہے جو تیرے نزدیک تمام کی تمام مخلوق سے "محبوب ترین" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا وہ میرے نزدیک احب الخلق ہیں چونکہ تم نے اُن کے وسیلہ سے معافی طلب کی ہے۔ میں نے تمہاری لغزش معاف کر دی۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

(حاکم وطبرانی) مستدرک 615,6

گر محمدؐ نہ بودے کس نہ بودے ۔۔۔ نہ بودے ہیچ عالم در وجودے

ترجمہ: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں (رب العزت) کچھ بھی پیدا نہ کرتا۔ اسی مضمون کی حدیث حضرت میسرہ رضؓ سے بھی مروی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا نے لغزش سے معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور میرے نام کا وسیلہ لیا تھا۔ (واستشفعا باسمی الیہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ میں جگہ جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور خصائص دیکھے تو انہیں یقین ہو گیا کہ ایسی بلند مرتبت اور بے نظیر شان کے مالک کا غلام اور اُمتی ہونا بہت بڑا اعزاز ہے چنانچہ بارگاہ خداوندی میں نبی آخر الزّماںؐ کا اُمتی ہونے کی درخواست کی اور اپنی اُمت کو بھی آپ ﷺ سے محبت رکھنے کا حکم فرمایا اور تاکیداً

فرمایا کہ نازک اور خوفناک وقت اس نبی آخر الزمان کے وسیلہ سے دشمنوں پر غلبہ کے لئے دعا کرنا۔ یہودی اس پر عمل پیرا رہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں وارد ہے۔ وکانو من قبل یستفتحون علی الذین کفروا o البقرہ آیت 89 ترجمہ: اور وہ (یہودِ یثرب، بنونضیر، بنو قریظہ) اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (قبیلہ اوس خزرج) (اس نبی کے وسیلہ سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے + بایں باعث کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کی بجائے قریش عرب کی معزز شاخ بنو ہاشم سے ہیں بنی اسرائیل سے نہیں لہذا یہودان یثرب (مدینہ منورہ) نے آپ کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور بالآخر مدینہ منورہ سے نکال دیئے گئے اپنی وعدہ خلافیوں اور شرارتوں کے باعث۔

یہودانِ یثرب کی جب کبھی کفار اور مشرکین سے جنگ ہوتی اور فتح کے ظاہری امکانات ختم ہو چکتے تو اُس وقت اپنی کتاب توراۃ کو سامنے رکھ کر وہ صفحات کھولتے جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور کمالات کا ذکر ہوتا تو وہاں ہاتھ رکھتے اور ان الفاظ میں دعا کرتے۔ ''اے اللہ! ہم تجھے اس نبی مکرم کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ آج ہمیں اپنے دشمنوں پر فتح دے۔ تو اللہ تعالیٰ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے انہیں دشمنوں پر فتح دیتا۔ (ضیاء القران)

عالم طفولیت میں حضور ﷺ کے توسّل سے بارش کیلئے دعا:

ابن عساکر جلہمہ بن عرفطہ سے ناقل ہے کہ اُس نے کہا ایک مرتبہ میں مکہ میں ایا۔ اہل مکہ قحط میں مبتلا تھے۔ ایک بولا کہ لات وعزیٰ کے پاس چلو۔ دوسرا بولا کہ منات کے پاس چلو۔ یہ سن کر ایک خوبرو صاحب الرائے بوڑھے نے کہا کہ تم کہاں اُلٹے جا رہے ہو حالانکہ ہمارے درمیان باقیہ ابراہیم وسلالہ اسماعیل موجود ہے۔ وہ بولے کیا تمہاری مراد ابو طالب سے ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ پس وہ سب اُٹھے اور میں بھی ساتھ ہولیا۔ جا کر دروازہ پر دستک دی ابو طالب نکلے تو کہنے لگے ''ابو طالب! جنگل قحط زدہ ہو گیا۔ ہمارے زن و فرزند قحط میں مبتلا ہیں چل مینھ مانگ؟ پس ابو طالب نکلے ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا۔ گویا آفتاب تھا جس سے ہلکا سیاہ بادل دور ہو گیا ہو۔ اس کے گرد اور

چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے۔ ابو طالب نے اس لڑکے (حضور نبی کریم ﷺ) کو لیا اور آپ کی پیٹھ کعبہ سے لگائی۔ اس لڑکے (ﷺ) نے التجا کرنے والے کی طرح اپنی انگلی (مبارک) سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ حالانکہ اس وقت آسمان پر کوئی بادل کا ٹکرا نہ تھا۔ اشارہ کرنا تھا کہ چاروں طرف سے بادل آنے لگے۔ برسا اور خوب برسا۔ جنگل میں پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ آبادی اور وادی سب سرسبز و شاداب ہو گئے۔ اسی بارے میں ابو طالب نے کہا ہے۔

قصیدہ میں سے ایک شعر کا ترجمہ:

اور گورے رنگ والے جن کی ذات کے وسیلہ سے نزول باراں طلب کیا جاتا ہے۔ یتیموں کے ملجاء ماویٰ۔ رانڈوں اور درویشوں کے نگہباں۔ (سیرت رسول عربی مصنفہ محمد نور بخش توکلی)

اس قصیدہ میں مولا ابو طالب قریش پر بچپن سے حضور نبی کریم ﷺ کے احسانات جتا رہا ہے جبکہ قریش بعثت کے بعد آپ ﷺ کو ستا رہے تھے۔ یہ سیرت ابن ہشام میں دیا ہوا ہے۔ گویا کہہ رہا ہے کہ تم اپنے محسن اعظم کے درپے آزار کیوں ہو؟ (مواہب و زرقانی)

حیات شریف میں توسّل:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں دیگر حاجات کی طرح آپ سے طلب دعا، طلبِ شفاعت بروز قیامت یا طلب دعائے مغفرت بھی کیا کرتے تھے۔ صرف چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں کر دوں گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو کہاں ڈھونڈوں گا فرمایا پہلے مجھے صراط پر

۱۔ مشرکین مکہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی ایذا رسانی کیلئے باقاعدہ انجمن تشکیل دی۔ میر مجلس آپ کا حقیقی چچا ابولہب تھا۔ لوگ بات بات پر آپ کا مذاق اڑاتے اور آپ کے متبعین کو انتہا درجہ کی تکلیفیں پہنچاتے۔ ابولہب اور عقبہ بن ابی محیط آپ کے ہمسائے باہر سے ایذا رساں اشیاء، از قسم نجاست، ہڈیاں اور کانٹے لا لا کر آپ کے در اقدس کے باہر رکھ دیتے۔ آپ ان چیزوں کو دیکھ کر فرماتے اے آل عبد مناف یہ کس ہمسایہ نے نظر التفات کی ہے۔ پھر خود ہی یہ اشیاء ہٹا دیتے۔

ڈھونڈنا، میں نے عرض کیا اگر میں آپ کو وہاں نہ پاؤں۔ فرمایا کہ پھر میزان کے پاس ڈھونڈنا۔ میں نے عرض کیا اگر میزان کے پاس آپ کو نہ پاؤں۔ فرمایا تو پھر حوض کوثر کے پاس مجھے ڈھونڈنا۔ کیونکہ میں ان تین جگہوں کو نہ چھوڑوں گا۔ سیرت رسول عربی مصنفہ نور بخش توکلی ۔ ۹۱۴

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت سواد بن قارب ایمان لاتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

اور آپ میرے شفیع بنیں جس دن سواد بن قارب کو کوئی شفاعت کرنے والا ذرا بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ (استیعاب لابن عبدالبر)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حسب عادت تجارت کے لئے یمن گئے ہوئے تھے۔ ان کی غیر حاضری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ عسکلان بن عواکن حمیری نے سن کر اپنے ایمان کا اظہار اشعار میں کیا۔ وہ اشعار حضرت عبدالرحمٰن کی وساطت سے خدمت اقدس میں ارسال کئے۔ ان میں سے دو شعر یہ ہیں۔

اشهد بالله رب موسیٰ	میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں جو موسیٰ کا رب ہے
انک ارسلت بالبطاح	کہ آپ وادیٔ مکہ میں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔
فکن شفیعی الی ملیک	پس آپ میرے شفیع بنیں اس بادشاہ کی طرف
یدعو البرایا الی الصلاح	جو خلائق کو نیکی کی طرف بلاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سن کر فرمایا۔

ترجمہ: آگاہ رہو۔ بے شک حمیری بھائی خواص مومنین سے ہیں اور بعض مجھ پر ایمان لانے والے ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ اور میری تصدیق کرنے والے حالانکہ وہ میرے پاس حاضر نہیں ہوئے۔ وہ حقیقت میں میرے بھائی ہیں۔

حضرت ماذن بن عضوبہ طائی خطامی عمان کی ایک بستی میں ایک بُت کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر سن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں اپنی بے اعتدالیوں کا ذکر کیا اور طالب دعا ہوئے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے وہ رذائل مبدل بفضائل

ہو گئے۔ اس بارے میں انہوں نے یہ اشعار کہے ہیں۔

ترجمہ:۔ یا رسول اللہ! میں نے اپنی اونٹنی آپ کی طرف دوڑائی جو عمان سے عرج تک بیابانوں کو طے کرتی تھی۔ تا کہ آپ میری شفاعت فرمائیں اے بہترین انمیں کے جنہوں نے سنگریزوں کو پامال کیا۔ پس میرا رب میرے گناہ بخش دے اور میں کامیاب ہو کر اس گروہ کی طرف جاؤں جن کے دین سے میں اللہ کے واسطے کنارہ کش ہو گیا۔ پس ان کی رائے میری رائے نہیں اور نہ ان کا طریق میرا طریق ہے۔

(اصابہ بحوالہ طبرانی و بیہقی وغیرہ۔ نیز استیعاب لابن عبدالبر)

حضرت عثمان بن حنیف صحابی کا بیان ہے کہ ایک نابینا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے عافیت بخشے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو چاہے میں دعا کر دیتا ہوں اور اگر چاہے تو صبر کر۔ صبر تیرے واسطے اچھا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ خدا سے دعا فرمائیے۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے یوں دعا کرنا۔

اللهم انی اسئلک واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللهم فشفعه فی	یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی نبی الرحمۃ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ یارسول اللہ! میں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آپؐ کا وسیلہ پیش کیا ہے اپنی اس ضرورت میں تا کہ وہ پوری ہو۔ یا اللہ! تو میرے حق میں حضورؐ کی شفاعت قبول فرما۔

اس حدیث کو ترمذی ونسائی نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا۔ هذا حدیث حسن صحیح غریب. امام بیہقی وطبرانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ جبکہ امام بیہقی نے اتنا اور کہا ہے کہ اس نابینا نے ایسا ہی کیا اور بینا ہو گیا۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی کا بیان ہے کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا۔ آپ کے وضو کیلئے پانی لایا کرتا تھا اور دیگر خدمت

(جامہ ومسواک وشانہ وغیرہ) بھی بجا لایا کرتا تھا۔ ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا۔ سل (مانگ) میں نے عرض کیا۔

اسئلک مرافقتک فی الجنة ترجمہ: میں آپ سے بہشت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کچھ اور بھی مانگ لو۔

عرض کی، حضور! بس یہی سوال ہے۔

فرمایا، اگر یہ بات ہے تو خوب سجدے کر کے ہماری مدد کرو۔ (مسلم 1:193)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت لینے کا ایک اور انداز بھی تھا۔ کسی تکلیف سے نجات کے لئے دعا کی درخواست کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے "اِس تکلیف میں صبر کرو اور جنت لے لو"۔ کئی اس تکلیف کے بدلے میں جنت قبول کر لیتے اور دنیا میں چلتے پھرتے "جنتی" کے نام سے مشہور ہو جاتے۔

سوال کرنے کے طریقہ سے معلوم ہو کہ آپ ﷺ نے جب فرمایا "مانگ" تو اس میں کسی شئے کی تخصیص نہ فرمائی کہ یہ مانگ اور یہ نہ مانگ پس معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی پر ہے کہ جو چاہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے جس کو چاہیں عطا فرما دیں۔

وصال شریف کے بعد توسّل:

وصالِ شریف کے بعد بھی آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصائب و حروب و حاجات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا کرتے تھے۔ دیکھو امثلہ ذیل:۔

صاحب مواہب لدنیہ بحوالہ ابن منیر لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو اس صدمہ سے آپ کے اصحاب کرام کا عجب حال ہو رہا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھا کر یوں عرض کرنے لگے۔

ترجمہ: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت میں ہمیں اختیار دیا جاتا تو ہم آپ ﷺ کی موت کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے پروردگار کے پاس ہمیں یاد کرنا اور ضرور ہمارا خیال رکھنا۔

وفات شریف کے تین دن بعد اعرابی کا قبر شریف پر حاضر ہونا اور آپ سے توسل کرنا بروایت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ صفحہ 40 پر ملاحظہ فرمائیں

مالک الدار راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق کے زمانے میں قحط پڑا ایک شخص (بلال بن حارث صحابی) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر یوں عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اس شخص سے فرمایا کہ عمرؓ کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور بشارت دو کہ بارش ہو گی اور یہ بھی کہہ دو کہ نرمی اختیار کرے۔ اس شخص نے حاضر ہو کر خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر روئے پھر کہا اے رب! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر اس چیز میں کہ جس سے میں عاجز ہوں (وفاء الوفاء بحوالہ بیہقی وابن ابی شیبہ)

ایک سال مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فریاد کی۔ حضرت ممدوحہؓ نے فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر اس میں ایک روشندان آسمان کی طرف کھول دو تا کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے یعنی آسمان قبر دیکھ کر روئے گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ خوب بارش ہوئی اور گھاس اگی اور اونٹ ایسے فربہ ہو گئے کہ چربی سے پھٹنے لگے۔ اس سال کو عام **الفتق** کہتے ہیں۔

علامہ قاضی زین الدین مراغی فرماتے ہیں کہ قحط کے وقت روشندان کا کھولنا اس وقت تک اہل مدینہ کا طریقہ ہے۔ وہ قبۂ خضرأ مقدسہ کے اسفل میں بجانب قبلہ کھول دیتے ہیں اگرچہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل رہتی ہے۔ علامہ سمہودی (متوفی 911ھ) لکھتے ہیں۔ "آج کل اہل مدینہ کا طریقہ یہ ہے کہ حجرۂ شریف کے گرد جو مقصورہ ہے اس کا وہ دروازہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے سامنے ہے کھول دیتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں۔

ابن جریر طبری 224ھ کے واقعات میں بالا سناد نقل کرتے ہیں کہ حضرت عاصم بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں امساک باراں ہوا۔ مواشی لاغر ہو گئے، اہل بادیہ میں سے قبیلہ مزنیہ کے ایک اہل خانہ نے اپنے صاحب (حضرت بلال بن حارث صحابی) سے کہا کہ ہمیں غایت درجہ کی تکلیف ہے تو ہمارے واسطے ایک بکری ذبح کر۔ اس نے کہا کہ بکریوں میں کچھ رہا نہیں۔ اہل خانہ اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے ان کے واسطے ایک بکری ذبح کی۔ جب کھال اتاری تو سرخ ہڈیاں دکھائی دیں۔ اس پر وہ پکار اُٹھا۔ یا محمداہ الخ

(تاریخ الامم والملوک۔ جز رابع ص 224 کامل ابن اثیر)

تو نی سلطان عالم یا محمد! ﷺ
ز روئے لطف سوئے من نظر کن

ترجمہ: یارسول اللہ! آپ عالم کے شہنشاہ ہیں۔ میری طرف خوش روئی سے نظرِ شفقت فرمائیں۔
مولنا جامیؒ

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے قنسرین سے حضرت کعب بن ضمرہ کو ایک ہزار سوار دے کر فتح حلب کے لئے روانہ کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ اُدھر یوقنا حاکمِ حلب کو اس کے جاسوسوں نے خبر دی کہ عرب ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ تمہارے شہر کی فتح کے ارادہ سے آرہے ہیں اور وہ شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہیں۔ یوقنا نے لشکر کو تیار کر کے آدھا اپنے ساتھ لیا اور آدھا کمین گاہ میں مقرر کیا۔ جب حضرت کعب کی نظر یوقنا کے لشکر پر پڑی تو اپنے لشکریوں سے کہا کہ میرے اندازہ میں دشمن کا لشکر پانچ ہزار ہے جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ غرض مقابلہ ہوا یہاں تک کہ مسلمانوں کو فتح مبین کا یقین ہو گیا۔ مگر اسی اثنا میں کمین گاہ سے یوقنا کا لشکر آ پڑا۔ جس کے سبب سے لشکر اسلام کا ایک گروہ بھاگنے لگا۔ دوسرے گروہ نے اہل کمین کا مقابلہ کیا۔ تیسرا گروہ کعب کے ساتھ تھا جو مسلمانوں کے لئے بڑے بے چین تھے اور ان کے بچانے کے لئے کوشش کر رہے تھے اور گرداگرد داد دیتے ہوئے یوں پکار رہے تھے۔

یا محمد یا محمد یا نصر الله انزل. یا معشر المسلمین اثبتوا انما هی ساعة ویاتی النصر و انتم الاعلون (فتوح الشام . مطبوعه مصر . جز اول ص 151)

یا محمد! یا محمد!! اے نصرت الٰہی نزول فرما۔ اے مسلمانوں کے گروہ ثابت قدم رہو۔ یہی ایک گھڑی ہے مدد آنے والی ہے۔ تمہارا ہی بول بالا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن قرط صحابی کے ہاتھ اپنا خط ابوعبیدہ بن الجراح کے نام یرموک بھیجا اور سلامتی کی دعا کی۔ عبداللہ جب مسجد سے نکلے تو خیال آیا کہ مجھ سے خطا ہوئی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ شریف پر سلام عرض نہیں کیا۔ اس لئے وہ روضۂ شریف پر حاضر ہوئے۔ وہاں حضرت عائشہؓ صدیقہ اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب وعباسؓ حاضر تھے۔ امام حسنؓ حضرت علیؓ کی گود میں اور امام حسینؓ حضرت عباسؓ کی گود میں تھے۔ حضرت عبداللہ نے حضرت علیؓ وحضرت عباسؓ سے عرض کیا کہ کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ ہر دو نے روضۂ شریف پر ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی۔

اللهم انا نتوسل بهذا النبی المصطفیٰ والرسول المجتبی الذی توسل به آدم فاجیبت دعوته وغفرت خطیئته سهل علی عبدالله طریقه واطوله البعید واید اصحابﷺ نبیک بالنصر انک سمیع الدعاء.

یا اللہ! ہم اس نبی مصطفیٰ ورسول مجتبیٰ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ جن کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہو گئی اور ان کی خطا معاف ہو گئی کہ تو عبداللہ پر اس کا راستہ آسان کر دے اور بعید کو نزدیک کر دے اور اپنے نبی کے اصحاب کی مدد فتح سے کر دے۔ بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے عبداللہ سے فرمایا کہ اب جائیے۔ اللہ تعالیٰ حضرات عمر وعباس وعلی وحسن وحسین وازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کو رد نہ کرے گا کیونکہ انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں اس نبی کا وسیلہ پکڑا ہے جو اکرم الخلق ہیں۔

(فتوح الشام۔ جز اول ص 105)

ایک شخص کسی حاجت کے لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا۔ مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور اس کی حاجت پر غور نہ فرماتے۔ وہ ایک روز حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور ان سے شکایت کی۔ حضرت ابن حنیف نے اس سے کہا کہ وضو کر کے مسجد میں جا اور دو رکعت پڑھ کر یوں دعا کر۔

اللھم انی اسئلک و اتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربک آن تقضی حاجتی . (یہاں اپنی حاجت کا نام لینا) اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوا۔ دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا۔ حضرت عثمان غنی نے اسے اپنے برابر فرش پر بٹھایا۔ اور دریافت حال کر کے اس کی حاجت پوری کر دی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا۔ آئندہ جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس آ کر بتا دیا کرو۔ وہ وہاں سے رخصت ہو کر ابن حنیف سے ملا اور ان کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے ایسی اچھی دعا بتائی۔ ابن حنیف نے کہا کہ میں نے اپنی طرف سے نہیں بتائی۔ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا ایک نابینا نے اپنی بینائی کے جاتے رہنے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو میں دعا کر دیتا ہوں۔ یا صبر کرو اس نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے بہت دشواری ہے۔ کوئی میرا عصا پکڑنے والا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دوگانہ ادا کر کے یہ دعا پڑھنا۔

اللھم انی اسئلک و اتوجه الیک بنبیک محمد الخ ابن حنیف کا بیان ہے کہ ہم ابھی بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ شخص آیا۔ گویا اس کو کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی تھی۔

اس قصے میں خود حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا کو طریق توسل تعلیم فرمایا ہے۔ یہی طریق ایک صحابی سکھا رہے ہیں اور یہی عمل آج تک امت میں جاری ہے۔ اس روایت کو طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

ہیثم بن عدی نے ذکر کیا ہے کہ بنو عامر (قبیلۂ نابغہ جعدی) بصرہ میں کھیتوں میں

مویشی چرایا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو ان کے طلب کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے ابوموسیٰ کو دیکھتے ہی یوں آواز دی۔ یا آل عامر! یہ سن کر نابغہ جعدی بھی اپنی قوم کے ساتھ نکلا۔ ابوموسیٰ نے اس سے پوچھا کہ تم کس واسطے نکلے ہو؟ نابغہ نے جواب دیا کہ میں نے اپنی قوم کی دعوت قبول کی ہے۔ اس پر ابوموسیٰ نے نابغہ کو تازیانے لگائے۔ نابغہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں۔ ترجمہ: اگر تو ابن عفان کا امین ہے۔ تو اس نے تجھے مہربان امین نہیں بھیجا۔ اے قبر نبی کی اور آپ کے دو صاحب کی دیکھنا اے ہمارے فریاد رس! کاش آپ سنیں۔ (استیعاب لابن عبدالبر)

حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے تشدد کا استغاثہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے کیا ہے اور غوثنا (ہمارے فریادرس) کہہ کر پکارا ہے۔

معجم کبیر و اوسط میں بروائیت انسؓ بن مالک منقول ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سرہانے آ بیٹھے اور فرمایا۔ اے میری ماں کے بعد میری ماں! اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اور اس کی تعریف کی اور اسے اپنی چادر میں کفنایا۔ پھر حضور نے حضرت اسامہ بن زید، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب اور ایک سیاہ فام غلام کو بلایا۔ انہوں نے قبر کھودی۔ جب لحد تک پہنچے تو خود حضور نے لحد اپنے دست مبارک سے کھودی اور آپ اس میں لیٹ گئے پھر یوں دعا کی۔

اللھم اغفر لامی فاطمة بنت اسد	یا اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے
ووسع علیها مدخلها بحق نبیک	اور اس پر اس کی قبر کو کشادہ کر دے بوسیلہ
والانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم	اپنے نبی کے اور ان نبیوں کے جو مجھ سے
الرحمین. (وفاء الوفاء جز ثانی ص 89)	پہلے ہوئے ہیں کیونکہ تو ارحم الراحمین ہے۔

1 عمر بن شبہ نے عبدالعزیز بن عمران سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوائے پانچ اشخاص کی قبروں کے اور کسی کی قبر میں نہیں اترے۔ ان پانچ میں تین عورتیں اور دو مرد ہیں۔ بدیں تفصیل: حضرت خدیجۃ الکبریٰ، عائشہ صدیقہ کی والدہ ام رومان، حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد، ابن خدیجہ اور عبداللہ بن نہم مزنی ملقب بہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (وفاء الوفاء جز ثانی ص 87)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں ابو طالب کے گھر میں تھے تو ابو طالب کی زوجہ فاطمہ بنت اسد نے کھلانے پلانے میں آپ کا خاص خیال رکھا تھا۔ یہ اسی احسان کا بدلہ تھا کہ آپ ﷺ نے فاطمہ بنت اسد کو اپنی چادر میں کفنایا تاکہ آتشِ دوزخ سے محفوظ رہے اور آپ ﷺ اس کی لحد میں لیٹ گئے تاکہ اسے راحت و آرام ملے۔ یہ روایت نظر ''بر بحق نبیک'' حیات شریف میں توسل کی دلیل ہے۔ اور نظر بر ''الانبیاء الذین من قبلی'' بعد وفات توسل کی دلیل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد آج تک یہ توسل و استغاثہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ حضرت امام الائمہ سیدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا حال یوں عرض کر رہے ہیں۔

ترجمہ: اے سید سادات! میں قصد کر کے آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کی خوشنودی کا امیدوار اور آپ ﷺ کے سبزہ زار میں پناہ گزیں ہوں۔ آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کبھی کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا۔ اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی۔ میں آپ کے جود و کرم کا امیدوار ہوں۔ آپ کے سوا خلقت میں ابو حنیفہ کا کوئی سہارا نہیں۔ (انتہیٰ)

عبد الرحمٰنؒ جزولی فرماتے ہیں کہ میری آنکھ ہر سال دکھنے لگتی۔ ایک سال مدینہ منورہ میں بھی دکھنے لگی۔ میں نے آپؐ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر دعا کی ''یا رسول اللہ! میں آپؐ کی حمائیت میں ہوں اور میری آنکھ دکھ رہی ہے۔'' پس مجھے آرام آ گیا اور آنکھ ہمیشہ کیلئے تندرست ہو گئی۔

اعرابی کا قصہ (جس کو ائمہ نے عتبی سے نقل کیا ہے) چاروں مذہب کے علماء نے مناسک میں ذکر کیا ہے اور اسے آداب زیارت میں شمار کیا ہے۔ ابن عساکر نے اسے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے مثیر الغرام الساکن الی اشرف الاماکن میں بروایت محمد بن حرب ہلالی اس طرح لکھا ہے کہ عتبی[1] نے کہا کہ میں مدینہ میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کر کے حضور کے سامنے بیٹھ گیا۔ ایک اعرابی نے آ کر زیارت کی اور یوں عرض کیا۔ ''یا خیر الرسل! اللہ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل کی جس میں یوں ارشاد فرمایا۔

[1] محمد بن عبید اللہ بن عمرو بن معاویہ بن عتبہ بن ابی سفیان صخر بن حرب (متوفی 228ھ)

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيماo

آیت 64 (نساء ع 9)

اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں آپ کے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور پیغمبران کیلئے بخشش مانگتا۔ تو اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔

''میں آپ کی خدمت میں آپ کے پروردگار سے گناہوں کی مغفرت کا طالب اور آپ کی شفاعت کا امیدوار بن کر حاضر ہوا ہوں''۔ پھر اس نے رو کر یہ اشعار پڑھے۔

يا خير من دفنت في الترب اعظم
قطاب من طيبهن القاع والاكم
نفسي الفداء لقبر انت ساكنه
فيه العفاف وفيه الجود والكرم

اے سب سے بہتر جس کا جسد میدان میں مدفون ہے پس ان کی خوشبو سے پست اور اونچی زمینیں مہک گئیں۔ میری جان اس قبر پر فدا جس میں آپ ساکن ہیں۔ اس میں پاکیزگی ہے اور اس میں جود و کرم ہے

بعد ازاں اس اعرابی نے توبہ کی اور چلا گیا۔ میں سو گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ ''تم اس شخص سے ملو اسے بشارت دو کہ اللہ نے میری شفاعت سے اس کے گناہ معاف کر دیئے'' میری آنکھ کھلی تو میں اس کی تلاش میں نکلا۔ مگر وہ نہ ملا۔

قصہ اعرابی میں جو آیت قرآن مذکور ہے۔ وہ باتفاق مفسرین مثبت توسل ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی آیت ذیل سے بھی توسل ثابت ہے۔

يايها الذين امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا في سبيله لعلكم تفلحونo (مائدہ آیت 35)

اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت میں خدا کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم ہے۔ وسیلہ سے مراد خواہ خاص شخص ہو یا عملِ صالح۔ بہر صورت توسل بہ سید الرسل ثابت ہے۔ کیونکہ اشخاص کی طرح اعمالِ صالحہ بھی مخلوق الٰہی ہیں جیسا کہ آیہ واللہ خلقکم وما تعملون (اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے عمل کو سورۃ الصٰفٰت آیت 96 سے ظاہر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اشرف الخلق و اکرم الخلق و افضل الخلق ہونے میں کلام نہیں۔ پس آپ اشرف الوسائل اقرب الوسائل الی اللہ ہیں۔لہذا آپ سے توسل بطریق اولیٰ جائز و مستحسن ہے۔

مختصر یہ کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جو نور نبوت کے فیض یاب ہوتے ہیں) سے توسل و استغاثہ مستحسن ہے اور یہی مذہب اہل سنت وجماعت کا ہے۔ ہم یہاں صرف علامہ ابن حاج مالکی (متوفی 737ھ) کا قول نقل کرتے ہیں۔ جو متشددین میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب مدخل میں زیارت قبور کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ: پھر زائر اپنی قضائے حاجات اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے ان قبر والوں یعنی ان میں سے صالحین سے توسل کرے۔ پھر اپنی ذات کے لئے اور اپنے والدین و مشائخ و اقارب و اہل مقابر کے لئے اور مسلمان مُردوں اور زندوں کے لئے اور قیامت تک ان کی اولاد کے لئے اور اپنے غائب بھائیوں کے لئے دعا کرے اور ان اہل قبور کے پاس اللہ تعالیٰ سے عاجزی وزاری سے دعا کرے اور بار بار ان کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا وسیلہ بنائے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو برگزیدہ بنایا اور بزرگ بنایا اور گرامی بنایا۔ پس جس طرح اس نے دنیا میں ان کے ذریعہ سے فائدہ پہنچایا آخرت میں اس سے زیادہ نفع پہنچائے گا۔ جو شخص کوئی حاجت چاہے اسے چاہیے کہ اُن کے پاس جائے اور ان سے توسل کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں اور شرع میں ثابت ومعلوم ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی کتنی توجہ ومہربانی ہے اور وہ کثیر ومشہور ہے اور مشرق ومغرب میں علماء واکابر قدیم سے ان کی قبروں کی زیارت کو مبارک سمجھتے رہے ہیں اور ظاہر و باطن میں اس کی برکت محسوس کرتے رہے ہیں۔ امام ابو عبداللہ بن نعمان رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب سفینۃ النجاۃ میں یوں لکھتے ہیں۔

''اصحاب بصائر واعتبار کے نزدیک یہ امر ثابت ہے کہ صالحین کی قبروں کی زیارت بغرض تبرک وحصول عبرت پسندیدہ ہے۔ کیونکہ صالحین کی برکت ان کی موت کے بعد بھی اسی طرح جاری ہے جیسا کہ ان کی زندگی میں تھی اور آئمہ دین میں سے ہمارے علمائے محققین کے نزدیک صالحین کی قبروں پر دعا کرنا اور ان سے طلب شفاعت کرنا معمول بہ ہے۔ توکلی بسیرت رسول عربی ص ۸۳

توسّل کی اقسام

توسّل بالذّات یعنی اللہ تعالیٰ سے براہ راست خود دعا کرنا:

بندہ ناموافق حالات سے پریشان ہو جاتا ہے۔ انتہائی پریشانی کی حالت میں اپنے خالق مالک کی بارگاہ اقدس میں ان مصائب اور پریشانیوں سے نجات کے لئے دعا گو ہوتا ہے کہ یا باری تعالیٰ! تیرے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں تیرے خزانے رحمتوں نعمتوں سے بھرے پڑے ہیں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ میری مشکلات آسان فرما کر مجھے پریشانیوں، محرومیوں سے نجات دے کر میری خالی جھولی اپنی ان گنت رحمتوں سے بھر دے۔

بعض پڑھے لکھے حضرات کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورۃ البقرہ آیت 186 واذا سالک عبادی عنی فانی قریب ط اُجیبُ دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی والیؤمنوا بی لعلھم یُرشُدون ۔ ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں (کنز الایمان) سے براہ راست دعا کرنا ثابت ہے تو پھر کسی دوسرے سے دعا کرانے یا مزارات پر جانے کی ضرورت نہیں۔

جواب: ایک جماعت صحابہ نے جذبہ عشق الٰہی میں سیّد عالم ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے۔ اس پر نوید قرب سے سرفراز کر کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہو وہ اُس کے دور والے سے ضرور بُعد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے مکانی کی یہ شان نہیں۔ منازل قرب میں رسائی بندے کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے۔ دعا عرضِ حاجت ہے اور اجابت یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر لبیک عبدی فرماتا ہے۔ مراد عطا فرمانا دوسری چیز ہے...... کبھی دعا کرنے والے میں صدق، واخلاص وغیرہ شرائط قبول دعا نہیں ہوتیں۔ (تو دعا قبول ہونے میں دیر ہو جاتی ہے) اسی لئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دعا کرائی جاتی ہے۔ (کنز الایمان) (مؤلف: کیونکہ عباد الرحمان میں شرائط قبولیت دعا ہمہ وقت موجود ہوتی ہیں)

شرائط قبولیت دعا:

حضورِ قلب کے ساتھ قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے دعا کرے اور اگر دعا قبول نہ ہو تو شکایت نہ کرے۔ کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ ترمذی کی حدیث شریف میں ہے کہ نماز کے بعد حمد و ثنا اور درود شریف پڑھے پھر دعا کرے۔ (بالعموم ہم میں حضور قلب خشوع خضوع کا فقدان ہوتا ہے۔ اس لئے ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔ عوام الناس کو بزرگوں کے پاس جا کر دعا کرانی چاہیے یا بزرگوں کے مزارات پر جا کر اس بزرگ کے توسل سے دعا کرے۔ یہ آسان اور بہتر طریقہ ہے۔ جو شرائط قبول دعا سے واقف ہے اور رزقِ حلال کھاتا ہے متقی پرہیز گار ہے بیشک براہِ راست دعا کرے)۔

توسّل بالدعا:

کوئی مصیبت زدہ انسان اللہ تعالیٰ کے کسی برگزیدہ محبوب مقبول بندے کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی حاجت براری کے لئے دعا کرائے کہ یا حضرت! حالات ناسازگار ہیں پریشانیوں نے شش جہات سے گھیرا ہوا ہے۔ آپ مقبول بارگاہ رب العزت اور بارگاہ رسالت ہیں۔ میرے حق میں دعا فرمائیں گے تو میری بگڑی بن جائے گی۔ (نا اہل اور نافرمان لوگوں بالخصوص حرام کھانے والے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی)۔

استمداد:

خالقِ حقیقی مالک اور معطی اللہ تعالیٰ ہے۔ اُسی کی عطا سے اور حکم سے کوئی شے ملتی ہے۔ وہ نہ دینا چاہیے تو کسی میں قدرت نہیں کہ وہ کسی کو کچھ دے سکے۔ جیسا کہ صفحہ 12 پر بیان آچکا۔ بیٹے کو ماں باپ ایک خادم کو اپنے آقا متعلم کو اپنے استاد اور رعایا کو اپنے حاکم کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جہاں اللہ تعالیٰ مالک حقیقی ہے وہاں ماں باپ آقا، استاد اور حاکم مجازی مالک ہوتے ہیں۔ مجازی مالکوں سے مانگنے سے توحید اور ایمان میں نقص نہیں آتا اور نہ ہی عقیدہ پر کوئی زد پڑتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کسی کو سبب یا وسیلہ جان کر اس سے مانگنا یعنی استمداد کرنا جائز ہے۔ مگر سبب یا وسیلہ سمجھنے کی بجائے اسے خود حقیقی معطی اور معبود سمجھنا اور ایسا سمجھ کر کچھ مانگنا شرک ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے براہ راست سوال کرنا کہ یارسول اللہ! آپ

ﷺ خدا کی عطا سے خزانوں کے مالک ہیں۔ نعمتوں کے قاسم ہیں۔ اپنے والدین شریفین، عم شریفین، نواسوں لختِ جگر کا صدقہ اس مفلس بے یار و مددگار کی خالی جھولی مرادوں سے بھر دیجئے۔ آپ ﷺ کے دربار گہربار سے کوئی سائل خالی نہیں گیا۔ اس طرح سے مانگنے کو استمداد یا استعانت کہتے ہیں۔

گدائے آمد اے سلطان بامیدِ کرم نالاں
تہی داماں مگر دانم آغثنی یارسول اللہ ﷺ

ترجمہ: یارسول اللہ! آپ کا گدا پُر امید ہو کر گریہ کناں ہے کہ آپ میری خالی جھولی بھر دیں گے۔

توسّل بالحسنات:

گناہ کے برعکس اعمال صالح اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اعمال صالح بھی مخلوق الٰہی ہیں۔ جیسا کہ آیت 96 الصّٰفّٰت میں ہے۔ واللہ خلقکم وما تعملون۔ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے اعمال کو۔ اگر کوئی اس طرح دعا کرے یا اللہ! میرے اعمال میں سے جو عمل تجھے پسند ہے تو اس عمل کے وسیلہ اور برکت سے میرے رنج و الم اور مصیبتیں دور کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور اپنے فرمانبردار بندہ کی مراد پوری کر دیتا ہے۔ وہی اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے کئے جائیں۔ ذاتی ناموری اور ریاکاری کے لئے نہ ہوں ان میں اخلاص ہو نیک اعمال آخرت کی پونجی ہیں ایک عام مشہور واقعہ درج ذیل ہے۔

بنی اسرائیل کے نیکوکار:

حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بنی اسرائیل کے تین نیکوکار جنگل سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے زبردست بارش سے بچاؤ کے لئے ایک غار میں پناہ لی۔ اچانک ایک وزنی پتھر اس غار کے دہانہ پر گر گیا۔ یہ لوگ اس غار میں محبوس ہو کر رہ گئے کیونکہ تینوں مل کر بھی اس وزنی پتھر کو غار کے منھ سے ہٹا نہ سکتے تھے۔ وہ نیکوکار تھے اس مصیبت سے نجات کے لئے انہوں نے اپنے اپنے نیک عمل کو وسیلہ بنایا اور اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں پیش کیا۔ ایک نے کہا کہ میرے والدین ضعیف تھے۔ محنت مزدوری کرنے کے بعد جب میں گھر آتا تو دودھ دوہتا۔ سب سے پہلے ماں باپ کو پلاتا۔ پھر اہل وعیال کی طرف متوجہ ہوتا۔ ایک مرتبہ میں دیر سے لوٹا۔ ماں باپ گہری نیند سو رہے تھے۔ میں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لئے ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا کہ جونہی ماں باپ بیدار ہوں ان کو دودھ پیش کروں۔ ننھے منھے بچے بھوک کے باعث دودھ طلب کرتے رہے مگر میں نے اپنا اصول نہ توڑا۔ آخر اسی انتظار میں صبح ہو گئی۔ اس نے بارگاہ اقدس میں عرض کیا کہ اے اللہ! اگر یہ عمل محض تیری رضا کے لئے تھا تو دہانے سے پتھر ہٹا دے چنانچہ پتھر تھوڑا سا دہانہ سے ہٹ گیا۔ پھر دوسرے نے بیان کیا مجھے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ جذباتی وابستگی تھی مگر وہ پاکباز میرے ارادہ کو پورا نہ کرتی۔ ایک دن میں نے اُسے تنہا پایا۔ بُرے ارادہ سے اُسے پکڑ لیا۔ اس نے کہا خدا سے ڈر مجھے رسوا نہ کر۔ میں نے خوفِ خدا کے باعث اُسے چھوڑ دیا اور شیطانی عمل سے باز رہا۔ پھر اس نے دعا کی اے اللہ! اگر یہ عمل محض تیری رضا کے لئے تھا تو اس کی برکت سے ہمارا راستہ کھول دے۔ چنانچہ وہ پتھر کچھ سرک گیا مگر ابھی باہر نکلنے کا راستہ نہ ہوا۔ پھر تیسرے نے اپنی کہانی سنائی کہ میں نے ایک مرتبہ چند مزدور کام پر لگائے۔ انہوں نے اپنا کام مکمل کر لیا تو میں نے ان کو مزدوری ادا کر دی۔ ایک مزدور خدا جانے کیوں مزدوری لئے بغیر چلا گیا۔ اس کی مزدوری کی اجرت چاولوں کا ایک ٹوپہ تھی۔ میں نے وہ چاول بو دیئے۔ فصل پک گئی تو اس کی قیمت فروخت سے میں نے ایک بکری خرید لی۔ اللہ تعالیٰ کی برکت سے بکریاں تیزی سے بڑھنے لگیں کہ ایک ریوڑ بن گیا۔ ان کی حفاظت کے لئے جنگل میں جگہ بنائی اور ایک چرواہا اجرت پر رکھنا پڑا۔ ایک دن وہی مزدور آ گیا اور اپنی مزدوری کا مطالبہ کیا۔ میں نے کہا جنگل میں فلاں جگہ چلا جا۔ وہ سب مال تمہارا ہے۔ وہ گیا اور واپس آ گیا کہ ایک مزدور کے ساتھ مذاق کرتے ہو خدا کا خوف کر۔ میں نے اسے سنجیدگی سے بتایا کہ یہ ریوڑ تمہارا ہی ہے اور وہ سارا ریوڑ لے کر چلا گیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس نیک عمل کی برکت سے ہماری مدد فرما اور غار کے دہانہ پہ پتھر ہٹا دے کہ ہم باہر نکل سکیں۔ جونہی میں نے دعا ختم کی وہ پتھر غار کے مونھ

سے مکمل طور پر ہٹ گیا اور تینوں شخص غار سے باہر نکل آئے اور منزل مقصود کی طرف چل دیئے۔ (بخاری شریف)

پس معلوم ہوا کہ اعمال حسنہ ایک مؤثر اور قوی وسیلہ ہیں۔

بزرگوں کے تبرکات کا توسّل:

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے ساتھ نسبت رکھنے والی اشیاء قابل تعظیم وتکریم ہو جاتی ہیں۔ اس نسبت کی بدولت ان میں فیض رسانی کی ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو اس بندہ محبوب کی وفات کے بعد بھی دائمی اثر رکھتی ہیں اور وقت گزرنے کے باوجود کمی نہیں آتی۔

صفا اور مروہ:

حضرت ہاجرہ کی ان پہاڑیوں پر سعی سے پہلے یہ محض دو۲ پہاڑیاں تھیں مگر جب حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں ان پہاڑیوں پر چڑھیں اور اُتریں تو اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا پسند آئی تو نہ صرف قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو ایسا کرنے کا حکم فرمایا بلکہ ان پہاڑیوں کو "شعائر اللہ" ہونے کا مقام حاصل ہو گیا کہ ان پہاڑیوں نے اللہ کی ایک نیک بندی کے قدم مبارک چومے تھے۔ اِنَّ الصَّفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ البقرۃ آیت 158

مقام ابراہیم:

اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر شروع کی۔ جب دیوار کعبہ اونچی ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نیچے ایک پتھر رکھ دیا تا کہ اس پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر جاری رکھیں۔ دیوار جتنی بلند ہوتی یہ پتھر اتنا ہی اونچا ہو کر برابر ہوا میں معلق رہتا تا کہ اللہ کے خلیل تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں زیادہ مشقت نہ اٹھائیں۔ اس پتھر کو مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ یہ ایک پتھر تھا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک[1] لگ جانے سے یہ

---

[1] سیرت پاک کی کتب مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم مبارک کے نشان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قدوم مبارک کے نشان سے مطابقت رکھتے ہیں۔

اتنا قابل احترام ہو گیا کہ سورۃ آل عمران آیت 97 میں ہے "خدا کے گھر میں جو کھلی نشانیاں موجود ہیں ان میں سے ایک مقام ابراہیم ہے"۔ پھر فرمایا "اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ۔ سورۃ البقرہ آیت 125۔ اہلِ ایمان کو اس مقام پر نوافل پڑھنے کا حکم ہے۔

تابوت سکینہ:

جب حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوا تو بنی اسرائیل نے ان بزرگ ہستیوں کے تبرکات ایک صندوق میں محفوظ کر دیئے۔ ان تبرکات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک کپڑے اور نعلین شریفین تھیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ مبارک تھا۔ ان کے علاوہ توراۃ کی الواح کے ٹکڑے[1] تھے۔ (سورۃ البقرۃ آیت 278)

بنی اسرائیل مصیبت یا دشمن سے جنگ کے وقت ان تبرکات کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تو دعا قبول ہو جاتی۔ ایک زبردست قوم عمالقہ نے یہ تابوت سکینہ بنی اسرائیل سے چھین لیا تو یہ پریشان رہنے لگے۔ جب طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا گیا تو بنی اسرائیل نے اس نامزدگی پر اعتراض کیا۔ ان کے نبی حضرت شمعون نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے اس کی علامت یہ ہے کہ تابوت سکینہ تمہیں واپس مل جائے گا اور فرشتے اسے تمہارے پاس لائینگے ۔ وہ ایک میدان میں جمع ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہی صندوق نمودار ہوا جسے اٹھانے ، لانے والے نظر نہ آ رہے تھے۔ صندوق پا کر بنی اسرائیل کی ڈھارس بندھ گئی۔ قرآن حکیم میں سورۃ البقرۃ آیت 218 میں یہ ذکر آیا ہے۔

ناقۃ اللہ کی برکت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ منورہ سے تبوک جاتے ہوئے قوم ثمود کے علاقہ حجر میں اترے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ یہاں کے کنوؤں کا پانی نہ لینا اور نہ پینا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے پانی لیا ہے اور آٹا گوندھا

---

[1] الواح کا ذکر سورۃ اعراف آیت 150 میں آیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور سے اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کے بعد واپس تشریف فرما ہوئے اور بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی میں پایا تو غضبناک ہوئے توراۃ کی تختیاں سر پر اٹھا رکھی تھیں۔ زمین پر رکھتے وقت سات میں سے ایک ٹوٹ گئی۔ ساتویں لوح کے ٹکڑے تابوت سکینہ میں رکھ دیئے گئے۔

ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پانی گرا دو اور آٹا اونٹوں کو کھلا دو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اُس کنویں سے پانی پئیں جس سے ناقۃ اللہ پانی پیا کرتی تھی۔ (مسلم ص 411)

معلوم ہوا کہ ناقۃ اللہ کی برکت سے وہ کنواں جس سے (اونٹنی) پانی پیا کرتی تھی مقدس ہو گیا اور صدیاں گزرنے کے باوجود اس کنوئیں کے پانی کی برکت میں کمی نہیں آئی۔ اس اونٹنی کا ذکر سورۃ ہود آیت 64 میں ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ کی تعظیم اور توسل:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُونی جبہ کسروانی تھا۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا اور آپ ﷺ کا وصال اسی مبارک کمبل میں ہوا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد یہ کمبل حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ صدیق نے لے لیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ یہ جبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ ہم اسے دھو کر بغرض شفاء پانی بیماروں کو پلاتے تھے۔

حضرت محمدؓ بن جابر کے دادا سیار بن طلق یمامی وفد بنو حنیفہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اپنی قمیض مبارک کا ایک ٹکڑا عنایت فرمائیں تا کہ میں اس سے برکت حاصل کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے اپنی قمیض مبارک کا ایک ٹکڑہ عطا فرمایا۔ محمدؒ بن جابر کا بیان ہے کہ ہم اسے دھو کر بغرض شفاء مریضوں کو پلایا کرتے تھے۔

حضرت ولیدؓ بن ولید بن مغیرہ قرشی مخزومی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے ایسے کپڑہ میں کفنانا جو آپ ﷺ کے جسد اطہر پر رہا ہو چنانچہ اُسے آپ ﷺ کی قمیض مبارک میں کفنایا گیا۔ (سیرت رسول عربی از نور بخش توکلی ص ۴۸۲)

حضرت سہلؓ بن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور آپ ﷺ کی خدمت میں ایک چادر جو اس عورت نے خود اپنے ہاتھ

سے بنی تھی۔ آپ ﷺ کے پہننے کے لئے پیش کی۔۔ آپ ﷺ نے قبول فرمالی۔ آپ ﷺ
یہ چادر بطور تہبند پہن کر ہماری طرف تشریف لائے صحابہ کرامؓ میں سے ایک نے یہ چادر دیکھ
کر کہا کیا اچھی چادر ہے یہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ کچھ دیر بعد آپ ﷺ
مجلس سے اُٹھ گئے اور پھر واپس تشریف لائے اور وہ چادر لپیٹ کر اس سائل صحابی کے پاس
بھیج دی۔ صحابہ کرامؓ نے اُسے کہا تم نے اچھا نہیں کیا۔ اُس صحابی نے کہا کہ میں نے اس
لئے سوال کیا تھا کہ میرے فوت ہونے پر یہ چادر میرا کفن بنے چنانچہ یہ چادر اس سائل کا
کفن بنی۔ (صحیح بخاری کتاب للباس باب ابرود دالحبرۃ والشملۃ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات میں سے ایک چارپائی چمڑے کا تکیہ
(جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی تھی) ایک جوڑا موزہ، لحاف، چکی اور ایک ترکش (جس
میں چند تیر تھے) حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھے آپ دِن میں ایک بار ان تبرکات کی
زیارت ضرور کیا کرتے تھے۔ لحاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پسینہ مبارک کا اثر
تھا۔ ایک شخص کو ایسی سخت بیماری لاحق تھی جس سے شفا نہ ہوتی تھی۔ حضرت عمر بن
عبدالعزیز کی اجازت سے اُس اثاثہ سے کچھ دھو کر مریض کی ناک میں ٹپکا دیا گیا وہ چنگا بھلا
ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ۔ جز ثانی صہ ۶۰۲)

حضرت عبداللہؓ بن حازم کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا۔ جسے وہ جمعۃ المبارک اور
عیدین میں پہنا کرتے۔ لڑائی میں جب فتح پاتے تو یہ عمامہ بطور تبرک پہنتے اور فرماتے یہ
عمامہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔

حضرت کعبؓ بن زہیر نے ایمان لانے کے بعد قصیدہ بانت سعاد پڑھا تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر اُڑھائی دی۔ حضرت کعبؓ کی وفات کے بعد یہ چادر
حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت کعب کے وارثوں سے بیس ہزار درہم میں خرید لی۔ یہ چادر
سلاطین کے پاس رہی۔ (سیرت رسول عربی از محمد نور بخش توکلی صہ ۴۸۶)

جنگ اُحد میں حضرت عبداللہؓ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے انہیں کھجور کی ایک ٹہنی عطا فرمائی وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ اس تلوار کو

عرجون کہتے تھے۔ یہ ان کے خاندان میں بطور تبرک رہی۔ یہ تلوار معتصم باللہ ابراہیم بن
ہارون رشید کے امیروں میں سے ایک نے 200 دینار دے کر خرید لی۔ (زرقانی علی المواہب جز ثانی صہ ۴۳)

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے کا نام عبداللہؓ تھا۔ یہ باپ کے
برعکس سچے پکے مسلمان تھے۔ عبداللہ بن ابی جب مر گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان
کے گھر تشریف لے گئے۔ عبداللہؓ نے عرض کی آقا جو قمیض آپ ﷺ کے جسم کے ساتھ لگا ہوا
ہے وہ میرے باپ کو دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخلص اور وفا شعار صحابی کی
خاطر اپنی قمیض مبارک عطا فرما دی اور اس کی درخواست رد نہ کی۔ اس منافق نے اپنا کرتہ
حضرت عباسؓ کو جنگ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس احسان کا
بدلہ بھی چکا دیا۔

پیالہ مبارک:

ایک روز حضرت خداشؓ بن ابی خداش مکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک
پیالہ میں کھانا کھاتے دیکھا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے وہ پیالہ بطور تبرک لے لیا۔ حضرت
عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی حضرت خداشؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو ان سے
وہی پیالہ طلب فرماتے۔ اس پیالہ میں آب زمزم بھر کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھینٹے مارتے۔

حضرت اسماءؓ بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ ہم نے بعض ازواجِ مطہرات کو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بطور عروس بھیجا۔ جب ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو
آپ ﷺ نے ایک بڑا پیالہ دودھ سے بھرا ہوا نکالا۔ اس میں سے پی کر اپنی بیوی کو دیا وہ
بولیں مجھے اشتہا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جھوٹ اور اشتہا کو جمع نہ کر۔ پھر
مجھے عنائیت فرمایا۔ میں اس پیالے کو اپنے ہونٹوں پر پھیرانے لگی۔ حالانکہ میں دودھ پی نہ
رہی تھی محض اس غرض سے پھیراتی تھی کہ میرے ہونٹ اس جگہ سے لگ جائیں جہاں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک لگے ہیں۔

حضرت عاصم احول روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے

پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ دیکھا جو بہت عمدہ لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ وہ ٹوٹ گیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے چاندی کے تار سے جوڑا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار ہا دفعہ پانی پلایا ہے۔ بقول ابن سیرین اس میں لوہے کا ایک حلقہ تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ اس کی بجائے سونے یا چاندی کا حلقہ بنائیں مگر ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہو اُسے تبدیل نہ کرنا چاہیے چنانچہ اُسے ایسے ہی رہنے دیا گیا۔ یہ پیالہ حضرت نضرؓ بن انسؓ کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم کو خریدا گیا۔

امام بخاریؒ سے روایت ہے کہ میں نے یہ پیالہ بصرہ میں دیکھا اور اس میں پانی پیا۔ حضرت عاصم اس پیالہ کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالہ میں پانی پیا ہے۔ (سیرت رسولِ عربی از توکلی ص۴۸۳)

ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے اصحاب سقیفہ بنی ساعدہ میں رونق افروز تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہلؓ بن سعد سے فرمایا کہ ہمیں پانی پلاؤ چنانچہ حضرت سہلؓ نے ایک پیالہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ ﷺ کے اصحاب کو پانی پلایا۔ حضرت ابوحازمؓ کا بیان ہے کہ حضرت سہل نے وہی پیالہ ہمارے لئے نکالا اور ہم نے اس میں پانی پیا۔ یہ پیالہ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سہل سے مانگ کر لے لیا۔

امام ابن مامون کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا ہم اس میں بغرض شفاء بیماروں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ (شفاء شریف)

عصا مبارک:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ بن انیس کو عرفہ میں خالد بن سفیان بن نبیح ہذلی کو قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہؓ اُسے قتل کر کے اُس کا سر لے کر واپس آرہے تھے۔ دشمن کے تعاقب سے بچنے کے لئے ایک غار میں چھپ گئے۔ غار کے

منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ دشمن نا امید ہو کر واپس چلے گئے۔ حضرت عبداللہؓ غار سے نکل کر اٹھارہ دن کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور خالد بن سفیان کے سر کو آپ ﷺ کے سامنے رکھ کر قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ کے دست مبارک میں عصا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ کو عطا فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا "بہشت میں اس پر ٹیک لگانا"۔ چنانچہ وہ عصا حضرت عبداللہ کی وصیت کے مطابق ان کے کفن میں رکھ دیا گیا اور انہیں دفن کر دیا گیا۔ (توکلی ص۴۸۳)

نعلین شریفین:

حضرت عیسیٰ بن طہمان کا بیان ہے کہ حضرت انسؓ بن مالک نے ہمیں دو پرانے نعلین مبارک نکال کر دکھائے جن میں سے ہر ایک میں بندش کے دو دو تسمے تھے۔ اس کے بعد حضرت ثابت بنانی نے بروایت حضرت انسؓ مجھ سے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین ہیں۔

کرتہ مبارک:

حضرت سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؓ کا وصال ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجہیز و تکفین کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا۔ غسل کے بعد جب انہیں کفن پہنانے کا وقت آیا۔ تو آپ ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک اُتار کر حضرت علیؓ کو عطا فرمایا اور حکم فرمایا کہ یہ کرتہ پہنا کر اوپر کفن لپیٹ دیا جائے۔

تہہ بند شریف:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ نے غسل دینے والی عورتوں کو حکم دیا کہ غسل سے فارغ ہو کر اطلاع دیں چنانچہ خواتین نے غسل کے کام سے فارغ ہو کر آپ ﷺ کو اطلاع دی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا تہہ بند مبارک عطا فرمایا کہ اس میں صاحبزادیؓ کو لپیٹ دیں۔

موئے مبارک:

حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت عبیدہؓ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک ہیں۔ جو ہمیں حضرت انسؓ سے ملے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبیدہؓ نے کہا کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک کا ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک کے بال منڈواتے تو حضرت ابوطلحہؓ انصاری سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک لیتے۔

ام المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ سرخ رنگ کے موئے مبارک تھے جو ایک ڈبیہ بشکل جلجل میں رکھے ہوئے تھے۔ لوگ ان بالوں سے نظر بد اور دیگر بیماریوں کا علاج کیا کرتے تھے۔ کبھی ان بالوں کو پانی کے پیالہ میں رکھتے پھر یہ پانی پی لیتے کبھی جلجل کو پانی کے مٹکہ میں رکھ دیتے پھر اس پانی میں بیٹھ جاتے۔

حضرت خالدؓ بن ولید قرشی مخزومی کی ٹوپی جنگ یرموک میں گم ہو گئی۔ انہوں نے حکم دیا تلاش کرو، تلاش کرتے کرتے آخر وہ مل گئی۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا فرمایا۔ جب آپ نے سر مبارک منڈوایا تو لوگ آپ کے موئے مبارک لینے کے لئے دوڑے۔ میں نے آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کے بال حاصل کر کے اس ٹوپی میں رکھ لئے جس لڑائی میں یہ ٹوپی میرے پاس رہتی مجھے فتح حاصل ہوتی۔ شفا شریف میں اس طرح ہے کہ حضرت خالدؓ بن ولید کی ٹوپی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک تھے۔ وہ ٹوپی کسی غزوہ میں گر گئی۔ حضرت خالدؓ نے یہ ٹوپی حاصل کرنے کے لئے مڑ کر حملہ کیا۔

صحابہ کرامؓ نے ان پر اعتراض کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں کیا بلکہ موئے مبارک کے لئے کیا تھا جو اس ٹوپی میں تھے کہ مبادا ان کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ موئے مبارک کافروں کے ہاتھ لگ جائیں۔ (شفاء شریف)

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز امیر المومنین کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال اور ناخن مبارک منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (سیرت رسول عربی از توکلی ص ۲۷۸)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''دار الثمین فی مبشرات النبی الامین'' کی پندرھویں حدیث کے ضمن میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کا یوں ذکر فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا حال دریافت فرمایا اور صحت و تندرستی کی بشارت فرمائی اور مجھ سے وضو کے لئے پانی طلب کیا۔ وضو کے بعد ریش مبارک میں کنگھی فرمائی اور کنگھی سے نکلے ہوئے دو۲ بال مجھے عطا فرمائے۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو بالکل تندرست تھا اور وہ دونوں موئے مبارک میرے ہاتھ میں موجود تھے۔ چنانچہ والد بزرگوار نے ایک مجھے مرحمت فرمایا جو اب تک میرے پاس موجود ہے۔

''یہاں ایک معرکتہ الآراء مسئلہ بھی حل ہو گیا وہ یہ کہ خواب میں فقط خالی خولی صورتیں نظر آتی ہیں جو جسم نہیں رکھتیں کیونکہ خیال کا خزانہ دماغ کا ایک حصہ ہے جس میں اجسام کی گنجائش کہاں مگر یہاں جو موئے مبارک عطا ہوئے وہ مجسم تھے اور ریش مبارک کے تھے جس سے ثابت ہوا کہ ریش مبارک بھی خیالی نہ تھی بلکہ مجسم تھی۔ ریش مبارک کا حسی تعلق خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے تھا جس سے ظاہر ہو گیا کہ اس وقت آپ ﷺ کی صورت محض خیالی نہ تھی بلکہ جسم اقدس کے ساتھ آپ ﷺ وہاں تشریف لائے تھے گو دوسروں نے نہیں دیکھا جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں بذات خود تشریف لاتے تھے اور سوائے آپ ﷺ کے ان کو کوئی اور نہ دیکھتا تھا۔ اگر آپ ﷺ کا بہ نفسِ نفیس وہاں تشریف فرما ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو حضرت شاہ صاحبؒ اور ان کے والد ماجد کی تکذیب ہوتی ہے اور یہ تکذیب کرنے کے لئے ہم تیار نہیں کیونکہ دنیا ان کے علم و فضل اور تقدس کو مانتی ہے اور آخر ان کو جھوٹ کہنے کی ضرورت بھی کیا تھی''۔ (ملخص از سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصال مصنفہ محمد عبدالمجید صدیقی)۔

ان موئے مبارک کے خواص میں صرف تین کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) بہ آپس میں جڑے رہتے تھے جوں ہی درود شریف پڑھا جاتا یہ دونوں الگ الگ سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور درود شریف ختم ہوتے ہی پھر اصلی حالت اختیار کر لیتے تھے۔

(۲) ایک مرتبہ تین منکرین نے امتحان چاہا اور ان موئے مبارک کو دھوپ میں لے گئے۔ غیب سے فوراً بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا جس نے ان موئے مبارک پر سایہ کر لیا حالانکہ اس وقت چلچلاتی دھوپ پڑ رہی تھی۔ ان میں سے ایک تائب ہو گیا۔ جب دوسری اور تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا تو باقی دو بھی تائب ہو گئے۔

(۳) ایک مرتبہ کئی لوگ زیارت کے لئے جمع ہو گئے۔ شاہ صاحب نے ہر چند کوشش کی مگر تالا نہ کھلا۔ اس پر شاہ صاحب نے مراقبہ کیا تو پتہ چلا کہ ان میں ایک شخص جنبی[1] ہے۔ **جناب** شاہ صاحب نے عیب پوشی کرتے ہوئے سب کو تجدید طہارت کا حکم دیا جنبی کے دل میں چور تھا جوں ہی وہ مجمع میں سے نکل گیا فوراً قفل کھل گیا اور سب نے موئے مبارک کی زیارت کی۔

وضو کا پانی:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے تو وضو کے پانی کے لئے حاضرین میں لڑائی تک نوبت پہنچنے لگتی۔ حضرت جحیفہؓ (ذہب بن عبداللہ سوائی) کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ چرمی سرخ قبہ میں تشریف فرما تھے میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی لیا اور لوگ اس پانی کو لینے کے لئے دوڑ رہے تھے۔ جس کو اس میں سے کچھ مل جاتا وہ اسے اپنے ہاتھوں پر ملتا اور جس کو کچھ نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھ کی تری لے کر مل لیتا۔

حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما ہوئے اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ سے پانی نوش فرمایا۔ میں نے کھڑے ہو کر

[1]: جنبی - غسل فرض تھا مگر نہ کیا۔

مشکیزے کا مونھ ہی کاٹ کر رکھ لیا کہ اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک لگے تھے۔ اللہ اکبر

حضرت طلق بن علی یمامی کا بیان ہے کہ ہم اپنے وطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے نکلے۔ حاضر خدمت ہو کر آپ ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہم نے عرض کیا کہ ہمارے وطن میں ہمارا ایک گرجا ہے پھر ہم نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ اپنے وضو کا بچا ہوا پانی عنایت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور وضو کر کے بقیہ پانی کی ایک کلی ہمارے لئے چھاگل میں ڈال دی روانگی کی اجازت دے کر فرمایا کہ جب تم اپنے وطن میں پہنچ جاؤ تو اپنے گرجا کو توڑ ڈالو اور اس کی جگہ پر اس پانی کو چھڑک دو اور گرجا کی جگہ مسجد بنا لو۔ ہم نے عرض کی، کہ ہمارا شہر مدینہ منورہ سے دور ہے گرمی سخت ہے یہ پانی خشک ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ڈال لینا اس کی پاکیزگی (برکت) میں کمی نہیں آئے گی۔

(مشکوٰۃ بحوالہ نسائی) (اسلام میں وسیلہ کا تصور)

آپ ﷺ کا پسینہ مبارک:

حضور نبی کریم ﷺ ام سلیم کے گھر میں آکر بستر پر قیلولہ فرمایا کرتے۔ ایک روز آپ ﷺ حسب معمول ان کے گھر سوئے ہوئے تھے آپ ﷺ کا پسینہ مبارک ایک چمڑے کے ٹکڑے پر پڑا۔ انہوں نے اپنے ڈبے میں سے ایک شیشی نکالی اور پسینہ مبارک کو اس میں نچوڑنے لگیں۔ حضور ﷺ کی آنکھ کھلی تو پوچھا کہ ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو؟ ام سلیم نے عرض کی کہ ہم اپنے بچوں کے لئے آپ ﷺ کے پسینے کی برکت کے امیدوار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ (صحیح مسلم۔ باب طیب عرقہ ﷺ والتبرک بہ) اس روائت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور اقدس ﷺ کے پسینہ مبارک کو بچوں کے چہرے اور بدن پر مل دیا کرتے تھے جس سے وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہا کرتے تھے۔ سبحان اللہ۔

(سیرت رسول عربی از نوکلی ص۶۷)

(اسلام میں وسیلہ کا تصور از علامہ محمد معراج الاسلام لاہور ص ۳۴۲)

حضور نبی کریم ﷺ کے توسّل سے مشکلات کا حل:

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں اپنا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ کئی سال مجھے ایک بیماری لاحق رہی جس کے علاج سے اطبا عاجز آ گئے میں نے ۲۸ جمادی الاولیٰ ۸۹۳ھ کی رات میں مکہ مشرفہ میں نبی ﷺ سے استغاثہ کیا۔ خواب میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے پاس ایک کاغذ ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ اذن شریف نبوی کے بعد حضرت شریفہ سے یہ احمد بن قسطلانی کی دوا ہے۔ جب میری آنکھ کھلی تو واللہ میں نے اس بیماری کا کوئی نشان نہ پایا اور نبی ﷺ کی برکت سے شفاء حاصل ہوگئی۔

علامہ قسطلانی اپنا دوسرا واقعہ یوں ذکر کرتے ہیں کہ ۸۸۵ھ میں زیارت شریف نبوی کے بعد میں مصر کو آ رہا تھا کہ مکہ کے راستے میں ہماری خادمہ غزال حبشہ پر کئی روز آسیب کا اثر رہا۔ میں نے اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے استغاثہ کیا خواب میں ایک شخص نظر آیا جس کے ساتھ ایک جن تھا۔ اس نے کہا اس جن کو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میں نے اس جن کو ملامت کی اور اس سے حلف لیا کہ آئندہ اس خادمہ کے پاس نہ آئے گا۔ میری آنکھ کھلی تو خادمہ پر آسیب کا کچھ اثر نہ تھا گویا اس کو قید سے رہا کر دیا گیا ہے۔ وہ عافیت میں رہی۔ یہاں تک کہ میں نے ۸۹۴ھ میں اس کو علیحدہ کر دیا۔

علامہ یوسف نبہانی نقل فرماتے ہیں کہ کثیر بن محمد رفاعہ نے بیان کیا کہ ایک شخص عبدالملک بن سعید بن خیار بن جبیر کے پاس آیا۔ اس نے اس شخص کا پیٹ ٹٹولا اور کہا کہ تجھے لا علاج بیماری ہے۔ اس نے پوچھا کیا بیماری ہے؟ ابن جبیر نے کہا کہ دبیلہ۔[1] یہ سن کر وہ لوٹ آیا۔ اور اس نے تین باریوں دعا مانگی۔

[1] پیٹ کی ایک بیماری کا نام ہے

اللّٰہ اللّٰہ ربی لا اشرک به شیئا اللّٰهم انی اتوجه الیک بنبیک محمد صلی اللّٰه علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربک و ربی ان یرحمنی مما بی رحمة یغنینی بها عن رحمة من سواہ.

اللہ اللہ اللہ میرا پروردگار ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد ﷺ نبی رحمت کے وسیلے سے پیش ہوتا ہوں۔ یا محمدؐ! میں آپؐ کے اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپؐ کے وسیلے سے پیش ہوتا ہوں کہ وہ اس بیماری میں مجھ پر ایسی رحمت کرے جو کسی غیر کی رحمت سے مجھے بے نیاز کر دے۔

اس دعا کے بعد وہ پھر ابن جبیر کے پاس گیا۔ اس نے اس کا پیٹ ٹٹولا تو کہا کہ تو تندرست ہوگیا ہے۔ تجھے کوئی بیماری نہیں۔[1] (سیرت رسول عربی ص ۸۴۵)

ابو عبداللہ سالم معروف بہ خوابہ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دریائے نیل کے ایک جزیرہ میں ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مگرمچھ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا۔ ناگاہ ایک شخص نے (جو میرے ذہن میں آیا کہ وہ نبی ﷺ ہیں) مجھ سے فرمایا کہ جب تو کسی سختی میں ہو تو یوں پکارا کر:

اَنَا مُسۡتَجِیرٌ بِکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہ ﷺ — یارسول اللہ! میں آپ کی پناہ کا طلبگار ہوں

اتفاق سے ان ہی ایام میں ایک نابینا نے نبی ﷺ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ میں نے اُس سے اپنا خواب بیان کر دیا اور کہہ دیا کہ جب تو کسی سختی میں مبتلا ہو تو یوں پکارا کر "اَنَا مُسۡتَجِیرٌ بِکَ یَا رسول اللہ"۔ وہ روانہ ہو کر رابغ میں پہنچا۔ وہاں پانی کی قلت تھی۔ اس کا خدمتگار پانی کی تلاش میں نکلا۔ راوی کا قول ہے کہ اس نابینا نے مجھ سے ذکر کیا کہ میرے ہاتھ میں مشک خالی رہ گئی۔ میں پانی کی تلاش سے تنگ آ گیا۔ اسی اثنا میں مجھے تمہارا قول یاد آ گیا۔ میں نے کہا۔ انا مستجیر بک یا رسول اللہ۔ اسی حال میں ناگاہ ایک شخص کی آواز میرے کان میں پڑی کہ تو اپنی مشک بھر لے۔ میں نے

[1] حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سیّد المرسلین ص ۷۹۰

مشک میں پانی کے گرنے کی آواز سنی یہاں تک کہ وہ بھر گئی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں سے آ گیا۔[1]

ابوالحسن علی بن مصطفےٰ عسقلانی ذکر کرتے ہیں کہ ہم بحر عیذاب میں کشتی میں جدّہ کو روانہ ہوئے۔ سمندر میں طغیانی آ گئی۔ ہم نے اپنا اسباب سمندر میں پھینک دیا۔ جب ہم ڈوبنے لگے تو نبی ﷺ سے استغاثہ کرنے لگے اور یوں پکارنے لگے۔ یا محمداہ یا محمداہ ہمارے ساتھ مغرب کا ایک نیک دل شخص تھا۔ وہ بولا۔ حاجیو! گھبراؤ مت۔ تم بچ جاؤ گے۔ کیونکہ ابھی میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ میں نے حضور سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کی اُمت آپ سے استغاثہ کر رہی ہے۔ حضور نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مدد کرو۔ مغربی کا قول ہے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ حضرتؓ صدیق اکبر سمندر میں گھس گئے۔ انہوں نے کشتی کے پتوار پر اپنا ہاتھ ڈالا اور کھینچتے رہے یہاں تک کہ خشکی سے جا لگے۔ چنانچہ ہم صحیح و سالم رہے۔ اور اس کے بعد بجز خیر ہم نے کچھ نہ دیکھا۔ اور صحیح و سالم خشکی پر پہنچ گئے۔[2]

علامہ نبہانی شواہد الحق میں کتاب الاشارات الیٰ معرفۃ الزیارات سے نقل کرتے ہیں کہ اس کے مصنف شیخ ابوالحسن علی ابن ابی بکر الساجی الہروی (متوفی بجلب ۲۱۱ھ) کہتے ہیں کہ جزیرہ میں ایک شہر "تونہ" ہے وہاں مشہد نبی ﷺ اور مشہد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں۔ میں نے جزیرہ والوں سے ان مشاہد کی نسبت دریافت کیا کہ کیا یہ نبی ﷺ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر بنائے گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ قصہ تفصیل طلب ہے۔ پھر ایک خوبصورت شیخ کو بلا کر بتلایا کہ یہ شخص جذام میں مبتلا ہو گیا تھا۔ لوگوں نے اسکی بیماری سے ڈر کر اسے جزیرہ کے ایک طرف نکال دیا تھا۔ ایک رات اس نے ایسا غل مچایا کہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور اسے تندرست کھڑا دیکھا۔ جب اس کا حال دریافت کیا گیا تو اس نے بیان کیا کہ اس جگہ میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ "یہاں مسجد بنواؤ۔" میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں بیمار ہوں۔ لوگ

---

1. حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۷۸۶
2. حجۃ اللہ علی العالمین ص ۷۸۷۔ سیرت رسول عربی از محمد نور بخش توکلی ص ۵۸۰)

میری بات کا یقین نہ کرینگے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے علی! اس کا ہاتھ پکڑو۔ حضرت علی نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ (سیرت رسول عربی ص ۵۸۱)

امام ابن نعمان مصنف مصباح الظلام فرماتے کہ میں نے اس مسجد کو دیکھا ہے۔ ہمارے استاد حافظ ومیاطی اور دیگر شیوخ اس قصہ کا ذکر کرتے تھے۔ اور اس کو صحیح بتاتے تھے۔ یہ قصہ وہاں مشہور ہے۔ اس مسجد کو مسجد النبی کہتے ہیں۔

علامہ نبہانی اپنی کتاب سعادت الدارین میں خود اپنے استغاثہ کا قصہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ کسی ناخداترس دشمن نے میرے اوپر ایسا افتراء باندھا کہ سلطان عبدالحمید خاں نے حکم دیا کہ مجھے معزول کر کے دور علاقہ میں بھیج دیا جائے۔ یہ سن کر مجھے بیقراری ہوئی۔ جمعرات کا دن تھا جمعہ کی رات میں نے ایک ہزار دفعہ استغفار پڑھا اور تین سو پچاس بار یہ درود شریف پڑھا۔ اللّٰھم صل علی سیدنا محمد و علی اٰل سیدنا محمد. قد ضاقت حیلتی ادرکنی یا رسول اللّٰہ۔ مجھے نیند آ گئی۔ آخر رات پھر جاگا اور ہزار دفعہ درود شریف پڑھ کر حضور ﷺ سے استغاثہ کیا۔ جمعہ کی شام ہی کو سلطان کی طرف سے تار آ گیا کہ مجھے بحال رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سلطان کو نصرت دے اور مفتری کو رسوا کرے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

یا صاحب الجمال و یا سیّد البشر
من وجہک المنیر لقد نوّر القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعذ از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آفتابِ رسالت ﷺ

--------O--------

چشمۂ آفتاب فیض رساں ضرور ہے مگر نصف دنیا کو دائماً روشنی سے محروم رکھتا ہے۔ کبھی بادل کا ہلکا سا ٹکڑا اس کا فیض روک دیتا ہے تو کبھی گرہن زدہ ہونے سے اس کی نورانیت متاثر ہو جاتی ہے۔ مگر

آفتابِ رسالت ﷺ

وہ چشمۂ فیض ہے کہ جب سے خلقت ہوئی اس کی فیض رسانی ہر دم ہر آن جاری و ساری ہے کوئی شے (روکاوٹ) اس آفتاب رسالت ﷺ کی ضیا پاشیوں پر اثر انداز نہ ہو سکی نہ ہوئی اور نہ ہوگی جبکہ جو بھی طلب "نور" کے لئے آیا محض فیضیاب نہ ہوا بلکہ فیض رساں بن گیا۔ چونکہ اولیاء اللہ بھی اس آفتاب رسالت (ﷺ) کے فیض یافتہ ہیں لہٰذا حضور رسولِ کائنات ﷺ سے استمداد اور توسّل کے واقعات کا ذکر شریف پہلے کیا گیا ہے۔ (مقبول)

اولیاء اللہ سے مدد مانگنا

اولیاء اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ مانگنے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اولیاء اللہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے۔

غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت:۔

(۱) قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ۔ سورۃ آلِ عمران آیت نمبر 52 ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کون ہے جو مدد کرے میری طرف اللہ کے۔ حواریوں نے کہا ہم مدد کریں گے اللہ کے دین کی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے حضرت مسیح نے مدد طلب کی حواریوں سے جو غیر اللہ ہیں۔

(۲) ان تنصرو اللہ ینصرکم ۔ سورۃ محمد آیت 7 ۔ "اگر تم مدد کرو گے اللہ کے دین کی مدد کرے گا وہ تمہاری"۔ یہاں رب کریم نے جو خود غنی ہے اپنے بندوں سے مدد طلب کی ہے۔

اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ۔ "مدد طلب کرو ساتھ صبر اور ساتھ نماز کے" سورۃ البقرہ آیت 153 ۔ یہاں صبر اور نماز کے عمل سے مدد طلب کرنے کا حکم ہے۔

حضرت ذوالقرنین نے آہنی دیوار بنانے کے لئے لوگوں سے مدد طلب کی (سورۃ الکہف آیت 95 (فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ) میری مدد کرو انفرادی قوت سے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا جائز تو آپ کے نور نبوت سے فیض یافتہ کو پکارنا جائز ٹھہرا۔

امام زین العابدین رضؓ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں:۔

"یا رحمۃ اللعالمین ادرک لزین العابدین۔ محبوس ایدی الظالمین فی المرکب والمزدہم" (اے رحمۃ للعالمین! زین العابدین کی دستگیری کیجئے وہ اس اژدہام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید مدد کا خواستگار ہے)

اولیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور دور نزدیک سے اپنے عقیدت مندوں کی حاجت براری کرتے ہیں:

حضرت کرمانوالے ؒ کی علو شان:

مولانا محمد عنایت احمد صاحب خطیب جامع مسجد طٰہٰ گلبرگ III لاہور بیان کرتے ہیں کہ مولانا محمد حسین نقشبندی پاک پتن والوں نے جو کہ حضرت خواجہ پیر محمد اکبر صاحب کے مرید ہیں مجھ سے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ صاحبزادہ غلام نقشبند (جو محلّہ پیر گریاں پاکپتن شریف کے سجادہ نشین ہیں) اور حضرت صاحب ٹاہلیاں شریف (نزد جہلم جو زیادہ تر آزاد کشمیر میں رہتے ہیں اور بڑی باکمال ہستی ہیں) دونوں حضرات اکٹھے لاہور آ رہے تھے۔ راستے میں جب حضرت کرمانوالا شریف پہنچے تو حضرت ٹاہلیاں شریف والوں نے خواجہ غلام نقشبند کو تو کار میں ہی چھوڑا اور خود حضرت کرمانوالے رحمتہ اللہ کے مزار شریف پر گئے۔ مزار پر سے ہو کر واپس کار تک آئے۔ پھر واپس گئے۔ اس طرح تین مرتبہ کیا اور کار میں بیٹھ گئے اور اپنی منزل لاہور کی طرف چل پڑے۔ حضرت غلام نقشبند نے حضرت ٹاہلیانوالے صاحب سے دریافت فرمایا کہ مزار شریف سے واپس آنے اور پھر دو دفعہ جانے اور آنے میں کیا راز سربستہ تھا۔ تو ٹاہلیانوالی سرکار نے فرمایا کہ مزار پر پہلی حاضری کے وقت حضرت قبلہ کرمانوالے ؒ تلاوت قرآن مجید فرما رہے تھے۔ میں واپس چلا آیا۔ دوسری دفعہ گیا تو پھر بھی تلاوت قرآن حکیم میں مشغول تھے واپس چلا آیا۔ تلاوت قرآن مجید کے دوران میں نے مخل ہونا پسند نہ کیا۔ تیسری دفعہ گیا تو آپ دعا فرما رہے تھے لہٰذا دعا میں شمولیت کر کے واپس آیا تھا۔

اس واقعہ سے حضرت قبلہ کی علوشان کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اولیائے کرام دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ الا اِنّ اولیاء الـلـه لایموتون بل ینتقلون من دار الفناالی دار البقا (مشکوٰۃ شریف) (ترجمہ سن لو اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ فانی دنیا سے ہمیشہ رہنے والی دنیا کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں)۔ یہ واقعہ 1980ء کا ہے جبکہ غوث دوراں پیر سید محمد اسماعیل شاہ

بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 1966ء میں ہوا۔

بندہ ناچیز نور احمد مقبول کی بیٹی سلمٰی جبیں نے 1985ء میں C.T کلاس پاس کی تو ملازمت کے لئے دوڑ دھوپ ہونے لگی۔ محکمہ تعلیم کی طرف سے اخبارات میں مشتہر ہوا کہ C.T طالبات ملازمت کے لئے ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز ومن برانچ ہال روڈ لاہور کے دفتر میں اپنی درخواستیں بذریعہ دفتر روزگار فلاں تاریخ تک جمع کرائیں۔ تاریخ انٹرویو بھی بتا دی گئی۔ سوئے اتفاق کہ یہ اخبار ہماری نظر سے نہ گزرا۔ انٹرویو سے صرف ایک دن قبل معلوم ہوا۔ بیٹی کی درخواست لے کر میں دفتر روزگار پہنچا مگر انہوں نے یہ درخواست وصول کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ میں واپس لوٹا۔ بیٹی سے کہا کہ تم انٹرویو کے لئے تیاری کرو۔ رات بعد نماز عشاء اور تہجد کے وقت بارگاہ رب العزت میں دعا کی اور اپنے پیرو مرشد گنج کرم حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر التجائیں کیں کہ نظر کرم فرمائیں۔ حضور نبی کریم صلی رؤف الرحیم کی بارگاہ رسالت میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتا رہا۔ پھر سو کر اُٹھا تو طبیعت ہشاش بشاش تھی اور دل مطمئن کہ انشاء اللہ مراد حاصل ہو کر رہے گی۔ ناامیدی نہ ہوگی۔

گورنمنٹ گرلز ہائی سکول راوی روڈ کے ہال میں 1986ء کے اوائل میں 9:00 بجے انٹرویو تھا۔ میری بیٹی نے اپنی ایک سہیلی کو جسے ایسے ہی حالات کا سامنا تھا۔ خبر کر دی میں ان دونوں طالبات کو لے کر راوی روڈ پہنچا اور انہیں دفتر کے باہر بٹھا دیا۔ انٹرویو ابھی شروع نہیں ہوا تھا کہ ایک سفید ریش اہلکار دفتر سے باہر آیا اور بچیوں سے گویا ہوا! ''بیٹی تم یہاں کیوں بیٹھی ہو'' میری بیٹی نے جواباً کہا ''بابا جی! انٹرویو کے لئے'' اس اہلکار نے کہا درخواست دی ہے۔ بیٹی نے کہا کہ ہمیں اطلاع نہ ہوئی اب درخواست لے لیجئے۔ اس بزرگ نے دونوں بچیوں سے درخواستیں لے لیں اور دفتر میں وصول شدہ درخواستوں میں رکھ دیں۔ بعد ازاں انٹرویو شروع ہوا۔ تو ان بچیوں کو بھی بلایا گیا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انٹرویو اچھا رہا اور ان دونوں طالبات کو تقرری کے آرڈر موصول ہوئے۔ میری بیٹی کی تقرری مدرستہ البنات لٹن روڈ میں ہوئی جو شہر لاہور میں لڑکیوں کا بہترین ہائی سکول ہے اللہ اکبر۔

ہوا یوں کہ چند درخواستیں انسپکٹر صاحب کے دفتر واقع ہال روڈ میں غلطی سے رہ گئیں وہ درخواستیں لانے کے لئے کوئی اہلکار گیا اور لے کر واپس آیا۔ اس دورانیہ میں اُس بزرگ اہلکار نے ان دو درخواستوں پر دفتری کاروائی مکمل کر لی اور یہ دونوں درخواستیں پہلے سے وصول شدہ درخواستوں میں شامل کر لیں۔ چنانچہ ان دونوں طالبات کو ملازمت مل گئی۔

؎ نہ پوچھ اِن خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

یہ بندہ ناچیز نور احمد مقبول سرکاری ملازمت سے 1976ء میں ریٹائر ہوا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد میرا بڑا بیٹا افتخار احمد نیاز جو ریاض سعودی عرب میں ایک پرائیویٹ کمپنی میں برسرروزگار ہے میرا کفیل تھا۔ معاشی حالات کے ماتحت اسے میری کما حقہ خدمت کرنے کی استعداد نہ رہی کہ اِس کے گھر کے اخراجات بچوں کی تعلیم کی وجہ سے بہت بڑھ گئے۔ لیکن میرے اخراجات بھی بدستور تھے۔ بلکہ پاکستان میں دن بدن بڑھتی ہوئی مہنگائی نے ہر فرد کو پریشان کر رکھا تھا۔ میں دو تین ماہ میں مقروض ہو گیا۔ لڑکا بھی مجبور تھا۔ میں نے بیٹے سے اپنے مقروض ہونے کا ذکر نہ کیا کہ پریشان ہو گا لیکن اپنے پیرومرشد حضرت کرمانوالیؒ سرکار کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی کہ میری حالت آپ سے پوشیدہ نہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ شفقت میں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں میرے لڑکے کی تنخواہ میں اضافہ کی دعا فرمائیں۔ تنخواہ 4000 ریال ہو تو پھر گزر اوقات بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔ لڑکے کو بھی اس جائز حاجت سے مطلع کر دیا۔ ہر روز ہر نماز میں اور وقت تہجد عرض کرتا رہا۔ حضرت قبلہ کی خدمت میں رو رو کر التجا کرتا۔ رب کریم اور حضور رؤف رحیم ﷺ کی بارگاہ شفقت میں بھی قبولیت کی دعا کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے دعا سن لی اور پیرومرشد کے وسیلہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور اللہ تعالیٰ کے مزید فضل و کرم سے قبولیت ہو گئی۔ لڑکے نے مجھے لکھا ابا جی! میری تنخواہ آپ کی خواہش کے مطابق بڑھا دی گئی ہے۔ کمپنی کے کسی دوسرے ملازم کی تنخواہ میں اضافہ نہیں ہوا۔ ہم سب خوش تھے کہ ایک تو سب کی مالی پریشانیاں

کم ہوئیں اور دوسرے یہ کہ حضرت قبلہ کرمانوالی سرکار اپنے متوسلین کی فریاد کو پہنچتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ وہ غوثِ دوراں تھے اور پرتو غوث اعظمؒ۔

حاجی رحمت علی عرف ڈنڈا بوریوالا ضلع ساہیوال کے رہائشی تھے۔ غلہ منڈی میں اڑھت کی دکان تھی۔ حضرت قبلہ گنج کرم پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالے کے مخلص مرید تھے چودھری محمد انور بٹر سابق ایڈووکیٹ سپریم کورٹ لاہور متوفی 1987ء بھی حضرت قبلہ کے منظورِ نظر مرید تھے۔ بٹر صاحب محکمہ ریلوے میں A.T.O. تھے۔ حضرت قبلہ کے ارشاد پر یہ ملازمت چھوڑ کر ایل ایل بی کیا ترقی کرتے کرتے سپریم کورٹ کے ایڈووکیٹ ہو گئے۔ ایک مرتبہ حضرت قبلہ گنج کرم نے حاجی رحمت علی سے فرمایا تھا کہ میں اور تم جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے جس طرح انگشتِ شہادت اور درمیان والی انگلی۔

حاجی رحمت علی کی وفات 1992ء میں ہوئی وفات سے چند ماہ قبل انہوں نے اپنا خواب محمد اسلم بھٹی ایکسن واپڈا (آف بوریوالا) کو سنایا۔

میں نے انور بٹر مرحوم سابق ایڈووکیٹ سپریم کورٹ لاہور کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے بتایا کہ میں جو حضرتؒ صاحب کی باتیں لوگوں کو سنایا کرتا تھا اس کے صدقے میں میرے پہاڑ جیسے گناہ خدا تعالیٰ نے معاف فرما دیئے۔ اس کے بعد انور بٹر صاحب نے مجھے کہا کہ آؤ تمہیں جنت میں حضرتؒ صاحب کا مقام دکھلاؤں۔ ہم دونوں ایک محل کے باہر پہنچے جس کے اوپر لکھا ہوا تھا۔ ''جنت برائے مریدانِ حضرت کرمانوالا'' میں محل کے اندر حضرتؒ صاحب کے کمرے میں چلا گیا۔ دیکھا کہ آپ دستار باندھ رہے ہیں اور فرمایا ''حاجی جی آ گئے او''۔ میں نے کہا جی حضور۔ آپ نے ایک خادم سے کہا کہ حاجی صاحب کو ان کا کمرہ دکھاؤ۔ خادم مجھے آپ کے ساتھ والے کمرے میں لے گیا۔ اپنا کمرہ دیکھ کر میں واپس حضرتؒ صاحب کے پاس آیا تو آپؒ نے فرمایا '' کیوں حاجی جی وعدہ پورا ہو گیا ناں''۔

انہی حاجی صاحب نے بتایا کہ حضرت صاحبؒ نے اپنی زندگی مبارک کے آخری

ایام میں مجھے ایک وظیفہ بتا دیا تھا کہ جب تم میری قبر پر بیٹھ کر (یہ وظیفہ) پڑھا کرو گے تو ملاقات ہو جایا کرے گی۔ اب جب میں آپؒ کی قبر مبارک پر بیٹھ کر آپ کا بتلایا ہوا وظیفہ پڑھتا ہوں تو ملاقات ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات آپ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ جب فارغ ہوتے ہیں تو ملاقات ہوتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ تشریف فرما نہیں ہوتے جب تشریف لاتے ہیں تو ملاقات ہو جاتی ہے۔

ملک انوار الحق ایڈووکیٹ شیخوپورہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی حضرت کرمانوالی سرکارؒ سے ملاقات کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ میرے والد صاحب شیخ مقبول احمد 1926ء میں بعہدہ اور سیر ڈسٹرکٹ بورڈ تحصیل شاہدرہ (ضلع شیخوپورہ) تعینات تھے۔ والد صاحب قبلہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمدؒ شرقپوری کے عقیدت مند تھے۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد میرے والد صاحب غمگین رہنے لگے۔ ایک رات عالم خواب میں میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ مجھ میں اور سید اسماعیلؒ شاہ بخاری کرمونوالا شریف (ضلع فیروزپور) میں کوئی فرق نہیں۔ ان کے ہاں چلے جایا کرو اور شکار کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ والد صاحب شکار کے اتنے دلدادہ تھے کہ مسجد و مزار کے تقدس کا خیال بھی نہ رکھتے۔ جہاں پرندہ دیکھا بندوق چلا دی۔ (اللہ اکبر میاں صاحب شرقپوری نے بعد وصال رہنمائی فرمائی)

والد صاحب نے شیخ نور الدین ٹھیکیدار سے حضرت پیر سید محمد اسمٰعیلؒ شاہ صاحب کا پتہ دریافت کیا۔ والد صاحب کرمونوالا شریف پہنچے، حویلی میں گائیں، بھینسیں اور گھوڑے بندھے ہوئے پائے، دل میں وسوسہ گزرا کہ میں تو کسی دنیادار پیر کے ڈیرہ پر آ گیا ہوں، اتنے میں ایک خادم آیا اور کہا کہ لاہور والے بابو جی کو حضرت صاحبؒ بلا رہے ہیں، والد صاحب حاضر خدمت ہوئے تو پیر صاحبؒ کو بالکل قبلہ اعلیٰ حضرت شرقپوری کی شکل میں پایا، سر چکرا گیا، معاً قبلہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا تمہیں میاں صاحب نے بھیجا ہے یہ الفاظ سن کر مجھے ڈھارس ہوئی کہ انہیں جب میری اطلاع دے دی گئی ہے تو یہ بھی اعلیٰ مقام کے

بزرگ ہیں وسوسہ جاتا رہا نیز فرمایا شہروں[1] میں کھانے پینے کی ہر چیز اور سواری بھی دستیاب ہے، دیہات اور یہاں ریگستان میں خود انتظام کرنا ہوتا ہے، مہمانوں کی آمد و رفت رہتی ہے، یہ سب کچھ مہمانداری کے لئے ہے۔

مولانا محمد عنائت احمد صاحب خطیب جامع مسجد طٰہٰ گلبرگ III بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں چھوہر شریف (ہری پور ہزارہ) تاج الاولیاء حضرت چھوہر شریف والوں کے عرس مبارک پر حاضر ہوا۔ وہاں حضرت مولانا اللہ دین صاحب چشتی بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولانا نے فرمایا کہ میں چشتیاں شریف عرس کے موقعہ پر ہر سال حاضر ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ عرس مبارک سے فارغ ہو کر چشتیاں شریف سے سیدھے گولڑہ شریف سلطان الاولیا حضرت غلام محی الدین صاحب المعروف بابو جی کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت بابو جی نے فرمایا "مولوی جی چشتیاں شریف میں حضرت قبلہ کرمانوالےؒ سے ملاقات کی تھی (کیونکہ حضرت کرمانوالےؒ عرس کے موقعہ پر چشتیاں شریف ضرور تشریف لے جاتے تھے) مولانا صاحب نے عرض کیا "نہیں"۔ اس پر حضرت بابو جی سرکار نے فرمایا "حضرت کرمانوالےؒ شاہ صاحب اس زمانہ کے قطب ہیں کیونکہ میں ان کو ہر صبح اور ہر شام کی نمازیں کئی برسوں سے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ادا کرتے دیکھ رہا ہوں۔ مولانا اللہ دین صاحب نے بتایا کہ ازاں بعد میں حضرت کرمانوالا شریف حضرت قبلہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ تو آپ سرکار مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا "اب حضرت بابو جی سرکار کے فرمانے پر آپ ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ پہلے تو چشتیاں شریف عرس میں ہمارے پاس سے گزر جاتے تھے اور ملاقات نہ کرتے تھے۔

ناچیز مولف ریاست جموں کشمیر میں اگست 1947ء بعہدہ انسپکٹر ڈاک خانہ جات رنبیر سنگھ پورہ تعینات تھا۔ میرے حلقہ انتظام میں ضلع سیالکوٹ کے بارڈر کے ڈاکخانے مثلاً چپراڑ، کوٹلی لوہاراں، ہیڈ مرالہ وغیرہ اور تحصیل رنبیر سنگھ پورہ کے علاقہ میں

---

[1] کیونکہ میاں صاحب فرمایا کرتے "نہ لگی نہ دچھی طبیعت رہندی انہاں دی اچھی" یعنی دنیا کا مال نہ ہو تو درد سر ہے ورنہ نہیں۔

جموں ریاست کے ڈاکخانے سانبہ۔ کٹھوعہ اکھنور وغیرہ شامل تھے۔ اوائل ماہ اکتوبر 1947ء
تک حالات درست رہے، وسط ماہ اکتوبر 1947ء میں ریاست میں فسادات کی آگ
بھڑک اُٹھی۔ راجا ہری سنگھ نے حکم دے دیا کہ پاکستانی علاقے سے جو بھی بارڈر پار کر
کے ریاست میں داخل ہو اسے گرفتار کرلیا جائے۔ مجھے اس حکم کا علم نہ ہوسکا کیونکہ میں اس
حکم کے نفاذ سے چند دن قبل علاقہ جموں سے سیالکوٹ کی حدود میں آچکا تھا۔ جب میں اپنا
سرکاری کام ختم کر کے بارڈر پار کر کے اپنے ہیڈ کوارٹر رنبیر سنگھ پورہ جا رہا تھا تو ڈوگرہ فوج
نے مجھے مع چار ساتھیوں کے حراست میں لے لیا۔ میرے ساتھی منشی عبدالغنی پوسٹ مین
ساکن سرگ پور تحصیل سیالکوٹ، میرا اردلی، ڈاک ہرکارہ ایک میل اوورسیر چوہدری
الٰہی بخش گوجر تھے۔ میں نے بہت کہا کہ ہم محکمہ ڈاک خانہ کے ملازم ہیں اور بکار سرکار علاقہ
پاکستان گئے تھے۔ اور واپس آئے ہیں ہم محض پاکستانی نہیں بلکہ سرکاری ملازم ہیں۔ مگر اُن
پر کسی بات کا اثر نہ ہوا وہ تحریری ثبوت طلب کر رہے تھے رات ہو رہی تھی اور میں خوف زدہ
تھا کہ یہ ڈوگرہ سپاہی رات کے وقت ہمیں نقصان نہ پہنچائیں۔ میں قبلہ حضرت صاحب کی
طرف متوجہ ہوا کہ حضور امداد کا وقت ہے یہاں سے چھٹکارا پانے کی کیا تدبیر کروں۔ یہ
سفاک بہت بُری طرح ہمارے درپے آزار ہیں۔ فوراً ایک غیبی اشارہ ہوا کہ تمہاری جیب
میں ایک درخواست ہے جس پر تحصیلدار رنبیر سنگھ پورہ کے دستخط اور مہر ثبت ہے۔ یہ کاغذ
جیب سے نکالو، اور نمبردار کو دکھاؤ اور کہو کہ دیکھئے اس درخواست پر میرا نام اور عہدہ درج ہے
اور آپ کے تحصیلدار صاحب کے دستخط مع مہر بھی موجود۔ اس سے یہ تو ثابت ہوگا کہ میں
رنبیر سنگھ پورہ میں رہتا ہوں۔ یہ درخواست جب نمبردار نے دیکھ لی تو اسے یقین ہوگیا کہ
واقعی یہ محکمہ ڈاک خانہ کے اہلکار ہیں۔ پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد اس نمبردار نے
ڈوگرہ فوج کے افسر کو بتایا کہ یہ واقعی محکمہ پوسٹ آفس کے ملازم ہیں انہیں چھوڑ دینا چاہیے۔
مگر ان سفاکوں نے جواب دیا کہ ان سب کو سوچیت گڑھ لے جائیں گے اور وہاں جو فیصلہ
ہو اس کے مطابق عمل ہوگا۔ میں نے یہی غنیمت جانا اور سوچا کہ شاید اس طرح ان بیوقوفوں
کے پنجہ سے رہائی مل جائے۔ چنانچہ ہم پانچ آدمی تین ڈوگرہ فوجیوں کی حراست میں پیدل

روانہ ہوئے۔ سوچیت گڑھ اس مقام سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا سواری کے لئے ایک گھوڑا
میرے پاس تھا مگر ڈوگرہ سپاہیوں نے گھوڑے پر سواری نہ کرنے دی۔ خدا خدا کر کے شام
کے آٹھ بجے سوچیت گڑھ پہنچے۔ حضرت قبلہ کا تصرف ملاحظہ ہو کہ اُس وقت کسٹم ہاؤس کا
انچارج ایک ایسا ڈوگرہ تھا جو مجھے اچھی طرح جانتا تھا کہ میں انسپکٹر ڈاکخانہ جات ہوں۔
چنانچہ اس پریشان حالی میں جب میں اپنے چار ہم سفروں کے ساتھ سوچیت گڑھ پہنچا تو وہ
مجھے اس حالت میں دیکھتے ہی دوڑتا ہوا آیا اور دریافت کیا کہ یہ کیا حالت ہے۔ میں نے ان
ڈوگرہ فوجیوں کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے دریافت کریں۔ کسٹم ہاؤس کے انچارج نے ان
فوجیوں کو جی بھر کر بُرا بھلا کہا اور مجھے مع میرے ساتھیوں کے ایک تانگہ میں سوار کرا کے
رنبیر سنگھ پورہ بھیج دیا۔ کاغذ کا یہ پرزہ جو ہمارے لئے موت سے نجات کا پروانہ ثابت ہوا
چینی حاصل کرنے کی ایک درخواست تھی۔ جو ایک ڈپو ہولڈر کے نام تھی مگر میں اس
درخواست پر کسی وجہ سے چینی حاصل نہ کر سکا تھا۔ یہ درخواست ایک ہفتہ میں کئی بار لباس
تبدیل کرنے کے باوجود میری جیب میں رہی۔ یوں سمجھئے کہ حضرت قبلہ کے تصرف سے یہ
کاغذ بوقت ضرورت کام آ گیا۔

اس واقعہ کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ میں نے ڈوگرہ سپاہیوں کے انچارج سے بار
بار کہا کہ دیکھئے یہ ڈاک کے تھیلے ہم لائے ہیں۔ آپ یہ کھول لیں تاکہ تصدیق ہو جائے کہ
ہم محکمہ ڈاک کے اہلکار ہیں ان تھیلوں میں خطوط وغیرہ ہیں۔ لیکن وہ لوگ تھیلے کھولنے پر
بالکل آمادہ نہ ہوئے اور تحریری ثبوت طلب کرتے رہے۔ جب ہم بچ بچا کر رنبیر سنگھ پورہ
پوسٹ آفس پہنچے اور ڈاک کے تھیلے کھولے گئے تو میری حیرانی کی حد نہ رہی کہ ایک تھیلے میں
سے گائے کا گوشت برآمد ہوا جو مسلمان سٹاف ڈاک خانہ چیراڑ اپنے مسلمان سٹاف ڈاکخانہ
رنبیر سنگھ پورہ کو بھیجا کرتا تھا ریاست جموں وکشمیر میں گائے کا گوشت ممنوع ہے اور سخت سزا کا
حکم۔ اگر یہ تھیلا ڈوگرہ سپاہیوں اور ڈوگرہ پبلک کے سامنے کھولا جاتا تو گائے کا گوشت پا کر
ہمارے بچ نکلنے کی تمام راہیں مسدود ہو جاتیں۔ یہ تو حضرت قبلہ کی کرامت اور تصرف تھا کہ
میرے اصرار کے باوجود سپاہیوں اور نمبردار نے تھیلے نہ کھولے۔ اللہ اکبر۔

اشارہ۔ غار ثور پر بھی کھوجی کے اصرار کے باوجود کفار نے غار ثور کے اندر جھانک کر نہ دیکھا جبکہ غار ثور کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ موجود تھے۔ سچ ہے اولیاء اللہ نور نبوت سے فیض یاب ہوتے ہیں کتنا علو مرتبت حاصل تھا سرکار حضرت کرمانوالیؒ سرکار کو آپ یقیناً غوث الاعظم شہنشاہ بغداد کے پرتو ہیں۔

یہ بھی عرض کر دوں کہ میں 1945ء میں پہلی بار حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ پھر اوائل 1949ء میں مگر حضرت قبلہ نے 1945ء کی ایک حاضری کے بعد اس عاجز پر اس قدر بے پایاں شفقت فرمائی کہ دوبارہ زندگی نصیب ہوئی۔

حضرت کرمانوالےؒ کی علو شان:

میرے (عاجز بندہ مقبول کے) پیرو مرشد حضرت پیر سید محمد اسماعیلؒ شاہ بخاری نے فرمایا ''قبلہ اعلیٰ حضرت میاں صاحبؒ شرقپوری نے ارشاد فرمایا تھا کہ آپ کے ہاتھوں اللہ پاک ایک مسجد آباد کرائیں گے۔'' چنانچہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے دس بارہ سال بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مغلپورہ ریلوے اسٹیشن کے پاس محلہ کمہار پورہ تشریف لے گئے اور اس جگہ جہاں مال گاڑیاں کھڑی رہتی ہیں آپ نے نور باطن سے معلوم کیا کہ یہاں ہی وہ مسجد ہے۔ سرکارؒ نے کھدوا کر مسجد کو ظاہر کر دیا۔ اور تمام جگہ صاف کرا دی۔ ایک درویش چراغ دین نامی کو وہاں بٹھا دیا۔ یہ جگہ محکمہ ریلوے کے قبضہ میں تھی۔ جب لوگ مسجد میں آنے جانے لگے تو ریلوے افسران نے مسجد کے ارد گرد آہنی سلاخیں لگا دیں۔ اور مسجد کو آنے جانے کا راستہ بند کر دیا۔ مولوی چراغ دین حضرت سرکارؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ اسی رات وہ انگریز افسر جس کے حکم سے حد بندی کی گئی تھی رات کو سوتے میں چارپائی سے بار بار گر پڑتا۔ رات تو جوں توں گزاری۔ صبح ہی وہ انگریز افسر مولوی چراغ دین صاحب کے پاس آیا اور معافی کا طالب ہوا۔ کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہاں کے ''پادری'' بہت بزرگ ہیں پس سلاخیں اتارنے کا حکم دے دیا۔ اور مسجد کا راستہ کھول دیا۔ سرکارؒ نے فرمایا کہ یہ مسجد بڑی بابرکت ہے۔ یہاں حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت مجدد الفؒ ثانیؒ ایسے بزرگان سلسلہ اور سائیں توکل شاہؒ انبالوی ایسے کامل درویش ذکر الٰہی میں مشغول رہے ہیں۔ اور ایک مرتبہ فرمایا کہ اب بھی مسجد کے در و دیوار سے ذکر الٰہی کی آواز آتی ہے۔ مسجد کا نام ''نور'' ہے۔

قیام پاکستان سے قبل حضرت کرمانوالے موضع کرمونوالا شریف نزد فیروز پور شہر بھارت میں سکونت رکھتے تھے۔ گاؤں میں جامع مسجد تھی اور آپ سرکار ہی خطیب تھے۔ کرمونوالا شریف سے جانب پاکستان آتے وقت چند اشیاء گھر میں رہ گئیں جن میں ایک تسبیح بھی تھی۔ جو قبلہ حضرت گنج کرم اکثر استعمال فرماتے تھے۔

تسبیح مبارک: سید غضنفر علی شاہ المعروف پیر جی سرکار گنج کرم کے لاڈلے پوتے اور پیر سید محمد علی شاہ سجادہ نشین اول دربار حضرت کرمانوالا شریف کے فرزند ارجمند تھے۔ قیام پاکستان کے بعد پیر جی ایف سی کالج میں زیر تعلیم تھے۔ قریشی اعجاز احمد صاحب دربار عالیہ حضرت کرمانوالا کے عقیدت مندوں میں سے نہ تھے لیکن غضنفر علی شاہ صاحب کے استاد ضرور تھے اور ایف سی کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔

1980ء کی بات ہے کہ پیر جی سرکار جامعہ پنجاب میں پڑھتے تھے۔ ایک دن یہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کے لئے گئے۔ دربار شریف کے بیرونی حصہ میں چند سکھ یاتری کھڑے تھے۔ ایک سکھ یاتری کی نظر ان پر پڑی۔ بغور دیکھنے کے بعد وہ یاتری ان کے قریب آیا اور پوچھا ''کاکون ہوندے او۔ سرکار دا ناں کیہ اے'' آپ محظوظ ہو رہے تھے۔ کہنے لگے ''میرا نام اجیت سنگھ ہے''۔ سب ہنس پڑے۔ سکھ یاتری مؤدب ہو کر کہنے لگا۔ گورو جھوٹ نہ بلوائے کاکا تیرا ابا کرمانوالے والے تے نہیں''۔ پیر جی سرکار بولے ''گویا آپ نے پہچان لیا''۔ سکھ یاتری نے کہا آپ کی شکل (مُہاندرا) سید اسماعیل شاہ بخاری کرمانوالے پیر جیسی اے۔ نواسے ہو یا پوتے اور کس کے بیٹے ہو۔ پھر کہا آپ کے دادا کی میرے پاس ایک امانت ہے۔ جو دینی چاہتا ہوں۔ آپ نے انہیں بتایا کہ پیر صاحب تو اب اس دنیا میں نہیں۔ سکھ یاتری کہنے لگا ان کی نسل تو ہے آپ نے سکھ یاتری سے سلیمانی تسبیح لی۔ اسے چوما.......... سکھ یاتری نے کہا ''ہمیں جب کوئی مشکل پیش آتی تھی ہم اسے دھو کر پانی پی لیا کرتے تھے۔ مشکل آسان ہو جاتی تھی۔ مجھے ارشاد ہوا کہ یہ تسبیح واپس کر دوں.......... دادا کی امانت پا کر آپ بہت خوش تھے۔ سکھ یاتری نے کہا پیر جی آپ کے لئے ایک تحفہ ہے''۔ سکھ یاتری نے جونہی اپنا بیگ کھولا تو فضا خوشبو سے معطر ہو

گئی۔ اس قدر خوبصورت خربوزے اور پھر جنوری کے مہینے میں۔ پاکستان میں یہ موسم خربوزوں کا نہ تھا۔ آپ خربوزے لے کر سیدھے گلشن راوی لاہور اپنے پروفیسر اعجاز قریشی کے مکان پر پہنچے۔ اعجاز قریشی اپنے چہیتے شاگرد کے ہاتھوں میں خربوزے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایک دم بولے ''آج سے میں آپ کا مرید ہوں.......... لیکن یہ بتائیں.......... واقعہ کیا ہے۔ آپ کو پتہ کیسے چلا .... خربوزوں کا من و سلویٰ کہاں سے اترا''۔ حسب عادت مسکراتے ہوئے پیر جی نے جواب دیا۔ ''سر سب چھوڑیں میں آپ کے لئے لایا ہوں.......... باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ پروفیسر صاحب کی اہلیہ نے کچھ دیر پہلے خربوزہ کی فرمائش کی تھی۔ اس پر میاں بیوی جھگڑ رہے تھے۔ بیوی کا اصرار تھا کہ میں نے ہر حال میں آج خربوزے کھانے ہیں اور میاں انکار کر رہے تھے کہ کہاں سے لاؤں موسم نہیں ہے۔ پیر جی کے ہاتھ میں خربوزے دیکھ کر پروفیسر صاحب بولے ''پیر صاحب ہم آپ کی کرامت کے قائل ہو گئے ہیں۔ استاد کی نظر عنایت اس واقعہ کے بعد شاگرد پر فزوں ہو گئی اور پیری مریدی کا سلسلہ بھی مستحکم ہوتا چلا گیا۔

پیر جی سرکار کا ارشاد گرامی تھا چوہدری صاحب! خزینہ کرم جلد ثانی مرتب کریں مگر یہ جلد پہلی کتاب سے چھوٹی نہ ہونی چاہیئے۔ افسوس کہ خزینہ کرم کی جلد ثانی پیر جی ظاہری طور پر تو نہ دیکھ سکے۔ لیکن روحانی دنیا میں اس کتاب کے اوراق ان کے پیش نظر رہے۔ 4 مئی 1997ء بعد نماز ظہر مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا میں سو گیا۔ عالم خواب میں دیکھا کہ تین بزرگ اور پیر جی سرکار تشریف فرما ہیں۔ ارشاد فرما رہے ہیں ''اس بندے نے بہت کچھ لکھیا اے پر نماز دے متعلق کچھ نہیں لکھیا''۔ بیدار ہوا تو تازہ خواب یاد تھا۔ وضو کیا اور نماز کے موضوع پر لکھنا شروع کیا۔ مضمون مکمل کر کے اگلی صبح یعنی بروز پیر کاتب کے حوالہ کر آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ خزینہ کرم جلد اول میں نماز کے موضوع پر چار پانچ صفحات مختص ہیں لہٰذا یہ موضوع عمداً چھوڑ دیا جو مضامین جلد اوّل میں احاطہ تحریر میں نہ آئے تھے خزینہ کرم جلد ثانی میں صرف ان پر لکھا گیا مگر نماز کا موضوع، بہت اہم بلکہ ان بزرگوں کی نظر میں اہم ترین تھا لہٰذا اس فروگذاشت پر مجھے آگاہ کر دیا گیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ کتاب خزینہ کرم جلد ثانی کو ورق ورق سبق سبق پیر جی سرکار نے اور دیگر حضرات نے دیکھا اور پڑھا اور جو خامی نظر آئی اس سے ہی مجھے آگاہ کیا۔ پیر جی کا وصال یکم مارچ 1992ء ہوا تھا۔

اولیائے کرام اور استمداد

''ولی'' کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا دوست۔ اللہ تعالیٰ کے قرب والا، اللہ تعالیٰ (کے دین) کا مددگار، سچا ولی اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں راضی رہتا ہے۔ اولیائے کرام ہر دم کتاب اللہ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ ان کا قول عمل اور ہر کام اُسوہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہوتا ہے۔ یہ قدسی نفوس نور نبوت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی میں لوگ ان سے آفات و بلیّات سے محفوظ رہنے کے لئے دعا کراتے ہیں اور ان کے وصال کے بعد ان کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ طالبین کی دعائیں ان کے توسل سے قبول ہوتی ہیں۔

سچا ولی نفس کا غلام نہیں ہوتا۔ وہ صبر و تحمل سے اوامر و نواہی کی تعمیل کرتا ہے۔ ان کی معمولی سے معمولی باتوں سے بھی تعظیم الٰہی اور تکریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کسی بزرگ (جو ولی اللہ مشہور تھے) کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ بزرگ کسی مسجد میں تھے۔ حضرت بایزیدؒ بسطامی نے اُس بزرگ کو مسجد میں تھوک پھینکتے دیکھا (یا قبلہ رُخ تھوک پھینکا)۔ آپ ملاقات کئے بغیر واپس چلے آئے۔ فرمایا ''اگر وہ ولی ہوتا تو اللہ کے گھر کا احترام کرتا'' چنانچہ آپ کو عالم خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں ''اے ابو یزید! تو نے جو کام کیا اور اس سے جو نتائج اخذ کئے اس کی روحانی اور باطنی برکتیں تجھے حاصل ہوئیں'' بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں نے ولایت پائی۔

تیغ ایوبی نگاہ بایزید — گنج ہائے ہر دو عالم را کلید (علامہ اقبال)

اللہ تعالیٰ کے یہ سچے دوست اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضا سے ذرہ بھر سرتابی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے دوستوں اور محبوبوں کی رعایت و اعانت ہر وقت مقصود ہوتی ہے۔

نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرہ ۝ سورۃ حم السجدہ آیات 32,31۔

ترجمہ: ہم تمہارے دوست ہیں دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان اور ختم المرسلین ہیں، خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم قصر نبوت کی آخری مبارک اینٹ تھے۔ قصر نبوت مکمل ہو چکا، درِ نبوت بند۔ اب کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا مگر دین اسلام تو قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ دین اسلام کی اشاعت ترقی اور ترویج کی ذمہ داری اولیاء اللہ پر ہے۔ یہ حضرات طہارت بدنی و طہارت باطنی کے ساتھ رہتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ملکی انتظام ان کے حوالے کر رکھے ہیں جس طرح کہ ملائکہ کے ماتحت مختلف محکمے ہیں۔ ولایت شرف انسانیت کا بلند ترین مقام ہے۔ نبوت کے بعد ولایت ہی انسانیت کا بلند مرتبہ ہے۔ ولایت نبوت کی صحیح جانشین ہے۔ اولیاء اللہ کمالات اور اوصاف میں کمالات و اوصاف نبوت کا مظہر ہوتے ہیں۔

یہ طائفہ اولیاء اس انسانیت کا جو خاص منشائے خداوندی ہے ایک نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کی صحبتِ گرامی میں ایک لمحہ کی حاضری سالہا سال کی ریاضت سے بہتر ہے۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا (مولنا روم)

آیت یا ایھا الذین آمنوا تقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ۔ پارہ 6 سورۃ المائدہ آیت 35 میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ حقیقی مستعان اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ حضرات عون الٰہی کے مظہر ہیں۔

استعانت غیر اللہ سے اس طرح پر کہ اعتقاد مطلق اس غیر اللہ پر ہو بلا شبہ حرام اور شرک ہے اگر التفات محض بجانب حق ہے اس کو مظہر عون سے جان کر امداد طلب کی جائے تو ایسی استعانت جائز ہے۔ بزرگان دین ایسی استعانت کرتے آئے ہیں یہ استمداد و اعانت درحقیقت غیر سے نہیں بلکہ مقربان الٰہی سے امداد، امدادِ الٰہی ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز کسی شخص نے حضرت غوث علی شاہ پانی پتی کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت جب قاعدہ مسلّمہ ٹھہرا کہ ہر امر وابستہ تقدیر الٰہی ہے تو پھر پیرومرشد کی کیا ضرورت ہے اور پیرومرشد معاملات مقدر میں کیا تصرف کر سکتا ہے تو حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو بجا اور درست ہے کہ پیر حکم الٰہی کے بغیر تقدیر میں تغیر و تبدل نہیں کر سکتا لیکن پیر باخبر کی تدبیر بھی موافق تقدیر ہوتی ہے اور طالب کو غایت تقدیر تک پہنچا دیتی ہے۔ پیرومرشدی حضرت گنج کرم پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

اولیاء راہست قدرت از الہ تیر جستہ باز گردانند ز راہ (مولنا روم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سچے ولی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت سے اللہ تعالیٰ کا چلایا ہوا تیر اللہ تعالیٰ کے حکم سے واپس لے آتے ہیں۔

یہی لوگ ہیں جن کے ہاتھ میں خدا نے قدوس نے عنانِ حکومت دی ہے اور یہ نفوسِ قدسی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ہر وقت منتظر رہتے ہیں کہ دوست کیا چاہتا ہے، جو حکم ہوتا ہے، اُس کی تعمیل فوراً کرتے ہیں۔ ان کو اپنے پرائے، دوست، دشمن، بھلائی بُرائی پر غور کرنے سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کو مثل ملائکہ کرام کے احکام الٰہی کی تعمیل کرنے سے غرض ہے۔ البتہ اُمتِ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے دعا ضرور کرتے ہیں۔ اس کلام کی تصدیق میں جناب قطبِ ربانی محبوب سبحانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی نقل کرتا ہوں۔ ”جو شخص اللہ عزوجل اور اس کے نیک بندوں کے ساتھ اچھا گمان نہ رکھے اور ان کے سامنے تواضع نہ کرے اس کو فلاح نصیب نہ ہو گی۔ اے شخص تو ان کے سامنے تواضع کیوں نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ سردار اور امیر ہیں ان کے مقابلہ میں تیری کیا ہستی ہے۔ حق تعالیٰ نے ملکی انتظام ان کے حوالے کیا ہے، ان کی بدولت آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین سے سبزہ اُگتا ہے“۔

بعض بے سمجھ لوگ کہتے ہیں کہ وسیلہ حقیقت میں دھونس اور جبر و اکراہ کا نام ہے یعنی جو شخص وسیلہ بنتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو مجبور کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس متعلقہ شخص کا کام کر دے۔ اُس کی دعا قبول کرے یا مطلوبہ شے عطا کر دے۔ خداوند قدوس قادر مطلق ہے ”واللہ غالبا علی امرہ“ سورۃ یوسف آیت 21 (ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر امر پر غالب ہے)

ایک نیاز مند عاجز بندہ خدا تعالیٰ کو کیسے مجبور کر سکتا ہے۔ وہاں تو نیاز مندی اور عجز کمال کا اظہار ہوتا ہے دوسری طرف عنایات خسروانہ کی جلوہ گری + اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب بندوں کے اخلاص، اطاعت اور کردار کی رعایت مطلوب ہوتی ہے اور محبوب و مقرب بندہ کی دعا اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے قبول فرما لیتا ہے۔ دھونس اور جبر کو یہاں گزر نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو مایوس نہیں کرتا بلکہ ان کی دعا کو

شرف قبولیت بخشتا ہے اور اُسے ان کی رعایت مطلوب ہوتی ہے۔

درمختار جلد سوم باب اللقطہ کے آخر میں گم شدہ چیز کو تلاش کرنے کے لئے ایک عمل لکھا ہے۔ ترجمہ: جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ شخص چاہے کہ اللہ تعالیٰ وہ چیز واپس دلا دے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ رو کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کرے پھر سیدی احمد بن علوان کو پھر یہ دعا پڑھے۔ اے میرے آقا اے احمد اے ابن علوان اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال لونگا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کی گمی ہوئی چیز کو ان کی برکت سے ملا دے گا۔

اس دعا میں سید احمد ابن علوان کو پکارا بھی۔ ان سے مدد بھی مانگی۔ اُن سے گم شدہ چیز بھی طلب کی۔ یہ دعا امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے بتائی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر آتا ہوں ان کی برکت سے کام ہو جاتا ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم کی قبر قبولیت دعا کے لئے آزمودہ تریاق ہے اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جا سکتی ہے۔

(نقل از جاء الحق وزہق الباطل مصنفہ مولٰنا مفتی الحاج احمد یار خاں صاحب گجراتی)

بزرگانِ دین کی قبور سے فیض کے واقعات:

علامہ جلال الدین سیوطی ایک حدیث شریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب تم قبرستان جاؤ تو سورۃ فاتحہ اخلاص اور الہٰکم التکاثر پڑھا کرو تا کہ آخرت میں یہ اہل قبور تمہاری شفاعت کریں۔ معلوم ہوا کہ جہاں ان آیات کا پڑھنا اہل قبور کے لئے فائدہ مند ہے وہاں پڑھنے والوں کے لئے بھی نفع بخش۔ پھر جب کسی ولی اللہ کے مزار پر پڑھی جائیں تو خدا معلوم کتنا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ ہر شخص کی سفارش اس کے درجہ کے لحاظ سے ہوگی۔ بہجتہ الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا معروف کرخی حضرت سیدنا غوث الاعظم، حضرت سیدنا عقیل

بلخی، حضرت سیدنا حیات بن قیس ہراتی اولیائے امت اپنی قبروں میں زندوں کی طرح حیات ہیں بلکہ اب ان کے روحانی تصرفات مادی زندگی کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔

اولیاء اللہ کی ضرورت

جس طرح دنیا کو بارش و آفتاب کی ہمیشہ ضرورت ہے، اسی طرح اولیاء اللہ کی بھی حاجت ہے جس طرح عالمِ اجسام میں زمین اور اس کی کھیتیاں، باغات فیض لینے والے ہیں اور آفتاب و بارش فیض دینے والے ہیں۔ اسی طرح عالمِ روحانیت میں انبیائے کرام اور ان کے بعد اُن کے ذریعہ مشائخ کبار و اولیاء اللہ فیض دینے والے ہیں اور سارا جہان اُن کا حاجت مند۔ اولیائے کرام کے ذریعہ ہی اُمت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تعلق قائم ہے۔ اولیاء اللہ کی کرامات سے کمال مصطفوی کا پتہ چلتا ہے، اندھے کو لاٹھی کی ضرورت ہوتی ہے اور مرد کو پیرِ کامل کی۔

؎ پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر — ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
مرد بے دانشے در راہ گمراہ — کہ راہ دُور و تاریک است بَر چاہ

ترجمہ: پیر سے بیعت کر کہ روحانی سفر پُر خطر ہے۔ پیر باخبر کے بغیر مشکل ہے۔
بے عقل پیر رہبری نہیں کر سکتا کہ روحانی سفر لمبا اور خطرناک ہے۔

ایک عام فہم مثال:

ریلوے انجن اپنی طاقت سے ریل کے ڈبے خواہ وہ فسٹ کلاس، سیکنڈ کلاس یا مال کے ہوں کھینچ لے جاتا ہے بشرطیکہ اُس سے کڑی مضبوطی سے ملی ہوئی ہو۔ مسلمان گویا ریل کے ڈبے ہیں۔ اولیاء اللہ بمنزلہ مضبوط کڑیوں کے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ سب کے رہبر اعظم۔ اگر ہمارا سلسلہ حضور نبی کریم ﷺ سے بذریعہ اولیائے کرام درست طریق سے ملا ہوا ہو تو ہم انشاء اللہ ضرور منزل مقصود تک پہنچ جائینگے ورنہ نہیں۔ رہبر کامل کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔

ع کہ ایں خیال است و محال است و جنوں

آقائے نامدار محبوب پروردگار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو چاہیں جب چاہیں جتنا چاہیں جس طرح چاہیں عطا فرما دیں۔

بعد از وصال

داد رسی: ابراہیم بن اسحاق بغداد کے کوتوال تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم خواب میں مجھے ارشاد فرمایا "قید خانہ سے قاتل کو رہا کر دو" بیدار ہونے پر میں نے معلوم کر کے قید خانہ سے قتل کے ملزم کو بلوایا۔ اُسے احوال بیان کرنے کے لئے کہا۔ اس نے کہا کہ میں اُس گروہ سے ہوں جو ہر رات حرام کاری کرتے ہیں۔ ایک بُوڑھیا اجرت پر مقرر کر رکھی تھی جو حسین عورتوں کو بہلا پھسلا کر ہمارے پاس لے آتی تھی ایک روز وہ بڑھیا نہایت حسینہ کو لائی جس نے نہایت عاجزی سے کہا کہ میں سید زادی ہوں میری عصمت نہ لوٹو۔ میرے دل پر اس کی باتوں کا اثر ہوا اور اُسے رہا کرنا چاہا مگر دوسرے ساتھی بگڑ گئے۔ اس گروہ میں سے ایک شیطان صفت اس حسینہ کی آبرو لوٹنے پر تلا بیٹھا تھا۔ میں نے اس کا مقابلہ کیا اور حسینہ کو اشارہ کیا اور وہ ہمیں لڑتا دیکھ کر فرار ہو گئی۔ میں نے اس شیطان صفت ساتھی کو چھری سے قتل کر ڈالا۔ غل غپاڑہ سن کر لوگ جمع ہو گئے۔ میرے ہاتھ میں خون آلود چھری دیکھ کر اور ایک لاش سامنے دیکھ کر سپاہی مجھے پکڑ کر لے گئے۔ کوتوال نے یہ واقعہ سن کر ملزم سے کہا کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں تجھے آزاد کیا۔ اس کے بعد وہ ملزم افعال رذیلہ اور قبیحہ سے تائب ہو گیا۔

لطف وکرم:

حاجی سید علی اشرف صبوحی اپنے بیٹے حاجی محمد ولی اشرف صبوحی کو ساتھ لے کر 1935ء میں دہلی سے عازم حج ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ اس زمانہ میں مسجد نبوی شریف صلی اللہ علیہ وسلم میں مولٰنا عبدالباقیؒ فرنگی محلہ لکھنوی درس حدیث دیتے تھے۔ مولٰنا بہت کمزور ہو گئے تھے کہ کچھ عرصہ سے درس کی پابندی میں فرق آ گیا تھا۔ مولٰنا

صاحب نے حاجی صاحب سے فرمایا کہ آپ حکیم نابینا صاحب دلّی والوں سے میرے لئے کوئی مقوی دوا منگوا دیں تا کہ آخر وقت تک درس حدیث جاری رکھ سکوں۔ حاجی صاحب تو مدینہ طیبہ ہی میں رُک گئے۔ البتہ ولی اشرف صبوحی صاحب کو ہدایت کی کہ حکیم نابینا (حکیم عبدالوہاب انصاری) سے کوئی دوا لے کر بھیج دیں چنانچہ حکیم صاحب نے مولٰنا عبدالباقی صاحب کے لئے "روح الذہب" کی ایک شیشی مدینہ منورہ بھجوا دی۔ بیس پچیس دن بعد حکیم نابیناء صاحب کو خواب میں آقائے نامدار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حکیم صاحب نے دیکھا کہ آپ ﷺ میرا دوا رکھنے والا صندوقچہ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ کیا ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "روح الذہب" کی تلاش ہے۔ حکیم صاحب نے عرض کی کہ وہ تو ختم ہو گئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نئی تیار کر کے عبدالباقی کو بھیج دو۔ آپ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کر دی گئی۔ حکیم صاحب کو بے حد اطمینان ہوا اور خوشی حاصل ہوئی کہ پہلے بھی انہوں نے مولٰنا عبدالباقی کے لئے روح الذہب تجویز کی تھی اور اس تجویز کی تصدیق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی۔

جانوروں پر ترس کا ثمرہ:

تاریخ دولت ناصری میں لکھا ہے کہ ابتدائی زمانہ میں امیر ناصر الدین سبکتگین ایک غلام تھا اور نیشاپور میں قیام تھا۔ ایک روز شکار کی تلاش میں جنگل میں پھر رہا تھا۔ اس نے دور سے دیکھا کہ ایک ہرنی اپنے بچے کے ساتھ چر چگ رہی تھی۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ہرنی کا بچہ پکڑ لیا اور شہر کی طرف چل دیا۔ شہر کے نزدیک اس نے مڑ کر جو دیکھا تو ہرنی بیچاری اس کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی یہ دیکھ کر سبکتگین کو رحم آ گیا دل میں خیال آیا کہ اتنے ننھے منھے بچے کے گوشت سے کتنے دن گزر ہو گی۔ البتہ اس کی ماں اس کے صدمے سے نڈھال ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے بچے کو چھوڑ دیا اور بچہ اچھلتا کودتا ماں کے پاس چلا گیا اور دونوں نے جنگل کی راہ لی۔ ہرنی مڑ مڑ کر امیر سبکتگین کی طرف

دیکھتی تھی گویا شکاری کا شکریہ ادا کرتی جاتی تھی۔ اس رات امیر سبکتگین نے خواب میں حضور نبی کریم رؤف رحیم کو دیکھا۔ فرمارہے ہیں سبکتگین اس کمزور ہرنی پر رحم کر کے تو نے ہمارا دل خوش کیا ہے تجھے سلطنت کی بشارت ہے ایک دن تو بہت بڑا بادشاہ بنے گا۔ اُس وقت بھی خدا کے بندوں پر ایسی ہی شفقت کرنا تا کہ تیری سلطنت کو دوام حاصل ہو۔ سبکتگین بادشاہ بنا۔ اس کی اولاد میں 14 بادشاہ ہوئے جو نواح لاہور تک حکمران رہے تاریخ وفات 387ھ/ 997ء عمر 56 سال۔

ایک طالب علم کی مدد:

سلطان محمود غزنوی فاتح سومنات سبکتگین کا بیٹا تھا۔ اسے تین باتوں کے متعلق شکوک تھے۔ (۱) آیا میں سبکتگین کا لے پالک ہوں یا اس کا حقیقی بیٹا۔ (۲) اس حدیث شریف کی بابت کہ العلما ورثۃ الانبیاء (علماء انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں) (۳) قیامت کے متعلق۔ سلطان بھیس بدل کر رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لئے رات کو شہر میں نکلتا تھا۔ ایک رات محمود غزنوی نے دیکھا کہ ایک طالب علم مدرسہ میں اپنا سبق یاد کر رہا ہے۔ مدرسہ کے اندر روشنی کا کوئی انتظام نہیں۔ روشنی کے لئے وہ ایک بیئے (بمعنی دکاندار) کے چراغ کے قریب جا کر سبق دیکھتا ہے۔ یہ سبق یاد کر کے پھر دکان پر جاتا ہے اور واپس آتا ہے۔ یہ دیکھ کر سلطان کا دل بھر آیا اور شمع دان جو ایک خادم اٹھائے ہوئے تھا۔ اس طالب علم کو دے دیا۔ اس شب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلطان محمود نے خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ فرمارہے ہیں ''یا ابن سبکتگین! اعزک اللہ تعالی فی الدارین کما اعززت ورثتی'' (اے سبکتگین کے بیٹے! خدا تمہیں دونوں جہان میں عزت دے جیسے تو نے میرے وارث کو عزت دی) اس طرح خواب کے ذریعہ آپ ﷺ نے سلطان محمود کے تینوں شکوک رفع کر دیئے۔

ایک مجوسی پر شفقت:

تا تار خانیہ میں تحریر ہے کہ بغداد میں ایک انجمن تھی۔ اراکین انجمن کسی ضرورتمند

شخص کی ضرورت چندہ اکٹھا کر کے پوری کر دیتے۔ ایک مرتبہ کسی مسلمان کو پانچ ہزار روپیہ کی ضرورت پیش آئی۔ کمیٹی والوں نے حسبِ دستور چندہ اکٹھا کرنا شروع کیا۔ اتنے میں ایک مجوسی نے چپکے سے اس ضرورت مند کو دس ہزار روپیہ لا کر دے دیا۔ پانچ ہزار قرضہ کی ادائیگی کے لئے اور پانچ ہزار تجارت کے لئے۔ اسی رات اس مجوسی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں ''تو نے ایک مسلمان کی مشکل حل کی۔ خدا تیری سعی قبول فرمائے۔ اس نے پوچھا آپ ﷺ کون ہیں؟ فرمایا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)''۔ یہ شخص اسی وقت آپ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام لے آیا۔ صبح جامع مسجد میں حاضر ہو کر مسلمانوں کے روبرو تمام واقعہ بیان کیا۔ اللہ اکبر۔

اسی طرح کا واقعہ بغداد کے ایک اور مجوسی کا ہے جس نے ایک بیوہ سیدزادی کی مدد کی تھی جس کے بچے تین دن سے بھوکے پیاسے تھے۔ اس مجوسی نے کھانے پینے کا سامان خود اٹھایا اور اس سیدزادی کے گھر پہنچایا۔ بچے کھا پی کر خوش ہوئے اور اس مجوسی کے حق میں دعائے خیر کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان بزرگ کو ارشاد فرمایا کہ بغداد کے فلاں مجوسی کو میرا اسلام پہنچاؤ۔ وہ بزرگ حیران ہوئے کہ مجوسی اور حضور ﷺ کا سلام۔ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق وہ بزرگ بغداد میں اس مجوسی سے ملے اور دریافت کیا کہ ان چند ایام کے دوران کوئی خاص نیک کام کیا ہو مجوسی نے ذہن پر زور دیا اور کہا ہاں۔ میں نے ایک سیدزادی جو بیوہ ہے اور اس کے بچے تین دن سے بھوکے پیاسے تھے کی مدد اشیائے خوردنی سے کی تھی میں نے دیکھا کہ کھا پی کر ان بچوں نے مجھے دعائے خیر سے یاد کیا۔ اس پر اُن بزرگوں نے فرمایا سنو! ان بچوں کے نانا محترم (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے نبی کریم) نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ وہ مجوسی دم بخود رہ گیا۔ بے خود پکار اُٹھا۔ ''اتنا باخبر نبی۔ ایسے نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی میں دیر نہ کرنی چاہیے اور مسلمان ہو گیا۔ اس کا سارا کنبہ بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ (وہ لوگ جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دور سے نہیں سنتے جان لیں کہ آپ ﷺ دور سے سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں)۔

حقّہ کی بُو:

ایک شخص جنگل میں تنہا جا رہا تھا۔ اس کی سواری کے جانور کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ پریشانی کے عالم میں اس نے درود شریف کا ورد شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ تین بزرگ تشریف لائے ان میں سے دو صاحبان اس کے نزدیک آئے اور اس کے جانور کا پاؤں درست کر دیا۔ تیسرے بزرگ دور تشریف فرما رہے اس شخص نے ان دو صاحبان سے دریافت کیا کہ آپ حضرات کون ہیں کہ جنگل میں میری مدد کی ہے۔ ان دونوں صاحبان نے فرمایا ہم حسنؓ، حسینؓ ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور جو دور کھڑے ہیں وہ ہمارے نانا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اس شخص نے فریاد کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے قدم بوسی سے محروم نہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تیرے منہ سے حقّہ کی بو آتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم نے لاہور شہر کے دو اشخاص کا ذکر فرمایا۔ ایک انتہا درجہ کا عالم فاضل اور جامع کمالات مگر تمباکو سے پرہیز نہ کرتا تھا۔ دوسرا شخص عامی درویش مگر تمباکو سے نفرت تھی۔ ایک رات دونوں کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ عامی درویش آپ ﷺ کی مجلس میں اطمینان سے بیٹھا ہے مگر فاضل حقہ نوش کو مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ عامی نے اہل مجلس سے وجہ دریافت کی انہوں نے بتایا کہ یہ عالم فاضل تمباکو نوش ہے۔ اور جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمباکو سے کراہت فرماتے ہیں۔ بایں باعث آپ ﷺ اس کی شرکت اپنی مجلس میں پسند نہیں فرماتے۔ وہ نیک شخص صبح اس فاضل کے مکان پر گیا۔ دیکھا کہ وہ فاضل مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کی اجازت نہ ملنے کے باعث رو رہا ہے۔ عامی درویش نے اسے کہا کہ میں نے اجازت نہ ملنے کی وجہ دریافت کر لی ہے اور وہ تمباکو نوشی ہے۔ اس فاضل نے وجہ معلوم ہوتے ہی حقہ چور چور کر ڈالا اور سچی توبہ کر لی۔ آنے والی شب پھر دونوں کو مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس مرتبہ وہ فاضل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی قریب بیٹھا تھا اور آپ ﷺ نہایت مہربانی سے اس کی طرف شفقت و

عنایات فرما رہے ہیں۔ (حیات ولی ص 304 تا 308)

پیرومرشدی حضرت گنج کرم حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کوئی مصیبت زدہ حاضر ہوتا اور اپنی پریشانی بیان کرتا کہ یا حضرت! بیمار رہتا ہوں یا کاروبار مندہ ہے یا اولاد نرینہ نہیں یا اولاد کی نعمت سے محروم ہوں تو آپ فرماتے کہ تم حقہ سگرٹ نوشی کرتے ہو۔ تم یہ بُری عادت چھوڑ دو۔ تمہاری حاجت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے جلد پوری ہوگی۔

اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ حقّہ نوش لوگوں کو حضرت کرمانوالےؒ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے کہ ”شاہ صاحب“ کو حقہ چھڑانا خوب آتا ہے۔

حضرت سائیں توکل شاہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں پہلے پان وتمباکو بکثرت کھاتا تھا۔ ایک روز میں نے درود شریف بہت پڑھی شب کو عالم رویاً میں دیکھا کہ ایک عجیب باغ ہے اس میں ایک پختہ اور نہایت عمدہ چبوترہ پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ میں نے قدم بوسی کی اور مجھے آپ ﷺ نے سینہ مبارک سے لگا لیا مگر چہرہ انور میری جانب سے موڑ کر دوسری جانب کر لیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کیا قصور ہوا۔ فرمایا قصور تو کچھ نہیں البتہ تمہارے منہ سے تمباکو کی بدبُو آتی ہے۔ اس روز سے میں نے تمباکو و پان کھانا بالکل ترک کر دیا بلکہ مجھے ان سے نفرت ہوگئی۔

(ذکرِ خیر از خواجہ محبوب عالمؒ صفحہ 136)

بادشاہت عطا کر دی:

ایک مرتبہ شیر شاہ سوری نے خواب میں خود اور نصیر الدین ہمایوں کو دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود دیکھا۔ ہمایوں نے تاج شاہی پہنا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمایوں کے سر سے تاج شاہی اتار کر شیر شاہ کے سر پر رکھ دیا فرمایا ”عدل و انصاف سے حکومت کرنا“۔ شیر شاہ سوری بیدار ہوا۔ اس خواب کے تھوڑے عرصہ بعد شیر شاہ سوری کی قلیل فوج اور ہمایوں کی کثیر فوج کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ ہمایوں شکست کھا کر بمشکل

جان بچا کر ایران چلا گیا۔ شیر شاہ سوری کے عدل و انصاف کے بہت واقعات مشہور ہیں۔
معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی مختار ہیں۔

سلطان التمش پر التفات:

سلطان کو ایک حوض بنانے کی ضرورت تھی۔ یہ درویش صفت بادشاہ خاندان غلاماں کا مقتدر حکمران تھا۔ اراکین سلطنت کو ساتھ لے کر جگہ تلاش کرتے کرتے اس جگہ پہنچ گیا جہاں دلی میں حوض شمس ہے۔ یہ جگہ پسند کی۔ تصدیق کی نیت سے رات مصلہ پر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ اس جگہ جہاں اب حوض کا چبوترہ ہے ایک بے حد حسین شخص گھوڑے پر سوار ہیں۔ چند آدمی ہمراہ ہیں۔ انہوں نے سلطان کو اپنے روبرو بلایا اور فرمایا کیا چاہتا ہے ہمراہیوں میں سے کسی نے کہا اے التمش! یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ﷺ سے اپنی مراد مانگ لے۔ یہ سنتے ہی التمش نے آپ ﷺ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ جس جگہ اب حوض شمسی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے نے اپنے پاؤں کا سُم مبارک مارا۔ جس سے پانی نکل آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے شمس! اس جگہ حوض بنائیو کہ یہاں سے ایسا لذیذ پانی نکلے گا کہ کسی جگہ ایسا لذیذ پانی نہ ہوگا۔ اس کے بعد سلطان بیدار ہوا اس جگہ جا کر دیکھا تو واقعی پانی نکل رہا تھا۔ حوض شمسی (شمس نام کی نسبت سے) 627ھ میں تعمیر کیا گیا جو پہاڑوں کے درمیان تھا۔ (معلوم ہوا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم جسد اطہر دنیوی کے ساتھ تشریف فرما ہوئے تھے اور اسپ مبارک بھی خیالی نہ تھا)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر نظر شفقت: (حضور صلی ﷺ نبی مختار ہیں)

شاہ عبدالحق محقق الاسلام ان اولیائے کرام سے ہیں جنہیں خواب میں ہر روز دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی تھی۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں دکن کے ایک شہر میں گیا شہر کے قاضی عبدالعزیز نامی سے اس شہر میں کسی نیک دل فقیر یا درویش صفت انسان کا دریافت کیا تا کہ ان کی ملاقات کروں۔ قاضی صاحب نے بتایا ایک شخص اہل باطن سے مشہور ہے۔ بہت سے لوگ اس کے مرید اور معتقد ہیں۔ مگر اس

کی خلاف شرع باتوں سے میں خوش نہیں۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ وقت فجر میں اس درویش کو دیکھنے گیا۔ وہ دیکھتے ہی بولا ''مولوی عبدالحق آپ کا بڑا انتظار تھا۔ جب میں بیٹھ گیا تو مزاج پرسی کے بعد فقیر نے صراحی سے ایک جام خود نوش کیا اور دوسرا جام بھر کر مجھے دیا۔ میں نے تین بار انکار کیا کہ میرے واسطے حرام ہے۔ اس نے کہا پی لے ورنہ پچھتائے گا۔ میں چلا آیا۔ رات جب میں مراقب ہوا تو دیکھا کہ جہاں خیمہ مبارک دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ایستادہ ہے اس سے چند قدم کے فاصلہ پر وہ فقیر لٹھ لئے کھڑا ہے۔ ہر چند میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ مبارک کی طرف جانا چاہا اس فقیر نے نہ جانے دیا۔ ناچار واپس آ گیا۔ دوسرے روز پھر اس فقیر کے پاس پہنچا۔ اس نے پھر جام پیش کیا۔ میں نے نہ لیا اس نے کہا پی لے ورنہ پچھتائے گا۔ میں چلا آیا۔ رات پھر وہی معاملہ پیش آیا۔ میں حیران ہوا چوتھی شب جو مراقب ہوا تو اسی فقیر کو سدِ راہ پایا۔ وہ لٹھ لے کر میری جانب دوڑا کہ خبردار جو آگے قدم بڑھایا۔ اس وقت حالت بے قراری میں میرے مونہہ سے نکلا ''یارسول اللہ الغیاث''۔ اسی وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ عبدالحق چار شب سے حاضر نہیں ہوا۔ دیکھو تو باہر کون پکارتا ہے بلاؤ۔ انہوں نے مجھے فوراً حاضر کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عبدالحق تو چار راتوں سے کہاں تھا۔ میں نے سارا قصہ عرض کر دیا۔ اس پر آپ ﷺ نے اُس ملنگ کی نسبت فرمایا ''اخرج یا کلب''، صبح کے وقت میں فقیر کے پاس جانے کے لئے روانہ ہوا تو دیکھا اس کا حجرہ بند ہے۔ دو چار مرید بیٹھے ہوئے ہیں۔ پوچھا کیا سبب ہے کہ پہر دن چڑھا ہے اور دروازہ نہیں کھلا۔ دروازہ کھولا گیا تو پیر ندارد۔ حیران ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ آیا کوئی جانور یہاں سے نکلا تھا؟ تو مرید بولے کہ ایک کالا کتا تو ہم نے یہاں سے جاتے دیکھا تھا۔ حضرت شاہ عبدالحق نے فرمایا کہ بس وہی تمہارا پیر تھا کیونکہ رات یہ معاملہ پیش آیا اب چاہو تو بیعت رکھو یا فسخ کر دو۔ تمہارا پیر کتا بن چکا ہے۔ رات کا تمام واقعہ سن کر اس درویش کے تمام خدام نے توبہ کی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے بیعت ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کو بُرا بھلا کہنے کی سزا:

مولٰنا عبدالرحمٰن جامی لکھتے ہیں کہ امام مستغفری نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ نیک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حوض کوثر پر تشریف فرما دیکھا۔ حضرات حسنین لوگوں کو آبِ کوثر پلا رہے ہیں۔ میں نے بھی پانی مانگا مگر دونوں حضرات نے انکار کر دیا۔ میں نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات عرض کر دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا ایک ہمسایہ ہے جو حضرت علیؓ کو بُرا بھلا کہتا ہے تم اُسے منع نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ طاقتور ہے مجھے مار ڈالے گا۔ میں اسے کیسے روک سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے عالم خواب میں ہی مجھے ایک چھری دی فرمایا جا اُسے جا کر ذبح کر دے میں نے عالمِ خواب اسے ذبح کر ڈالا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کر دیا۔ تب آپ ﷺ نے امام حسنؓ سے فرمایا اسے پانی پلا دو۔ جس پر مجھے پانی کا پیالہ عنایت ہوا میری آنکھ کھل گئی۔ میں نہایت خوف زدہ تھا۔ میں نے نماز ادا کی دن نکل آیا۔ میں نے لوگوں کا شور سنا کہ فلاں آدمی کو کوئی سوتے میں بستر پر ذبح کر گیا ہے۔ حاکم کے پیادے آئے ہمسایہ کو پکڑ کر لے گئے۔ میں حاکم کے روبرو پیش ہوا اور سارا خواب سنایا۔ اس نے کہا اب جاؤ اپنی راہ لو تم واقعی بے گناہ ہو اور یہ لوگ بھی جنہیں میرے سپاہی پکڑ کر لائے ہیں بے گناہ ہیں۔

خلوصِ نیت:

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح کو ایصال ثواب کے لئے عمدہ کھانے پکوائے۔ جب خادم نے کھانا تقسیم کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا ٹھہر جا۔ کچھ دیر بعد پھر یہی جواب ملا۔ خادم نے انتظار کی وجہ دریافت کی تو فرمایا "میں کیسے اجازت دیتا کہ اس وقت میرے بھائی علی احمد صابرؒ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح کو ثواب کے لئے بھُنے ہوئے چنے تقسیم کیئے تھے تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن اُدھر متوجہ ہیں۔ پس ایسی حالت میں، میں

نے کھانا تقسیم کرنا پسند نہ کیا بلکہ یہ چاہا کہ آپ ﷺ توجہ شریف اِدھر فرمائیں تو پھر کھانا تقسیم کراؤں"۔

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ہر سال مولود شریف کے دن عمدہ کھانے پکواتے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح کو ایصال ثواب کرتے۔ ایک مرتبہ مالی حالات کچھ ایسے ناموافق تھے کہ بازار کے بھنے ہوئے چنوں پر اکتفا کرنا پڑا۔ شاہ عبدالرحیمؒ کو رات خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ وہی بھُنے ہوئے چنے آپ ﷺ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ از حد خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں۔

حضرت مولٰنا عبدالرحمٰن جامی عاشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشہور نعت لکھی اور حج کے موقعہ پر بیت اللہ شریف لے گئے۔ ارادہ تھا کہ نعت شریف روضہ اطہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہو کر پڑھیں گے۔ حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ﷺ نے انہیں ہدایت کی کہ جامی کو مدینہ منورہ نہ آنے دیں۔ امیر مکہ نے ممانعت کر دی مگر مولٰنا جامیؒ پر جذب وشوق اس قدر غالب تھا کہ جانب منزل چل دیئے۔ امیر مکہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ خواب میں ارشاد فرمایا کہ جامی کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر مکہ کے آدمی انہیں راستہ سے پکڑ لائے اور امیر مکہ نے انہیں جیل میں ڈال دیا۔ امیر مکہ کو تیسری بار حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جامی کوئی مجرم نہیں ہے بلکہ اس نے کچھ نعتیہ اشعار کہے ہیں جو میری قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کیلئے میرا ہاتھ نکلے گا جس سے فتنہ ہوگا۔ اس کا ایک شعر یہ ہے۔

ز مہجوری برآمد جانِ عالم　　ترحم یا نبی اللہ ترحم

ترجمہ: یا رسول اللہ! آپ کے ہجر میں تمام عالم جاں بلب ہے یا نبی اللہ! رحم فرمایئے رحم۔ اور اپنے دیدار جاں آفریں سے مشرف فرمائیں۔

شیخینؓ سے گستاخی کی سزا:

امام مستغفری نے کتاب دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے کہ ایک ثقہ شخص نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن کو جا رہے تھے۔ ہم میں ایک شخص کوفہ کا تھا وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو بُرا بھلا کہا کرتا تھا۔ ہم ہر چند اُسے منع کرتے مگر وہ باز نہ آتا۔ جب یمن کے نزدیک پہنچے تو ہم ایک جگہ اُتر کر سو رہے۔ کوچ کے وقت اُٹھ کر ہم نے وضو کیا۔ اس کو جگایا وہ اٹھا تو کہنے لگا۔ افسوس میں تم سے جدا ہو کر اسی منزل میں رہ جاؤں گا۔ ابھی میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ میرے سر پر کھڑے فرماتے ہیں اے فاسق! تو اس منزل میں مسخ ہو جائے گا۔ ہم نے کہا وضو کر۔ اس نے پاؤں سمیٹے ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے اس کا مسخ شروع ہوا اور ہوتے ہوتے وہ بندر کی شکل بن گیا۔ ہم نے اُسے پکڑ کر رسیوں سے اونٹ پر باندھ دیا۔ اور وہاں سے روانہ ہوتے وقت غروب آفتاب ایک جنگل سے گزر ہوا وہاں چند بندر جمع تھے۔ وہ انہیں دیکھتے ہی رسی تڑا کر ان میں جا ملا۔ نعوذ باللہ منہا۔

حضرت یافعی فرماتے ہیں کہ عارف باللہ شیخ ابن الرعبؒ یمنی کی عادت مبارک تھی کہ اپنے وطن سے سفر کر کے پہلے حج ادا کرتے۔ پھر روضہ اطہر پر حاضر ہو کر والہانہ اشعار قصیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبین حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے۔ ایک مرتبہ حسب عادت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ میری دعوت قبول فرمائیں۔ حضرت شیخ نے اتباع سنت میں دعوت قبول کر لی۔ آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ شخص رافضی ہے اور حضرات شیخینؓ کی مدح سے ناراض ہے۔ حسب وعدہ آپ اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ جونہی آپ مکان میں داخل ہوئے تو دو ۲ حبشی غلام ان سے لپٹ گئے۔ اور ان کی زبان کاٹ ڈالی۔ اس کم بخت رافضی نے کہا جاؤ یہ زبان ابوبکرؓ اور عمرؓ کے پاس لے جاؤ جن کی تم مدح کرتے تھے کہ وہ اسے جوڑ دیں۔ وہ بزرگ کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لے کر روضہ

اقدس پر حاضر ہوئے اور زبان کی بجائے آنسوؤں کے ذریعہ داستان غم سنائی۔ آنکھ لگ گئی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ ﷺ کے صاحبین حضرات ابوبکرؓ صدیق اور فاروق اعظمؓ بھی تھے اور اس واقعہ سے غمگین تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ سے وہ کٹی ہوئی زبان اپنے دست شفقت میں لی اور شیخ کے موہنہ میں رکھ دی وہ جڑ گئی۔ شیخ خواب دیکھ کر بیدار ہوئے تو زبان بالکل درست تھی۔ دوسرے سال پھر صبح کے وقت مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حسب عادت قصیدہ مدحیہ شیخین روضہ اطہر کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک شخص نے دعوت کی درخواست کی آپ نے قبول فرمالی۔ اور اس کے ساتھ مکان پر تشریف لے جا کر دیکھا کہ وہی پہلا مکان ہے۔ اس شخص نے عزت سے بٹھایا اور پُر تکلف کھانے کھلائے۔ پھر شیخ کو ایک کوٹھری میں لے گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک بندر بیٹھا ہے۔ اس شخص نے بتایا کہ یہ بندر میرا باپ ہے جس نے آپ کی زبان قطع کرائی تھی۔ حق تعالیٰ نے اسے بندر کی صورت میں مسخ کر دیا۔ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ بعد وصال روضہ اقدس میں بحیات دنیویہ زندہ ہیں اور پہلے کی طرح سیرت اور معجزات کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے۔

؎ صحابہ سے کرتے ہیں جو بے وفائی
انہی پر ہے غضب و عتاب الٰہی

خیر الموانس میں ہے کہ ایک نیک بخت لکڑیاں بیچا کرتا تھا۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے وہ یوں کہا کرتا۔ "الٰہی! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سورج اور چاند سے بھی زیادہ منور اور روشن ہیں حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ کی نیکیوں کے برابر رحمت نازل فرما۔ بعض لوگ یہ کلمات سن کر جل جاتے۔ ایک دن ان لوگوں نے دیکھا کہ اس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا ہے۔ پوچھا فروخت کرتے ہو اس نے کہا ہاں۔ وہ اسے مکان پر لے گئے اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور اُسے مکان سے دور لے جا کر پھینک دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شیخینؓ کریمین اس کے پاس تشریف لے آئے۔ دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو لے کر ان کی جگہ جوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی برکت سے اُسے اصلی حالت میں کر دیا اور وہ لکڑ ہارا پھر اسی طرح لکڑیاں بیچنے لگا ۔ایک دن ان ظالم لوگوں نے اسے دیکھ لیا سخت متعجب ہوئے۔ اُسے گھر لے جا کر خوشامدانہ لہجہ میں پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ واقعہ سن کر انہوں نے حضرات شیخینؓ کو بُرا بھلا کہنے سے توبہ کی۔

محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ میرا ہمسایہ حضرت سیدنا ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ کو بُرا بھلا کہا کرتا تھا۔ ایک دن میرے اور اس کے درمیان سخت جھگڑا ہوا۔ مار پٹائی تک نوبت آ پہنچی۔ میں غصہ میں بھرا ہوا گھر آیا۔ رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی شفیع الورا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس چھری سے اُس کو ذبح کر ڈال۔ میں نے اُسے ذبح کر ڈالا۔ صبح بیدار ہوا تو اس کے گھر میں کہرام مچا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ وہ شخص حمام کے قریب مرا پڑا ہے اور اس کی گردن پر چھری کے گہرے زخم تھے۔

ایک نیک شخص حج کے لئے روانہ ہوا۔ زائد سامان بغداد کے ایک زاہد کے پاس رکھ گیا۔ رخصت ہوتے وقت زاہد نے اس نیک شخص سے کہا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کرتا اور کہنا کہ اگر آپ ﷺ کے دونوں ہم پہلو (حضرات شیخین) نہ ہوتے تو میں ہر سال آپؐ کی زیارت کے لئے آیا کرتا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر اُسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت صدیقؓ اکبر اور حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ساتھ ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ فلاں شخص کا پیام بیان کرو۔ میں نے جونہی وہ پیام عرض کیا آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ فلاں شخص کو حاضر کرو۔ وہ زاہد فوراً آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا اس کی گردن اڑا دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فوراً اس کا سر قلم کر دیا۔ اس زاہد کے جسم سے خون کے تین قطرے میرے کپڑوں پر آ گرے۔ آنکھ جب کھلی تو وہ تین قطرے میرے کپڑوں پر موجود تھے۔ جب میں مدینہ منورہ سے واپس بغداد پہنچا۔ تو اس کا ہم شکل بیٹا مجھے ملا میں نے اس سے زاہد کی بابت دریافت

کیا۔ بیٹے نے کہا ایک دن کا ذکر ہے کہ میرا باپ گھر میں سویا ہوا تھا کہ دفعتاً کوئی شخص اُسے اٹھا کر لے گیا اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ میں نے اس سے اپنا خواب بیان کیا تو وہ رونے لگا۔ حضرات شیخینؓ کی دشمنی اور دشنام تراشی سے توبہ کی۔ میرا سامان مجھے واپس کر دیا۔

(خیر المونس جلد دوم)

ے دیکھو تو رفاقت یہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی
چھوڑا نہ پسِ مرگ بھی پہلوئے محمد (ﷺ)

یتیموں کی پرورش:

حاجی ابراہیم صاحب سے روایت ہے کہ ایک روز بوقت فجر حضرت خواجہ عبدالخالقؒ نے مجھ سے فرمایا کہ آج تین بجے شب میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ موجود ہیں اور ایک دوسرے کو کسی مکان[1] کی بنیاد رکھنے کے لئے فرما رہے ہیں۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے ایک اینٹ اٹھائی اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے گارا بچھایا اور اس پر اینٹ رکھ دی اور فرمایا کہ یہ آسائش گاہ یتامیٰ ہے۔ پھر کچھ شیرینی بھی تقسیم فرمائی۔

مرزائیت کا ردّ:

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ یہ مرزا قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ کی مقراض سے میری احادیث کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔

(یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نے خود کشفی رنگ میں دیکھا کہ ایک شخص گورداسپوری نمونہ کی پگڑی باندھ کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پیٹھ موڑ کر بیٹھا ہے

[1] حضرت خواجہ عبدالخالق نقشبندی دائی کوٹ عبدالخالق کو یتیموں سے بہت الفت تھی۔ ان کے لئے کوٹ عبدالخالق میں ایک یتیم خانہ جاری کیا ہوا تھا۔ جب یتیم خانہ کی تعمیر مکمل ہوئی تو فرمایا میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کے لئے یہ کام کیا ہے۔

اور آپ ﷺ کو اس پر غصہ آ رہا ہے) چنانچہ پہلے آپ نے حیات مسیح (علیہ السلام) اور نزول مسیح علیہ السلام کے مسلمہ عقائد پر ''شمس الهدایت'' 1317ھ مطابق 1900ء میں تحریر فرمائی اور پھر 1319ھ مطابق 1902ء میں ''سیف چشتیائی''۔ یہ دونوں کتابیں قادیانیت کی تردید میں لکھی گئیں۔ آپ نے اپنی زبان اور قلم دونوں سے قادیانیوں کے عقائد باطلہ کی پُر زور تردید کی اور جلد ہی ہر طبقہ اور فرقہ کے علماء نے اس محاذ پر آپ کو اپنا سربراہ تسلیم کر لیا (مقالات مرضیہ المعروف بہ ملفوظات مہریہ یعنی سید پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ کے ملفوظات مبارک ملفوظ 61 (الف) صفحہ 104 ناشر قاضی محمد نور عالم گولڑا شریف، ضلع راولپنڈی قیمت تین روپیہ۔ سن اشاعت 1965ء مطابق 1385ھ (تاریخ مشائخ چشت صفحہ 713 تا 714) (حضرت قبلہ عالم گولڑا شریف از حاجی ملک)

صلہ رحمی:

مولانا صدرالدین صاحب رفاعی (خطیب مدنی مسجد، سٹیلائٹ ٹاؤن ''بی'' بلاک راولپنڈی) ایک جید عالم ہیں۔ انہوں نے مجھے یہ خواب خود تحریر کر کے دیا۔ نہایت مستند، صحیح اور سچا خواب ہے۔ غیر مطبوعہ ہے۔ مولانا میر محمد بھان بھامڑی (ضلع گورداسپور، مشرقی پنجاب، بھارت میں بھان بھامڑ ایک جگہ کا نام ہے) ایک عالم اور بزرگ تھے۔ قیام پاکستان سے قبل ایک مرتبہ سخت علیل ہوگئے۔ شدید بیماری اور نقاہت کے عالم میں ان کو خیال آیا کہ حدیث شریف میں صلۂ رحمی کی جزاء میں طویل عمر کا ملنا آیا ہے۔ میں اپنی خالہ اور پھوپھی یا دو خالاؤں یا غالباً ایک ہی خالہ جو بیوہ اور محتاج امداد تھیں منت مانتا ہوں کہ اگر زندہ بچ رہا تو ان کی ماہوار نقد رقم کے ذریعے خدمت کیا کروں گا۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ میں اس حدیث کی سند کی تحقیق کر لیتا تو اچھا تھا لیکن بوجہ ضعف و نقاہت یہ تحقیق ان کے امکان میں نہ تھی۔ اس اثناء میں حالت غنودگی میں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ سے اس حدیث کے متعلق سوال کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ واقعی میری حدیث ہے اور خدا نے تمہاری منت قبول فرما لی ہے۔ اس کے بعد غالباً یہ فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مقررہ عمر میں تیس سال کا اضافہ فرما دیا ہے۔ اغلباً یہی ارشاد فرمایا۔ اس واقعہ کا ذکر وہ اپنے وعظوں میں کر دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس حساب کے مطابق میری ابھی اتنی عمر باقی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد سرگودھا آ بسے تھے۔ خواب کی بشارت کے عین مطابق عمر پا کر فوت ہوئے۔ ایک بار میں نے ان کا وعظ سنا تھا۔ لامبے و کے تھے اور کافی ضعیف العمر ہو چکے تھے۔ خدا نے ان کے مال و دولت اور اولاد میں بڑی برکت عطا فرمائی تھی اور ان کے بیٹے اور پوتے بھی ان کی زندگی میں صاحب اولاد ہو کر بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوگئے تھے۔

(سیرت النبی بعد از وصال نبی ﷺ مولفہ محمد عبدالمجید صدیقی ص ۳۴۸)

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کی عمر 30 برس باقی رہتی ہے اور وہ قطع رحم کرتا ہے یعنی رحم کے ذریعے سے جو لوگ اس کے قرابت دار ہوتے ہیں ان کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے تو اس کی باقی عمر گھٹا کر صرف تین دن کر دی جاتی ہے اور کبھی عمر تین دن باقی رہ جاتی ہے اور وہ صلہ رحمی کرتا ہے یعنی جو قرابت دار رحم کے ذریعے سے ہوتے ہیں ان پر احسان کرتا ہے تو اس کی عمر بڑھا دی جاتی ہے اور 30 سال کر دی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ عمر میں زیادتی صلۂ رحم سے ہو سکتی ہے اور عمر میں کمی قطع رحم سے ہو سکتی ہے اور اگر اس امر کو قضائے معلق اور قضائے مبرم پر محمول کریں تو یہ تکلف سے خالی نہیں (معالم التنزیل)۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ اس کے رزق میں وسعت دی جائے اور اس کی عمر بڑھے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی (اپنوں سے حسن سلوک) سے کام لے (بخاری و مسلم) ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ ''بلاشبہ صلۂ رحم کرنے سے گھر والوں میں محبت، مال میں برکت اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے''۔

احمد شاہ درّانی کا پانچواں حملہ واسطے امداد باشندگان جنڈالہ:۔

ایک رات احمد شاہ درانی سو رہے تھے کہ یکا یک نصف شب کو جاگ کر باہر آئے

اور کسی کو خبر نہ کی گھوڑے پر سوار ہو کر تین صد سوار غلامانِ خاص کو جو بطور چوکیدار کے درِ دولت پر حاضر رہتے تھے ساتھ لے کر عازمِ ہندوستان ہوئے۔ چلتے وقت نقیبوں کو ہدایت کی کہ شاہ ولی خان سے کہہ دینا کہ میں جہاد کرنے ہندوستان جا رہا ہوں تم سب فوج لے کر میرے پاس پہنچ جانا۔ وزیر نے جب یہ بات سنی تو حیرت زدہ ہوا۔ دل میں کہا ہو سکتا ہے شاہ کو خواب نظر آیا ہو کہ فوراً بغیر کہے سنے اس بے سروسامانی کے ساتھ چل دیئے۔ چونکہ وزیر سمجھدار تھا فوراً خود بھی فوج لے کر روانہ ہوا۔ احمد شاہ جب لاہور کے قریب پہنچے تو ان کے پاس دس بارہ سے زیادہ سوار نہ تھے۔ جب بادشاہ نے دریائے راوی عبور کیا تو وہاں کا رہنے والا ایک مسلمان ملا۔ شاہ نے اس سے پوچھا سکھ لوگ کہاں ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ پورے پنجاب کے سکھ جمع ہو کر ستر اَسی ہزار کے قریب امرتسر سے سات کوس کے فاصلہ پر قلعہ جنڈالہ گئے ہیں۔ انہوں نے قلعہ گھیر لیا ہے اور اذان دینے کی ممانعت کر دی ہے۔ مسلمان سخت تنگ ہیں۔ بادشاہ یہ سنتے ہی جنڈالہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب سکھوں کو یہ خبر پہنچی کہ شاہ درانی آ پہنچے تو محاصرہ سے دست بردار ہو کر عالم سراسیمگی میں بھاگ گئے۔ شاہ قلعہ کے پاس ٹھہرے کہ اتنے میں اور فوج آ گئی اور صبح تک قریب چھ ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ موقع پا کر شاہ ولی خان وزیر نے شاہ سے اس عالم بے سروسامانی میں دشمن کے ملک میں آنے کی وجہ دریافت کی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ آدھی رات کے قریب مجھے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "احمد ہم نے تجھ کو برگزیدہ کیا ہے جلد اُٹھ اور پنجاب روانہ ہو جاؤ سکھوں نے جنڈالہ کے مسلمانوں کو بہت تنگ اور عاجز کر رکھا ہے"۔ پس میں نے پسند نہ کیا کہ اس حکم کی تعمیل میں ذرا بھی توقف کروں۔ فوج اور لشکر جمع کرنے میں وقت صرف ہوتا اس لئے میں صرف فضل خدا پر تکیہ کر کے تعمیل حکم حضرت رسالتِ پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روانہ ہو گیا اور تمہارے لئے پیغام دے آیا۔ شاہ نے دو تین روز جنڈالہ میں قیام کیا۔ اس عرصہ میں جاسوس خبر لائے کہ سکھ یہاں سے بھاگ کر موضع کوپ میں ٹھہرے ہیں زین خان اور دوسرے مسلمان سرداروں کا محاصرہ کر کے ان کو تنگ کر رکھا ہے۔ لشکر اہل

اسلام بہت تھوڑا ہے۔ شاہ فوراً ان کی مدد کو پہنچے۔ سکھ قریب 80 ہزار تھے مگر شاہ کی فوج کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگے۔ شاہی فوج نے ان کا تعاقب کیا اور قریب 30 ہزار سکھوں کو قتل کر ڈالا۔ سکھوں کا قلع قمع کر کے چند روز شاہ نے وہاں قیام کیا اور وہ علاقہ بدستور زین خان کو دے کر خود قندھار روانہ ہو گئے۔ (واقعات درانی تالیف منشی عبدالکریم ترجمہ میر وارث علی سیفی، پنجابی ادبی اکیڈمی 12۔ جی ماڈل ٹاؤن، لاہور صفحہ 51 تا 55)۔

درود شریف کی برکت: چودھری عبدالغفور صاحب سکنہ عارف والا (ساہی وال) بیان کرتے ہیں کہ میں سمن آباد جا رہا تھا۔ مرزا محمد زمان D.S.P کی گاڑی چلتے چلتے رُک گی۔ میں نے انہیں اپنی گاڑی میں بٹھا لیا۔ بارش خوب ہو رہی تھی۔ سمن آباد کے گول چکر کے نزدیک بارش کا جمع شدہ پانی میری گاڑی کے انجن میں داخل ہو گیا۔ گاڑی رُکنے کو تھی کہ مرزا جی نے کوئی وظیفہ پڑھا کہ فوجی بوٹ (Boat) کی طرح گاڑی پانی میں تیرتی ہوئی نکل گئی۔ میرے استفسار پر مرزا جی نے بتایا برادرم! درود شریف ہی پڑھا ہے۔ کہ یہی اکسیر اعظم ہے اور ہر دکھ و درد کا علاج۔

ایک شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں سستی کرتا تھا۔ ایک رات بخت بیدار سے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے اس جانب التفات نہیں فرمایا۔ جس جانب سے وہ آتا آپ ﷺ منہ پھیر لیتے۔ اس نے وجہ دریافت کی اور عرض کیا آپ ﷺ مجھ سے خفا ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ اس نے کہا پھر میری جانب التفات فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے نہیں پہچانتا کیوں کر التفات کروں۔ اس نے کہا میں آپ ﷺ کا امتی ہوں اور میں نے عالموں سے سنا ہے کہ آپ ﷺ اپنے امتیوں کو ماں باپ سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ سچ ہے مگر تو مجھ کو درود کے ساتھ یاد نہیں کرتا اور جس قدر زیادہ میرا کوئی امتی مجھ پر درود بھیجتا ہے اسی قدر زیادہ میں اسے پہچانتا ہوں۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد اس نے پابندی سے ہر روز 100 بار درود شریف پڑھنی شروع کر دی۔ اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے پھر مشرف ہوا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اب میں تجھے خوب پہچانتا ہوں اور قیامت میں تیری شفاعت کروں گا۔ (صلوٰت ناصری صفحہ 54)۔

اولیاء اللہ کی کرامات

"قصبہ قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالہ شہر سے نو دس میل کے فاصلہ پر ہو گا۔ 1958-59ء میں میرا منجھلا بھائی مشتاق احمد مرحوم وہاں پٹواری محکمہ انہار تھا۔ بھائی کی ملاقات کے لئے لاہور سے قلعہ میاں سنگھ پہنچا۔ جامع مسجد میں نماز ادا کی۔ چند معتبر ثقہ حضرات سے حضرت مولٰنا غلام رسول صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق چند عجیب و غریب کرامتیں معلوم ہوئیں:۔

قیام پاکستان سے قبل یہ قصبہ سکھ زمینداروں کی ملکیت تھا۔ ہندو بھی کافی تعداد میں آباد تھے اور بت پرست تھے۔ ایک متمول ہندو نے اپنے مکان کی اوپر والی منزل میں بت رکھا ہوا تھا۔ جس کی وہ پوجا پاٹ کیا کرتا تھا۔ حضرت مولٰنا غلام رسول صاحب کا مکان اس ہندو کے مکان سے ملحق تھا۔ سکھ سردار تو ہر طرف بس رہے تھے۔ قصبہ بھر میں مولٰنا صاحب کی پرہیزگاری اور بزرگی کا چرچا تھا۔ اپنے تو اپنے غیر مسلم بھی آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ایک روز چند نوجوان سکھ بچیاں اور بچے صبح صبح اپنے گوردوارہ سے اشنان کر کے گھر واپس آ رہے تھے اور واہگورو واہگورو کا ورد کر رہے تھے۔ مولوی غلام رسول صاحب سر راہ ملے۔ فرمایا بچیو! واہگورو واہگورو نہیں واحدہٗ واحدہٗ کہو۔ وہ سب بچے واحدہٗ واحدہٗ کہنے لگے اور گھر تک ان ہی کلمات کا ورد کرتے رہے۔ گھر میں بڑے بوڑھوں نے یہ سنا تو کہا کہ یہ کیا؟ بچوں نے کہا کہ مولوی صاحب نے یہ سبق بتایا ہے۔ وہ سکھ لوگ آپ کے مکان پر آئے اور ناراض ہو کر کہا کہ آپ نے بچوں کو کیسا غلط سبق دیا ہے۔ آپ نے فرمایا غلط نہیں درست ہے اللہ واحدہٗ واحدہٗ تو ہے۔ وہ سب واحدہٗ واحدہٗ پڑھنے لگے اور سارا سکھ گھرانہ مسلمان ہو گیا۔

آپ کے ہمسایہ ہندو کے بیٹے کی شادی ہوئی۔ بہو اپنے ساتھ لڈو لائی۔ لڈو تقسیم کرنے سے قبل رسم کے مطابق بہو کو کہا گیا کہ اوپر جا اور لڈو بُت کو کھلا کر آؤ۔ (مطلب یہ ہوتا تھا کہ بت کے سامنے لڈو پیش کر کے ایک لڈو بُت کے موتھ سے لگا کر واپس آ جاؤ) وہ بھولی بھالی بچی تھی جب لڈو سے بھرا ہوا طشت اوپر لے کر گئی تو بُت سے کہا کھاؤ۔ وہ بھلا پتھر کا بُت

کیا کھائے۔ وہ رونے لگی کہ ساس ناراض ہو جائے گی کہ بُت کو لڈو نہیں کھلائے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ مولوی صاحب اپنے مکان کی چھت پر تھے۔ انہوں نے بچی کے رونے کی آواز سن لی تو صورتِ حالات سے آگاہ ہوئے بُت سے مخاطب ہو کر فرمایا اوہ پوتنی دیا[1]! تم لڈو کھاتے کیوں نہیں؟ بس یہ کہنا تھا کہ بچی نے جب لڈو بُت کے مونھ سے لگایا تو اس نے کھانا شروع کر دیا۔ اس بچی نے خوشی خوشی وہ سب لڈو کھلا دیئے اور شاداں شاداں نیچے آئی۔ ساس اور دیگر عورتوں نے دیکھا کہ طشت خالی ہے تو وہ دم بخود رہ گئیں پوچھا لڈو کہاں گئے۔ بہو نے بتایا کہ بُت نے کھا لئے۔ وہ سب حیران۔ انہوں نے کہا سچ سچ بتاؤ کیا ماجرا ہوا۔ بہو نے بتایا کہ مولوی صاحب نے بُت سے کہا کھاؤ تو وہ کھا گیا۔ وہ سب مولوی صاحب کے گھر گئے اور تصدیق چاہی آپ نے کہا ہاں میں نے کہا تھا۔ ہندو مرد اور عورتوں نے کہا ایک مرتبہ ہمارے سامنے ایسا ہو تو پھر جانیں چنانچہ دوبارہ لڈو بُت کے آگے رکھے گئے مولٰنا کے حکم پر بُت کے موتھ سے لگائے تو اس بُت نے کھا لئے۔ وہ ہندو گھرانہ بھی مسلمان ہو گیا۔

مولوی غلام رسول صاحب اہل دیہہ سے خوش نہ تھے اور چاہتے تھے کہ نقل مکانی کر کے کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔ ایک شب ایسا ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کرام کے ہمراہ قلعہ میاں سنگھ کی جامع مسجد میں نورانی پالکیوں میں تشریف فرما ہوئے۔ چار پالکیوں کے درمیان آپ کی نہایت روشن پالکی تھی۔ مولوی صاحب کو گھر سے بلایا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولوی صاحب کو مسجد کے منبر شریف پر خود بٹھایا اور تاکیداً فرمایا کہ آپ یہ دیہات چھوڑ کر نہ جائیں۔ یہ شہر آپ کے لئے ہی ہے پھر آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

اس عاجز بندہ نور احمد مقبول نے اس منبر شریف کی زیارت کی اور پھر حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر فاتحہ خوانی کے لئے گیا۔ کہتے ہیں کہ **مولوی صاحب** نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر پختہ نہ بنائی جائے۔ چنانچہ پختہ نہیں ہے۔ حفاظت کے لئے چوکھنڈی تعمیر کر دی گئی ہے۔ ان ہندوؤں اور سکھوں کی اولاد قیامِ پاکستان

[1] پنجابی زبان میں ایک سرزنش کے الفاظ۔

کے بعد اس گاؤں میں مقیم رہی۔ غالباً مولوی صاحب کا سال وصال 1340ھ ہے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسئلہ حاضر وناظر:

ایک دفعہ بندہ[1] حاضرِ خدمت ہوا اور مولوی حسین علی صاحب کا رسالہ "در بارہ ندا" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کہیں راستہ میں مل گیا۔ جو علم غیب کی بابت لکھا گیا تھا اور "یارسول اللہ ﷺ کہنا ناجائز قرار دیا گیا وہ میری جیب میں تھا۔ چونکہ اورادِ فتحیہ میں صلوات ندائیہ تھے، حضور میاں صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہی تھا کہ آپ نے فرمایا کہ اوراد[2] فتحیہ کے تمام اذکار اور دعائیں نہایت صحیح اور ماثورہ طریقہ سے مروی ہیں، اس میں کسی طرح کا تذبذب (تردد) نہیں بڑی ہی برکت سے پُر ہیں۔ پھر فرمایا "کہ نبی کریم[3] صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں لیکن حاضر و ناظر بھی"۔ پھر فرمایا "ہم نے تو کلام ربّانی بھی آپ ﷺ کی ہی زبان مبارک سے سنا"۔ پھر فرمایا "قرآن شریف بھی آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ہے اور حدیث شریف بھی آپ ﷺ کی زبان سے" پھر فرمایا "اگر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو دور سے سننے اور پہچاننے کی طاقت دے سکتا ہے، تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان دور سے سننے کے لئے نہیں بنا سکتا۔ (یہ عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کا علم بھی آپ ﷺ کے واسطہ سے ہوا)۔ (اقتباس از انقلاب حقیقت ص 48)

اقتباس از فیوضات حسینیہ ص 51:

ایک روز حضرت صاحب (خواجہ غلام حسن صاحب سواگ شریف ضلع مظفر گڑھ) نے ارشاد فرمایا کہ ابتداء میں یہ فقیر گرہ سواگ کے اندر مقیم تھا۔ میں نے جناب مولوی حسین[4]

---

[1] حضرت قبلہ محمد عمر صاحب بیر بلی رحمۃ اللہ علیہ۔

[2] حضرت امیر کبیر حضرت شاہ علی ہمدانیؒ کا مجموعہ اور وظائف ہے نہایت بابرکت اور سلسلہ شرقپوری کا معمول ہے

[3] حضور ﷺ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کے نور کے بعد تمام انوار سے وسعت اور دلپذیری رکھتا ہے۔ نور کو دیکھنے کے لئے نور ہی کی ضرورت ہے۔

[4] مولانا حسین علی واں بچراں ضلع میاں والی۔ واں بچھراں اور سواگ شریف کا فاصلہ 60 میل ہے۔ **مولانا حسین** علی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایمان نہ رکھتے تھے۔ حسین علی کی موت نہایت بری حالت میں ہوئی

علی صاحب کو خط لکھا کہ وہ فقیر کے مقامات کے حالات سے اس فقیر کو مطلع فرمائیں۔ انہوں نے (مولوی حسین علی صاحب) نے جواب دیا کہ آپ کے لطائف کے انوار بحرِ زخار کی مانند ہیں۔ آپ (خواجہ غلام حسن صاحب) نے یہ ارشاد سن کہ فرمایا کہ سبحان اللہ جناب مولوی حسین علی صاحب خود تو فقیر سے دور بیٹھے ہوئے فقیر کے متعلق غیب کی باتیں جانتے ہیں، اور حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے منکر ہیں۔

اولیاء اللہ توجہ فرمائیں تو بارش ہو جائے:

غالباً 1962ء کا ذکر ہے کہ مؤلف کو ایک مرتبہ کیمبل پور (حال اٹک) سے لادہ تحصیل تلہ گنگ جانے کا اتفاق ہوا۔ رمضان شریف کا مہینہ اور سردیوں کا موسم تھا۔ میں سید ھے عاقل خان زمیندار کے ہاں پہنچا۔ خاں صاحب کے ساتھ ایک اہلحدیث بحث میں مصروف تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ اولیائے کرام کی دعا کچھ اثر نہیں کرتی۔ علاقے میں خشک سالی ہے بارش کئی ماہ سے نہیں ہوئی، کھیتیاں خشک ہو رہی ہیں وغیرہ وغیرہ مجھے دیکھتے ہی عاقل خاں صاحب نے کہا کہ لو بھئی صوفی صاحب آ گئے ہیں، آپ کے ہر اعتراض کا جواب آپ کو ان سے مل جائے گا۔ خان صاحب نے مجھے موضوع بحث سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ بزرگ وہابی مسلک کے ہیں۔ اور اولیائے کرام کی حیات بعد ممات اور کرامت کے منکر ہیں۔ میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی، مگر وہ عملی ثبوت چاہتے تھے کہ بارش ہو تو مانوں اور مصر تھے کہ اولیاء اللہ کچھ نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا کہ صرف اتنی سی بات ہے یہ کہہ کر میں قبلہ حضرت صاحب کرمانوالےؒ کی طرف متوجہ ہوا اور اس وہابی سے کہہ دیا۔ اچھا جاؤ انشاء اللہ آج رات بارش ہو جائے گی۔ وہ جب اُٹھ کر جانے لگا تو میں نے اس سے کہا کہ اگر بارش ہو جائے تو مجھے آ کر ملیں۔ بعد نماز تراویح وقت دعا میں پھر حضرت قبلہ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا کہ اس بدعقیدہ شخص کی اصلاح کے لئے ہی اگر بارش ہو جائے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اُمتی راہِ راست پر آ جائے۔ چنانچہ سحری کے وقت بوندا باندی ہونے لگی۔ نمازِ فجر کے بعد بارش زور سے شروع ہوئی اور تین دن لگاتار ہوتی رہی مگر

افسوس کہ وہ وہابی کہیں نظر نہ آیا۔ کچی سڑک پر ٹریفک بند ہوگئی اور مجھے لاوہ سے پختہ سڑک تک سات میل کا سفر پاپیادہ کرنا پڑا۔

پیر سید محمد جلیل شاہ صاحب واں رادھا رام والے حضرت گنج کرم پیر سید محمد اسماعیل بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے مخلص عقیدت مندوں میں سے تھے، اپنے تعلقات کی بنا پر بعض اوقات حضرت گنج کرم رحمتہ اللہ علیہ سے بات بے تکلفانہ طور پر بھی کر لیتے۔ ایک مرتبہ قبلہ شاہ صاحب حضرت گنج کرم رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے حضرت کرمانوالا شریف تشریف لائے۔ گرمی کا موسم تھا لُو چل رہی تھی ایک ماہ سے بارش نہ ہوئی تھی۔ دوران گفتگو قبلہ شاہ صاحب نے حضرت قبلہ گنج کرم سے عرض کیا ''شاہ صاحب! آپ ایسے ولی اللہ کے وجود با جود کی برکت تو یہ ہونی چاہیے تھی کہ بارش ہوتی۔ موسم خوشگوار ہوجاتا گرمی کا زور ٹوٹ جاتا۔ اس وقت تو لُو سے جسم جھلس رہے ہیں''۔ حضرت گنج کرمؒ نے تبسم کناں ہوکر فرمایا شاہ صاحب! رب کریم کے ہاں کیا کمی ہے۔ وہ چاہے تو اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہم ایسے اُمتیوں پر بارش کا ابھی نزول فرما دے''۔ حضرت گنج کرم رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقعہ پر اپنا دستِ شفقت جو بلند فرمایا تو پھر کیا تھا کہ آسمان پر جہاں بادل کا نام ونشان نہ تھا بادلوں کی ٹکڑیاں وارد ہونے لگیں۔ ٹھنڈی ہوا بارش کی آمد کی نوید لائی اور چند لمحوں میں بونداباندی شروع ہوگئی۔ اوکاڑا کے گردونواح میں خوب زور کی بارش ہوئی گرمی کا زور ٹوٹ گیا۔

درود شریف کی برکت: انور قدوائی صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار امیر الدین قدوائی اور علامہ راغب احسن کے برادرانہ تعلقات تھے۔ علامہ راغب بھارتی پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ پاکستان بننے پر بھارتی حکومت نے علامہ کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے۔ علامہ کلکتہ میں ایک مکان کی چوتھی منزل میں مقیم تھے۔ انہیں خبر لگی تو اپنے ضروری کاغذات لئے مکان سے باہر آئے۔ درود شریف پڑھتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہے تھے اور پولیس والے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔ کوئی بھی انہیں نہ دیکھ سکا۔ آپ بخیریت تمام ڈھاکہ پہنچ گئے۔ علامہ نے میرے والد بزرگوار کو یہ واقعہ تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ درود شریف اکسیر اعظم ہے۔

حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی اجمیری اپنی قبر میں زندہ ہیں:

مولنا درویش علی صاحب خطیب جامع مسجد رضا آباد علاقہ نواب صاحب بیان کرتے ہیں کہ قبلہ حضرت صاحب 1354ھ میں اجمیر شریف عرس کے موقعہ پر تشریف لے گئے۔ دربار عالیہ کی طرف سے مہمانی ہوئی اور لنگر خانہ سے طعام آیا مگر دوسرے روز دیوان صاحب اور مجاورین لنگر بھیجنا بھول گئے۔ اگلے روز علی الصبح دیوان صاحب اور مجاورین دوڑتے ہوئے آئے اور حضرت قبلہ سے معافی مانگنے کے لئے بصورت سائل کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ کل ہم سے سخت غلطی ہوگئی کہ آپ کو لنگر نہ بھیجا۔ رات خواجہ خواجگان خواجہ معینؒ الدین چشتیؒ نے ہم سے خاص طور پر پوچھا ہے کہ ہمارے مہمان کرمونوالاؒ فیروز پور سے تشریف لائے ہیں۔ انہیں لنگر کیوں نہیں دیا گیا۔ قبلہ حضرتؒ صاحب نے ان کا عذر قبول کرتے ہوئے درگزر فرمادیا۔ پس معلوم ہوا کہ خواجہ اجمیری اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنے زائرین کے احوال سے خبر رکھتے ہیں (علاقہ نواب صاحب لاہور قبلہ حضرتؒ صاحب سے مراد حضرت کرمانوالے رح)

مولوی عبداللہ غزنوی حضرت مجدد الف ثانی کے مزار پر:

مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مسلک اہل حدیث کے نامور عالم گزرے ہیں۔ امرت سر اور لاہور کا خاندانِ غزنوی آپ ہی کی ذرّیت سے ہے مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی امام مسجد چینیاں والی لاہور، آپ کے فرزند تھے۔ امرت سر کے نامور عالم مولوی محمد داؤد غزنوی خلف مولوی عبدالجبار صاحب آپ کے پوتے ہیں۔ امیر کابل نے آپ کو اپنے علاقہ سے نکال دیا تھا۔ مولوی عبداللہ صاحب پشاور، لاہور، دہلی وغیرہ سے ہوکر واپس امرت سر آنے لگے۔ تو سرہند شریف میں حضرت خواجہ مجدد الفؒ ثانی امام ربّانی کے مزار پر بھی گئے۔ بعض لوگوں نے منع کرنے میں مبالغہ سے کام لیا اور کہا کہ آپ قاطع بدعت ہوکر مزاروں پر جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''جس ولیمہ کی دعوت میں ڈھول ڈھمکا ہو وہاں جانا جائز نہیں۔ کیونکہ صاحب ولیمہ نے ایک ایسا کام کیا ہے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔ اس لئے وہ زجروتوبیخ کے قابل ہے''۔ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ نے کسی بدعت کا

حکم نہیں دیا۔ نہ وہ خود ان لوگوں میں تھے (بلکہ انہوں نے دین کو از سر نو زندہ و تازہ کیا) اس لئے ایسے خام عذرات پر اپنے آپ کو زیارتِ قبر اور صاحب قبر کو دعا کے فائدہ سے محروم کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ حضرت شیخ احمد مجدد الفؒ ثانی امام ربانیؒ کے مزار پر دیر تک کھڑے ہو کر دعا کرتے رہے اور اس وجد و کیفیت خشوع و خضوع کے ساتھ اور اتنی دیر تک کہ آپ کے ہمراہیوں کو وہاں کھڑے ہونے کی تاب نہ رہی۔ تاریخ حریت اسلام، مصنفہ منشی محمد دین فوق

حضرت کرمانوالےؒ کی علو شان:

چوہدری محمد انور بٹر صاحب نے بتایا کہ جب میں 1977ء میں حج کرنے کے لئے گیا تو میں نے قیاس آرائی شروع کر دی کہ حضرت کرمانوالےؒ قرآن خوانی کے لئے مقامِ ابراہیم کے بالمقابل برآمدہ میں بیٹھے ہوں گے کیونکہ یہ مقام اہم ہے اور یہاں حاجی بعد از طواف نفل پڑھتے ہیں۔ میں وقوف میں تھا اور خطبہ حج پڑھا جا رہا تھا تو مجھے تاجدارِ مدینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جگہ مقام ابراہیم کے بالمقابل نہیں بلکہ خانہ کعبہ کے دروازہ کے بالمقابل برآمدہ میں ہے جہاں قرآن مجید رکھے ہوئے ہیں۔ اُدھر دیکھو میں نے جب نگاہ اُٹھائی تو مجھے حضرت قبلہؒ قرآن خوانی کرتے ہوئے دیکھائی دیئے۔

میں نے خیال کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں کہ حضرت قبلہؒ کا جنت میں کیا حال ہے۔ دفعتاً آسمان سے نیلے، سرخ اور قرمزی تیز رنگ کی روشنی آئی۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ میں نے یوں محسوس کیا جیسے بدر کی چاندنی نکھر رہی ہو۔ اس عالم میں، میں نے دیکھا کہ کوئی شخص پیلے رنگ کی کوٹھی کے مشرقی غسل خانہ میں آیا اور بجلی جلائی۔ جس سے دودھیا رنگ کی روشنی ہوئی۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو یہ قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو وضو فرما رہے تھے۔ اس کے بعد ایک خشک نہر دیکھی جیسی کہ عرفات میں ہے۔ اس نہر میں سے ہزاروں آدمی احرام باندھے اس کوٹھی کی طرف بھاگے جا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں دوڑو، دوڑو دیر ہو رہی ہے۔ حضرت قبلہ کے ساتھ نمازِ تہجد ادا کرنی ہے۔ جب یہ منظر ختم ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ دیکھ لیا حضرت قبلہ کا حال۔ دنیا میں تو بے شمار لوگوں کی اصلاح کی اور اب یہاں بھی کتنے لوگ ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنے میں سبقت لے جانے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ (لاریب آپ کا مقام تو بہت ہی اعلیٰ وارفع ہے اور آپ کا فیض بعد از وصال بھی جاری ہے۔ سبحان اللہ)۔

ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں

حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ:

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مزارِ پُر انوار پر ہر وقت اہل دل کا ہجوم رہتا ہے اور یہ مشہور ہے کہ جو شخص چالیس جمعراتیں یا پورے چالیس دن روضہ مبارک پر حاضری دے اُس کی ہر حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ پرانی مسجد جو داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود تعمیر کرائی تھی۔ اس کے محراب والی جگہ اب بھی محفوظ ہے اور اُس جگہ پر سنگ مرمر لگا دیا گیا ہے۔ یہ جگہ موجودہ مسجد کے صحن میں سیڑھیوں کے اوپر ہے۔ یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ وہ برگزیدہ شخصیت جسے ہر مذہب و ملت کے لوگوں میں قبولیت حاصل ہوئی وہ حضرت داتا گنج بخشؒ کی ذات گرامی ہے۔ کشف المحجوب فارسی کی قدیم ترین اور معرکتہ الآراء تصنیف ہے یہ آپ ہی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب کی وجہ سے وہ علمائے ظاہر جو تصوف سے شغف نہیں رکھتے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں۔ عوام کے لئے آپ فیوض و برکات کا منبع ہیں۔ خواص کے لئے آپ کی ہستی علوم اور معارف کا گنجینہ ہے۔

تو نخلِ خوش ثمر کیستی کہ باغ و چمن
ہمہ زخویش بُریدند، در تو پیوستند

ترجمہ: تو میٹھے پھل والا کونسا درخت ہے۔ کہ باغ و چمن جہاں کہیں بھی ہیں اپنی جگہ سے اکھڑ اکھڑ کر تجھ سے آملے ہیں۔

حضرت علی ہجویریؒ کی زبان مبارک کا ایک ایک لفظ گنجینۂ حکمت و معرفت ہے۔

چند اقوال درج ذیل ہیں۔

1. دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں:۔
(۱) توبہ گناہ کو (۲) جھوٹ رزق کو (۳) چغلی عمل کو (۴) غم عمر کو
(۵) صدقہ بلا کو (۶) غصہ عقل کو (۷) پچھتانا سخاوت کو (۸) تکبر علم کو
(۹) نیکی بدی کو (۱۰) ظلم عدل کو
2. غرور کو دل سے نکال۔
3. اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو۔
4. اگر کسی قبر یا مزار پر تیرا گزر ہو تو اُسے پڑھ کر بخش تا کہ اُسے آرام نصیب ہو اور وہ تیرے حق میں دعا کرے۔
5. تجھے لازم ہے کہ اپنے ماں باپ کو اپنا قبلہ سمجھے۔
6. اگر کوئی مشکل پیش آئے تو والدین کی قبر پر جا کر دعا کرتا کہ تیری مشکل حل ہو۔
7. تجھے لازم ہے کہ سچا عاشق بنے اور اپنے پیرو مرشد کے قدموں میں جان دے دے
8. دولت کو عذاب سمجھو اور دولت اہل فاقہ کو دے دو۔
9. گناہوں (سے معافی) کے لئے دن رات استغفار کرتے رہو۔
10. حرام لقمہ نہ کھاؤ۔ 11. کمزور خلقت پر رحم کرو۔
12. یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھو کیونکہ یہ ایک بہترین عمل ہے۔

منقبت

سید ہجویر مخدوم اُمم — مرقدِ او پیر سنجر را حرم
بندہائے کوہسار آساں گیخت — در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہدِ فاروق از جمالش تازہ شد — حق زحرفِ او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت اُم الکتاب — از نگاہش خانۂ باطل خراب
خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت — صبحِ ما از مہرِ او تابندہ گشت
عاشق وہم قاصد طیار عشق — از جنبش آشکار اسرارِ عشق

(علامہ اقبالؒ)

اعلیٰ حضرت میاں صاحب کا مقام

شیخ محمد انور صاحب شرقپوری بیان کرتے ہیں کہ شرقپور شریف میں ان کی دکان نہایت ہی اعلیٰ قسم کی تھی۔ ایک دفعہ ایک امریکن سیاح ادھر سے گزرا۔ تو اس نے اس دکان کا فوٹو لینا چاہا کہ دیہات میں ایسی اچھی اور خوبصورت دکان دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ ایوبی[1] دور میں دیہات میں کافی ترقی ہوئی ہے۔ اس نے دکان کا فوٹو لینے کی خواہش کی تو میں نے کہا کہ فوٹو کی ایک کاپی ہمیں بھی دیں تو آپ کو اجازت ہے۔ وہ رضامند ہو گیا۔ اس نے دکان کا فوٹو لے لیا اور ایک کاپی مجھے دے دی۔

تقدیر الٰہی کہ چند سال بعد یہ عالیشان عمارت جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئی۔ چونکہ اس کا بیمہ نہ ہوا تھا۔ ہم کسی کمپنی یا گورنمنٹ سے کلیم نہ کر سکتے تھے۔ میں نے پریشانی کی حالت میں حضرت میاںؒ صاحب کے مزار پر حاضری دی۔ مزار شریف پر ہی دعا میں مشغول تھا کہ اونگھ آ گئی۔ آپ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے بڑے نوٹوں کا ایک بنڈل دیا اور فرمایا کہ پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہاں نہ آسکو تو داتا صاحبؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہو جایا کرو اور عرض کر دیا کرو کہ حضرت میاں صاحب کا غلام حاضر ہے۔ مشکل کشائی ہو جایا کرے گی۔ مجھے زندہ تصور کرو۔ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں خوشی خوشی واپس آیا۔ کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ جب اخبارات کے ذریعہ اس دکان کے جل کر راکھ ہونے کی خبر دنیا کے دیگر ممالک میں پہنچی تو حکومت امریکہ نے حکومت پاکستان کو لکھا کہ اس بلڈنگ کے مالک کو معاوضہ ضرور ملنا چاہیے۔ چنانچہ بذریعہ افسران پولیس مجھے اُسی قسم کا بڑے نوٹوں کا ایک بنڈل ملا جس قسم کا بنڈل قبلہ میاںؒ صاحب نے خواب میں عنایت کیا تھا۔ سبحان اللہ۔

حضرت میاں فتح محمدؒ بھور شریف (میانوالی) والے بزرگوں کا تذکرہ:

یہ بندہ ناچیز نور احمد مقبول مؤلف ''خزینہ کرم'' پہلی دفعہ ڈاک خانہ عیسیٰ خیل کے معائنہ کے لئے گیا۔ تین چار بجے بعد دوپہر ریسٹ ہاؤس میں آرام کر رہا تھا کہ لیٹے لیٹے کچھ

[1] فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کا دور حکومت تھا بی ڈی سسٹم کے تحت دیہاتی ترقی کا بہت شہرہ تھا۔ یہ امریکن سیاح صرف یہ دیکھنے آیا تھا کہ دیہات میں ترقی کی کیا رفتار ہے۔ اُسے اس دکان کی موجودگی سے اس بات کا ثبوت مل گیا کہ دیہات میں ترقی ہو رہی ہے۔ چنانچہ اُس نے اس دکان کے کئی فوٹو اپنے ملک میں بھیجے۔

روحانی کشش محسوس ہوئی۔ میں نے غلام محمد پوسٹ مین عیسیٰ خیل سے دریافت کیا کہ یہاں قرب و جوار میں کسی مردِ کامل کا مزار ہے۔ اس نے بتایا کہ بھور شریف یہاں سے 1/2 میل ہے اور وہاں حضرت فتح محمد[1] نقشبندیؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ میں اس کو ساتھ لے کر حاضری کے لئے روانہ ہوا۔ حضرت مولٰنا محمد صدیق صاحب سجادہ نشین سے ملاقات ہوئی۔ نماز عصر و مغرب وہاں ہی ادا کی۔ حاضری کے بعد ریسٹ ہاؤس واپس آیا۔ دن بھر کی تھکاوٹ تھی چارپائی پر اس نیت سے لیٹا کہ کھانا تیار ہونے تک ذرا آرام کرلوں کہ آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ[2] سفید لباس میں ملبوس تشریف لائے اور میرے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا۔ عجب عاشق رسول ﷺ ہو کہ عشاء کی نماز ادا نہیں کی اور سو گئے۔ یہ الفاظ میرے کان میں پہنچنے کی دیر تھی کہ میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔ اور اپنی اس لغزش پر نادم ہوا اور حضرتؒ قبلہ کے روحانی تصرف سے اس آستانے کے ساتھ والہانہ محبت پیدا ہو گئی۔ اور دو تین دفعہ عرس مبارک میں شمولیت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

بندگان خاص علّام الغیوب — در جہانِ جاں جواسیس القلوب

سفینۃ الاولیاء میں داراشکوہ رقمطراز ہے کہ قبلہ والد ماجد (شاہجہاں) کے گھر تین لڑکیاں تھیں، کوئی لڑکا تولد نہ ہوا تھا اور والد صاحب کی عمر 24 سال کی تھی۔ انہوں نے اس اعتقاد کی بنا پر جو انہیں خواجہ خواجگان (اجمیری رحمۃ اللہ علیہ) سے تھا۔ نذر نیاز کے بعد خواجہ کے مزارِ اقدس پر لڑکے کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے صدقہ میں اس فقیر کو دوشنبہ ماہ صفر 1024ھ کو پیدا فرمایا۔

حضرت شیخ ابوالحسین بن سمعون بغداد کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ شیخ شبلیؒ کے ہمعصر تھے۔ آپ کی ولادت 300ھ میں اور وفات 386ھ میں ہوئی۔ جس کمرہ میں آپ رہتے تھے وہیں مدفون ہوئے۔ انتالیس سال کے بعد جب لوگوں نے آپ کو قبرستان

1 کتاب ''فتح مبین'' مصنفہ صاحبزادہ میاں غلام محمد میں ان بزرگوں کے سوانح حیات دیکھئے۔

2 ڈاک خانہ سے عیسیٰ خیل کے سٹاف سے ان بزرگوں کا حلیہ بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ تو صاحب مزار میاں فتح محمدؒ ہی تھے۔ ثابت ہوا کہ صاحب مزار اپنے زائر کو پہچانتا ہے کہ کون ہے کہاں سے آیا ہے اور کہاں قیام ہے۔

میں منتقل کرنا چاہا تو دیکھا کہ آپ کا کفن بالکل بے داغ تھا۔ (سفینۃ الاولیاء)

حضرت ایشاںؒ

حضرت خواجہ خاوند محمود حضرت ایشاںؒ[1] قدس سرہ بیس برس کی عمر میں وخش میں مقیم ہوئے پھر کشمیر اور کابل سے ہوتے ہوئے اکبر آباد، دہلی اور لاہور آئے۔ عہدِ اکبر سے لے کر شاہجہان تک آپ کو اعزاز رہا۔ جو دعا کرتے بارگاہِ الٰہی میں فوراً مستجاب ہوتی۔ دو دفعہ بارش کے واسطے دعا کی۔ پانی برسا، آپ کو اویسی طریقہ سے خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے فیضان تھا۔ ایک دفعہ عیدگاہ لاہور میں بروز عید تشریف فرما تھے۔ نمازی جمع تھے۔ مگر صوبیدار لاہور کا انتظار تھا۔ ملا ابر صالح لاہوری نے کسی مسئلہ پر آپ سے اختلاف کیا اور بے ادبی کے سخن زبان پر لایا اور اس کی پاداش میں گھوڑے پر سے گرا اور مر گیا۔ آپ کا انتقال 12 شعبان 1054ھ کو ہوا۔ ان دنوں شاہجہان لاہور میں تھا۔ اس نے تجہیز و تکفین کا انتظام کرایا۔ جب غسل کے لئے آپ کے جسم کو تختہ پر لٹایا تو قریب تھا کہ آپ کے تہبند کی گرہ کھل جاتی۔ مگر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا تہبند پکڑ لیا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر تمام حاضرین نے اقرار کیا کہ اولیاء اللہ ''لایموتون'' پس جب لحد میں رکھا اور برائے زیارت چہرہ مبارک سے کفن اُٹھایا تو آپ کے دونوں لب مبارک اسطرح جنبش کرتے تھے کہ کچھ پڑھ رہے ہیں۔ آپ کا مقبرہ نواب سعید خان نے بنوایا۔ مزار مبارک باغبانپورہ میں، انجینئرنگ کالج لاہور کے نزدیک ہے۔ بعد انتقال ہزاروں کرامتیں آپ سے ظہور میں آئیں۔ حکام لاہور میں سے کسی نے ذاتی دشمنی کی بنا پر آپ کا مزار گرانا چاہا مگر اُسے اس کی بیٹی نے ہی قتل کر دیا۔ (تذکرۂ اولیاء ہندو پاکستان)

چوہدری خوشی محمد ناظر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہیں خاکِ ہند میں کچھ نقشِ پا اُن رہ نوردوں کے
ادب سے چومتے ہیں جن کو دشت و کوہسار اب تک
کوئی تھا گنج بخشؒ ان میں کوئی گنج شکرؒ ان میں
خزانے معرفت کے ہیں نہاں زیرِ مزار اب تک

1 آپ کا نام خاوند محمود ہے آپ بخارا میں پیدا ہوئے۔ بخارا سے کابل تشریف لائے اور پھر عمر کا بیشتر حصہ لاہور میں گزارا۔ رحلت 12 شعبان المعظم 1054ھ ہے۔ مزار شریف باغبانپورہ میں ہے۔ آپ نقشبندیہ مسلک کے بزرگ تھے۔

حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ محمد غوثؒ کا نسبی سلسلہ سترہ واسطوں سے حضرت غوث اعظم ببیر پیران پیر دستگیرؒ سے ملتا ہے، آپ جب پشاور سے لاہور تشریف لائے تو پہلے حضرت میاں میرؒ صاحب کے مزارِ عالیہ پر رات بسر کی۔ حضرت نے آپ کو ایک وظیفہ تلقین کیا اور تاکید کی کہ اسے پابندی سے پڑھا جائے۔ جب آپ نے بیرون دہلی گیٹ کے ایک گوشے میں جہاں اب آپ کا مزار ہے۔ رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا تو ایک گونگا اور ایک اندھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے التجا کی کہ حضرت ہم پر کرم کیجیے۔ آپ سید آلِ رسول ﷺ ہیں، حضرت شاہ محمد غوث نے اپنا دستِ مبارک اندھے کی آنکھوں پر پھیرا اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ پھر آپ نے گونگے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کلمہ شریف پڑھ۔ اس نے کلمہ شریف پڑھا۔ سبحان اللہ۔ آپ کی وفات 1177ھ میں ہوئی۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 17 ربیع الاول کو ہوتا ہے۔

مصنف تحقیقات چشتی کا بیان ہے کہ سکھوں کے دور میں کنور نونہال سنگھ نے جب نواح شہر لاہور کی صفائی کا حکم دیا۔ تو اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مضافاتِ لاہور کے بہت سے درخت کاٹ دیئے گئے اور مکانات منہدم کر دیئے گئے۔ شہر میں صفائی کی مہم کا آغاز بیرون دہلی دروازہ سے کیا گیا۔ جب مزدوروں نے خانقاہ کے درخت کاٹ ڈالے اور مزارِ پُر انوار کے انہدام کی نوبت آئی تو عوام وخواص نے کنور نونہال سنگھ سے التجا کی کہ اس خانقاہ کی بے حرمتی نہ کی جائے لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ خدا کی قدرت کہ اسی رات کنور نونہال سنگھ کا والد راجا کھڑک سنگھ فوت ہوگیا۔ اگلے دن اس سوگ میں عام تعطیل ہوگئی اور مزدور کام پر نہ آئے۔ دوسرے روز جب کنور نونہال سنگھ اپنے باپ کو جلا پھونک کر دروازہ روشنائی متصل قلعہ سے شہر میں داخل ہونے لگا تو ایک بڑا پتھر اس کے سر پر گرا اور وہ اس صدمہ سے ہلاک ہوا۔ غرض اس طرح یہ مزار پُر انوار منہدم ہونے سے بچ گیا۔

حضرت[1] داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حضرت خواجہ معین

۱ باہو فقیرا انہاں نوں آکھدے قبر جنہاں دی جیوے ہُو۔

الدین چشتی اجمیریؒ تشریف فرما ہوئے اور چالیس دن چلہ کشی کی اور آپ کی تعریف[1] فرمائی۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ پاک پتن شریف سے لاہور پاپیادہ آتے اور ٹلہ[2] فرید سے داتا دربار تک گھٹنوں کے بل چل کر حاضری دیتے، ایک روایت کے مطابق مولنا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے تھے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے تین ماہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے مزار مبارک پر حاضری دی۔

اسی طرح حضرت بُوعلی شاہ قلندر پانی پتیؒ نے بھی یہاں چلہ کشی کی، یہ وہ بزرگ ہیں جن کے متعلق ڈاکٹر آرنلڈ نے اپنی مایہ ناز تصنیف پریچنگ آف اسلام میں لکھا ہے کہ پانی پت کے گردونواح میں بہت سے ہندو راجپوت قلندر صاحب کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے اور یہ وہی قلندر صاحب ہیں کہ جب عامل پانی پت کے ایک چوبدار نے قلندر صاحب کے ایک درویش کو زدوکوب کیا تو انہوں نے علاء الدین خلجی کو شحنہ دہلی کے الفاظ سے خطاب کر کے عتاب نامہ لکھا۔

علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

ے باز گیر ایں عاملِ بدگوہرے ورنہ بخشم ملکِ تو با دیگرے

ترجمہ: اِس ظالم چوبدار کو سزا دو۔ حکم عدولی میں تمہاری جگہ کوئی دوسرا بادشاہ مقرر کردوں گا۔

حضرت امام شافعیؒ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوئے اور طریقہ حنفیہ میں نماز فجر ادا کی۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے نماز اپنے مسلک کے مطابق کیوں ادا نہیں کی۔ فرمایا کہ صاحب مزار سے شرم آتی ہے کہ ان کے ہاں پہنچ کر ان کے مسلک کے خلاف کروں اگر میں ایسا نہ کرتا تو اس سے انہیں روحانی تکلیف ہوتی۔ لہٰذا وہ صاحب مزار کی خوشنودی خاطر کے لئے ان کے مزار پر انہی کے مسلک میں عبادت گزار ہوئے۔ اس سے زیادہ روشن دلیل اور ثبوت کیا ہوگا کہ اولیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

بعد از وفات اعلیٰ حضرت میاںؒ صاحب نے پیرومرشدی حضرت کرماںؒ والے سے ملاقات کی:

ایک دفعہ بعض بیلی پیرومرشدی حضرت صاحبؒ کی مجلس میں بیٹھے ایک تسبیح دیکھ رہے تھے اور تسبیح کے امام کے سوراخ کو پیش نظر رکھ کر مدینہ منورہ کا مبارک نقشہ سامنے تھا' قبلہ سرکارؒ نے فرمایا

۱ گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما ۲ ٹلہ ضلع کچہری لاہور کے نزدیک ہے۔

"ذرا مجھے دو میں بھی دیکھوں۔" اور کہا "آپ کو کیا نظر آ رہا تھا۔" ایک شخص نے کہا کہ مدینہ شریف' قبلہ مرشدی نے فرمایا کہ مجھے تو شرقپور شریف نظر آ رہا ہے۔ یہ فرمانا تھا کہ کئی صاحبِ دل ساتھی وجد میں آ گئے' یہ تھی آپ کو پیر خانہ شرقپور شریف سے محبت۔

سیّد ممتاز حسین شاہ صاحب از اوکاڑا بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت میاں صاحبؒ شرقپوری کے پہلے عرس مبارک پر حضرت مرشدی کی طبیعت مبارک اعلیٰ حضرتؒ کی جدائی (بوجہ وصال مبارک اعلیٰ حضرت) سے از حد بے چین تھی۔ اور آنکھوں سے آنسو رو کے نہ رکتے تھے۔ قبلہ حضرت کی یہ حالت اعلیٰ حضرتؒ نہ دیکھ سکے۔ تو اپنے تصرف سے قبلہ مرشدی کو قبرستان میں بلا لیا۔ ہوا یوں کہ حضرت مرشدی کے پیٹ میں درد ہوا اور وہ جانب قبرستان چل دیئے کہ جنگل ہو آؤں۔ اعلیٰ حضرتؒ میاں صاحبؒ قبرستان میں آپ سے ملاقی ہوئے۔ اور تسلی تشفی دی۔ کہ ہم تو آپ کے پاس ہی ہیں۔ اور صبر کی نصیحت فرمائی۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

نقل ہے کہ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سید الطائفہ کی قبر پر کھڑے تھے کسی شخص نے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ خاموش رہے اور شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

بزرگوں کا حال حیات ممات میں ایک ہی ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس شخص کی قبر کے سامنے مسئلہ کا جواب دوں کہ جس سے میں زندگی میں شرم کرتا تھا۔ (تذکرۃ الاولیا)

حضرت شاہ محمد غوثؒ اپنے رسالہ غوثیہ میں رقمطراز ہیں کہ جب میں پہلی دفعہ لاہور آیا تو میں نے حضرت شیخ حامد لاہوریؒ سے روحانی استفادہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت میاں میرؒ نے جو شغل تمہیں تلقین کیا ہے بہت کافی ہے۔ اس پر اضافہ کی ضرورت نہیں۔

مندرجہ بالا مستند تاریخی واقعات سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ بزرگان دین اور اولیاء کرام کی قبروں پر جانا دستور قدیم ہے اور شرعی اعتبار سے جائز ہے۔

مردان خدا اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ قدرت خداوندی سے تصرف کرتے ہیں اور زائرین کو فیض پہنچاتے ہیں، اولیاء اللہ کی قبور اپنی اپنی تاثیرات میں مشہور ہیں۔ چونکہ فانی فی اللہ اور مقبول بارگاہ الٰہی قبر میں مدفون ہوتا ہے۔ قربِ الٰہی کے متلاشی وہاں مراقب ہو کر فیض پاتے ہیں قبولیت دعا کا مقام بھی یہی قبورِ مردانِ حق ہوتی ہیں۔ لہٰذا دنیاوی اغراض رکھنے والے لوگ بھی ان قبروں پر جاتے ہیں۔ رب العزت ان بزرگوں کے وسیلہ سے طالبان دعا کی حاجات پوری فرما دیتا ہے۔ اور اس کا تجربہ روزانہ ہوتا رہتا ہے۔ حضرت ابو نصر سراج طوسیؒ نے فرمایا کہ جو جنازہ میری قبر کے پاس سے گزر جائے گا وہ مغفور ہوگا۔ طوس میں اب تک دستور ہے کہ پہلے جنازہ آپ کی تربت کے پاس لاتے ہیں۔ پھر دفن کرتے ہیں۔

بعض علماء کرام اس مسلک کے حامل[1] ہیں کہ زندہ ولی اللہ کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرنا تو جائز اور درست، لیکن محض مزارات پر حاضری کے لئے سفر کرنا درست نہیں، ہاں اگر کسی اور کام سے جائے اور ساتھ ہی مزار پر حاضری دی جائے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بدعت میں داخل ہے"۔ یہ عقیدہ کس قدر غلط ہے؟ سلف صالحین سے مزارات پر حاضری کا طریقہ مسنون چلا آ رہا ہے۔ سائیں توکل شاہؒ کے حالات میں درج ہے کہ آپ اجمیر شریف خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر کافی عرصہ رہے۔ سائیں صاحب کسی کاروباری غرض سے نہیں بلکہ مزار پر حاضری کے لئے ہی گئے تھے۔ اس موقع پر خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ آپ کو خواب میں ملے اور ارشاد فرمایا کہ تم خاندان نقشبندیہ کے لئے صاحب طریقت و ہدایت ہو گئے۔ چنانچہ سائیں توکل شاہؒ صاحب نے جہاں خیلاں میں حضرت خواجہ قادر بخش صاحبؒ سے کسب فیض کیا۔ معلوم ہوا کہ خواجہ ہندولی کی قبر مبارک ہی سے انہیں رشد و ہدایت کا سامان مل گیا۔ اگر یہ حاضری صحیح نہ تھی تو پھر گیارہ سال کی عمر میں خواجہ صاحب اجمیریؒ کے مزار اقدس سے سائیں توکل شاہ صاحب کو فیض کیونکر پہنچا۔

"انقلابِ حقیقت" ص 122 پر حضرت قبلہ محمد عمر صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے

---

[1] ملفوظات مولانا احمد علی ص 115 مؤلفہ محمد عثمان غنی۔ اس موقعہ پر کہنا ہی پڑے گا۔

کون رہبر بن سکے جب خضر بہکانے لگے — ہوں مسیحا دشمن جاں پھر دوا کس کی کریں

ہیں کہ ''اعلیٰ حضرت میاںؒ صاحب کو گوفرنگیانہ تہذیب سے سخت نفرت تھی۔ اور ہر نئی چیز کو بدعت خیال فرماتے۔ ان وہابیوں کی طرح نہیں جو نیک امور اور دینی معاملات اور عبادات میں تو بدعات کا انبار لگا دیتے ہیں.......... لیکن تمام دنیاوی امور میں دنیاوی امور کیا بلکہ دینی امور میں بھی سوائے نماز کے باقی بدعات کی کچھ پروانہیں کرتے۔ نہ بدعات افعال کی نہ اقوال کی۔ نہ لباس کی نہ مکان کی، لاکھوں فیشن موجود لیکن بدعت کا کہیں نام نہیں آتا مگر آپ (اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ) سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے۔ آپ مزارات پر جاتے اور احباب اور متوسلین کو مزارات پر جانے کی ہدایت فرماتے۔

آپ قصور تشریف لے جاتے تو حضرت شاہ عبدالرسولؒ صاحب کے مزار پر حاضری دیتے ایک دفعہ موری دروازہ قصور کے باہر حافظ محمد اسحاق ترکیؒ کے مزار پر گئے۔ آپ کو خواب میں حافظ محمد اسحاق ترکیؒ نے لوٹا اور مسواک دلایا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت حافظ صاحب کے حجرہ اعتکاف میں گئے اور وہاں لوٹا اور مسواک پڑا پایا۔ آپ اٹھالائے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ، حضرت بایزیدؒ بسطامی کے مرقد مبارک کی زیارت کو جاتے اور جب زیارت کر چکتے تو حضرت بایزیدؒ کے مرقد کی طرف پشت نہ کرتے، اور اُلٹے پاؤں واپس آتے اور کہتے بارخدایا وہ خلعت جو تو نے حضرت بایزید بسطامیؒ کو دیا ہے، ابوالحسن کو بھی اس کا ایک حصہ دے۔ (تذکرۃ الاولیا)

ابوعبداللہ سنجریؒ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ سود مند صلحا کی معیت اور ان کی صحبت ہے۔ افعال اور اقوال کی پیروی اور اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری بھی کم سود مند نہیں ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ اپنے دادا پیر قطب عالم حضرت بختیار کاکیؒ کے مزار پر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ راستہ میں شک گزرا کہ معلوم نہیں کہ حضرت کو میرے آنے کی خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اُسی وقت مزار سے آواز آئی۔

؎ مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

ترجمہ: مجھے اپنی طرح زندہ سمجھو اگر تم میرے پاس جسم کے ساتھ آتے ہو تو میں تمہارے پاس جان کے ساتھ آتا ہوں

اعلیٰ حضرت میاںؒ صاحب کا مقام:

سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد مارچ 1976ء میں کاروبار کے لئے مجھے دکان کی تلاش تھی۔ سانده روڈ پر ایک دکان دیکھی جس کے بالمقابل سڑک کے پار ایک زیر تعمیر مسجد نظر آئی۔ جس کا نام مسجد شیرِ ربانی بتایا گیا۔ ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہونے کی وجہ سے اس مسجد کا قرب میرے لئے نہایت بابرکت اور پُرکشش تھا۔ اسی لئے میں نے مذکورہ دکان کرائے پر لے لی۔ مسجد میں ظہر اور عصر کی نمازوں کی باجماعت ادائیگی کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ یہ خدمت مجھے سونپ دی گئی۔ معلوم ہوا کہ مسجد کی تعمیر کسی تنازعہ کی وجہ سے بند ہے۔ نمازیوں نے مسجد کی تعمیر اور نظم ونسق میں حصہ لینے کے لئے مجھے کہا مگر میں رضامند نہ ہوا۔ ایک رات حالت نوم میں اعلیٰ حضرت میاں صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ جب نمازی اس مسجد کے کاموں میں حصہ لینے کے لئے دعوت دے رہے ہیں تو تم کیوں حصہ نہیں لیتے۔ چنانچہ اس حکم کے بعد میں نے اگست 1976ء سے سیکرٹری انتظامیہ کمیٹی مسجد جامع شیر ربانی کی حیثیت سے مسجد کے انتظامی امور میں بھرپور حصہ لینا شروع کر دیا۔ ایک مختصر اجلاس میں حاضرین سے کہا کہ آپ تعمیر کا کام شروع کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت شرقپوریؒ محض اپنے تصرف سے اخراجات کا انتظام فرما دیں گے۔ اور کوئی مخیّر انسان مسجد کی تعمیر میں ضرور دلچسپی لے گا۔ چنانچہ میاں منظور حسین صاحب ولد میاں عزیز الدین صاحب نے جن کی کوٹھی مسجد کے قریب ہی ہے اس مسجد کی تعمیر میں بڑی فراخدلی سے حصہ لیا اور یہ مسجد ایک سال کے قلیل عرصہ میں تکمیل کے قریب پہنچ گئی۔

میاں صاحب شرقپوری کا وصال 1347ھ مطابق 1928ء میں ہوا۔ یہ واقعہ 1976ء کا ہے۔ ثابت ہوا کہ اولیائے کرام بعد از عادی موت زندہ ہیں۔

لہ مؤلف نور احمد مقبول

(حضرت کرماں والےؒ کا مقام) وصال کے بعد استمداد:

قبلہ حضرت کرمانوالاؒ نے سرگودھا شہر سول لائنز نزد رانا ہوٹل ایک پُرانی مسجد کو آباد کرنے کا حکم اس بندۂ عاجز کو اپریل 1965ء میں دیا تھا۔ میں تعمیل ارشاد کے لئے کوشاں تھا کہ اہل محلہ نے بیرونی دیوار مکمل کرتے وقت تنازعہ پیدا کر دیا اور کام رُک گیا، وہ چاہتے تھے کہ دیوار سیدھی کر دی جائے، مگر اس طرح مسجد کی جگہ کم ہو جاتی تھی اور مؤلف بضد تھا کہ جس طرح اصل بنیاد کھڑی ہے اسی پر دیوار تعمیر کی جائے۔ یہ جھگڑا ابھی چل ہی رہا تھا کہ ایک روز قبلہ عالم نے مؤلف کو عالم رویا میں فرمایا ''نہیں دیوار کو سیدھا کر دو''۔ حکم کی تعمیل کر دی گئی اور مسجد نہایت خوبصورت نظر آنے لگی۔ یہ واقعہ حضرت قبلہؒ کے وصال کے بعد کا ہے۔

مؤلف کو سرگودھا میں ابھی دو سال ہی ہوئے تھے کہ تبدیلی کا حکم نامہ پہنچ گیا۔ بہاولپور میں تعیناتی کا حکمنامہ میرے لئے بڑا پریشان کن تھا۔ اپنی اس پریشانی کا ذکر حضرت قبلہ کی خدمت میں عرض کیا اور عرض گزار ہوا کہ ''قبلہ یہاں ہر طرح سے آرام تھا، اتنی جلدی تبادلہ کی وجہ سے بے خبر ہوں''۔ آپ نے فرمایا۔ ''ہم خود بھیج رہے ہیں مگر بہاولپور نہیں بلکہ مظفر گڑھ، وہاں چند ضروری کام ہیں''۔ بس پھر کیا تھا۔ حضرت کا یہ ارشاد سنتے ہی خیالات کی ساری پراگندگی دور ہو گئی۔ اب مطمئن تھا چنانچہ میں راضی برضا ہو کر 1967ء میں مظفر گڑھ پہنچ گیا اور 1972ء تک وہیں رہا۔ یہاں بھی حضرت قبلہ مرشدیؒ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس عاجز نے ایک عالی شان مسجد ''مسجد نوری غوثیہ مجددیہ'' کے نام سے نزد ہیڈ پوسٹ آفس ریلوے روڈ تعمیر کروائی۔ دورانِ تعمیر مؤلف نے ارادہ کیا کہ وضوگاہ کی چھت تعمیر کرنے کے لئے ریلوے لائن کے پرانے گارڈر خرید لئے جائیں۔ میں اسی کوشش میں تھا کہ ایک رات سرکار نے عالم خواب میں فرمایا ''بابو جی! کوئی پرانی شئے مسجد کی تعمیر کے لئے خرید نہ کریں''۔ چنانچہ یہ ارادہ ترک کر دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ریلوے لائن کے گارڈر متنازعہ اور مشتبہ تھے، یہ مسجد حضرت قبلہ کی توجہات کریمانہ سے اس قدر بابرکت ہوئی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش ہوئی اور قبول فرمالی گئی۔

~ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

پس ثابت ہوا کہ اولیائے کرام بعد وصال بھی اپنے مریدین کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں اور رہنمائی فرماتے ہیں۔

دورانِ قیام مظفر گڑھ 67-1972ء یہ عاجز ایک دفعہ ایام سرما میں بعارضہ دمہ سخت بیمار ہو گیا۔ متواتر تین دن تک کچھ کھایا نہ پیا۔ بیماری اس قدر نازک صورت اختیار کر گئی کہ موت سامنے کھڑی نظر آ رہی تھی۔ گھر والے الگ پریشان تھے۔ اس پریشانی کے عالم میں ایک رات دفعتہً حضور کرمانوالیؒ سرکار عالم خواب میں تشریف لائے اور اپنے دست شفقت سے تین لقمے مجھے کھلائے۔ میں نے مزید خواہش کی۔ حضور نے فرمایا ''بس بابو جی بس'' ان لقموں کی لذت اب تک محسوس کرتا ہوں۔ اس دن سے بیماری نے کبھی غلبہ نہیں کیا۔ بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ تکلیف مجھے کبھی ہوئی نہیں تھی۔

چودھری محمد انور بھٹہ سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ لاہور بیان کرتے ہیں کہ میری برادری کے دو قاتل مفرور تھے، وہ مجھے اس لئے قتل کرنے پر تُل گئے کہ میں نے ان کے خلاف وکالت کی تھی۔ حالانکہ میں نے قبلہ حضرت صاحبؒ سے اس کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ ایک بار ان قاتلوں نے مجھے پیغام بھیجا کہ ہوشیار رہیں۔ میں نے ہر ممکن احتیاطی تدابیر اختیار کر رکھی تھیں۔ گرمیوں میں بھی کمرہ میں سویا کرتا۔ جب رفع حاجت کے لئے باہر بیت الخلا تک جاتا جو کہ گھر کے صحن کے ایک کونہ میں تھا تو پریشانی ہوتی۔ ایسے موقعوں پر میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا کہ رات کے وقت جب کبھی میں اپنے کمرہ سے بیت الخلاء کی طرف جاتا ہوں تو حضرت قبلہ گویا میرے ساتھ چل رہے ہیں۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے شیر کی طرح گرج کر ان آدمیوں کو للکارا کہ تم نہیں جانتے میں کون ہوں؟ اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو بھاگ جاؤ۔ ورنہ مارے جاؤ گے۔ مجھے خفیہ طور پر اطلاع ملی کہ وہ بہاول نگر چلے گئے ہیں، چند ماہ بعد وہ واپس آئے تو پکڑے گئے اور جیل میں عملہ جیل کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔

رہنمائی بعد از وفات:

ایک دن 1974ء میں میری اپنی غفلت کی وجہ سے حجام نے ڈاڑھی کے بال نیچے سے تراش دیئے۔ حضرت قبلہؒ نے اسی رات ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور عاجز نے توبہ کی۔

بندہ ناچیز نور احمد مقبول اور اس کے اہل خانہ کی عادت تھی کہ ہر روز صبح ہوتے ہی چڑیوں کے لئے روٹی چاول اور پانی رکھ دیتے تا کہ خوب سیر ہو کر کھائیں پیئیں۔ مگر کوے اس کمزور جانور کو تنگ کرتے اور خوراک خود کھا جاتے۔ میں نے ایک دن عملاً کوؤں کو روکے رکھا اور انہیں گھر کی طرف نہ آنے دیا۔ رات کو میں نے خواب میں حضرت قبلہ کو دیکھا کہ ان کے اردگرد کوے ہی کوے ہیں اور آپ ان کی طرف روٹی پھینک رہے ہیں۔ میں اپنی اس حرکت پر نادم ہوا اور اُس رازقِ مطلق کی طرف سے یہ اشارہ پا کر تائب ہوا کہ کوے بھی اللہ کی مخلوق ہیں ان کا رزق بند کرنا مناسب نہیں۔

باطنی اپریشن:

طالب حسین از مغلپورہ نے بیان کیا کہ میں 1954ء میں حضرت کرمانوالیؒ سرکار کا مرید ہوا۔ 1972ء کا واقعہ ہے کہ میرا بایاں ہاتھ کسی اندرونی نقص سے سوجھ گیا۔ ڈاکٹروں نے فیصلہ دے دیا کہ ہاتھ کاٹنا پڑے گا مگر میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ اسی دوران میں جڑانوالہ کے ایک ماہر جراح کے متعلق میں نے سنا۔ وہاں گیا تو اس نے بھی ہاتھ کٹوا دینے کا مشورہ دیا۔ میں مایوس ہو گیا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا میں روزے باقاعدہ رکھ رہا تھا۔ ایک رات فکرمندی کی حالت میں سو گیا اور قبلہ حضرت صاحبؒ کے حضور میں ایک درخواست عالم رویا میں لکھی۔ اُسی رات قبلہ حضرت صاحبؒ تشریف فرما ہوئے۔ ایک الماری جس میں سامان جراحی تھا کھولی اور تین بجے رات خود میرے ہاتھ کا اپریشن کیا۔ چمٹی لے کر انگشت سے ایک سیاہ رنگ کی کوئی شے نکالی اور فرمایا کہ اب آرام ہو جائے گا۔ جب میری آنکھ کھلی تو انگلی پر معمولی سی پیپ دیکھی۔ سوجھن بھی کم تھی۔ صبح پٹی وغیرہ میں نے خود ہی کر دی۔ ایک ہفتہ کے بعد ہاتھ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ غیبی اپریشن کے وقت میرا بھائی بھی موجود تھا۔

اس نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی۔ قبلہ حضرت صاحب بادامی واسکٹ زیب تن کئے ہوئے تھے۔ اللہ اکبر۔

اندھی آنکھیں روشن ہوگئیں:

عادل خاں انگریزی رسالے میں ملازم تھا۔ قبلہ سید امام علی شاہ صاحب مکان شریف کو سلام کرنے کے لئے آیا۔ سلام کرنے کے بعد وہیں رہ گیا۔ اسے نوکری، حاضری کی کچھ خبر نہ رہی۔ چھ ماہ بعد یاد آیا۔ تو اپنی چھاؤنی میں حاضر ہوا اور استعفیٰ دینا چاہا کہ میں غیر حاضر رہا ہوں مگر سب ساتھی ہنسنے لگے کہ خان صاحب تم نوکری پر تھے اور ہر روز ہمارے ساتھ پریڈ کرتے تھے۔ تم تو غیر حاضر نہ تھے۔ کیوں نوکری چھوڑتے ہو۔ خان صاحب نے کہا کہ قبلہ سید امام علیؒ شاہ کی خدمت میں چھ ماہ رہ کر آیا ہوں۔ اب واپس اسی جگہ جاؤں گا۔ لوگ سن کر حیران تھے۔ استعفیٰ دے کر شاہ صاحبؒ کی خدمت میں آ گئے اور کئی سال رہے۔ حالتِ جذب کی وجہ سے گھر اطلاع نہ دی۔ ان کی والدہ ان کے فراق میں روتے روتے آنکھوں کی بینائی کھو بیٹھی۔ بعد اجازت پیر و مرشد جب خان صاحب گھر پہنچے تو ان کی والدہ ان کی آواز سن کر ان کو ہاتھوں سے ڈھونڈنے لگی۔ خان صاحب نے کہا اماں جان! آنکھوں کو کیا ہوا۔ کہا کہ تمہارے فراق میں روتے روتے اندھی ہو گئی ہوں۔ خان صاحب کو جذبِ ربّانی پیدا ہوا۔ اپنا لعاب دہن والدہ کی آنکھوں پر لگا دیا ان کی والدہ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اللہ اکبر۔ (یہ سید امام علی شاہ کا روحانی فیض تھا)۔

تبرکات سے شفا ملتی ہے:

مکان شریف ضلع امرتسر (بھارت) میں بے شمار جذامی لوگ آتے تھے۔ حضرت قبلہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وضو کا پانی حاصل کر کے بدن پر ملتے اور بالکل تندرست ہو کر چلے جاتے۔ آپ کی ولادت باسعادت بمقام رتڑ چھتڑ 1282ھ میں ہوئی۔

اعلیٰ حضرت میاں صاحبؒ ہمیشہ دیسی جوتی زرد رنگ کی استعمال فرماتے۔ شیخ برکت علی شرقپور شریف کے متمول احباب میں سے تھے۔ گرگابی پہنتے۔ اعلیٰ حضرت ملاقات کے وقت دیسی جوتی کے متعلق فرماتے اور شیخ صاحب یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ حضرت صاحبؒ

کفش دوز کو کہہ رکھا ہے تیار کر دے گا۔ کئی ماہ گزر گئے۔ ایک دن اعلیٰ حضرت نے حکم دیا کہ میری نئی جوتی انہیں دے دی جائے یہ حکم سن کر شیخ صاحب دل میں سوچ بچار کرنے لگے، کہ میں جوتی ہاتھ میں پکڑ کر گھر تک کیسے لے جاؤں گا۔ اعلیٰ حضرتؒ نے ان کے دل کا خدشہ معلوم کر کے ایک رومال میں جوتی لپیٹ دی اور خود اُٹھ کر شیخ صاحب کی بغل میں دے دی اور اوپر چادر کر دی جو شیخ صاحب نے اوڑھ رکھی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ لے جاؤ کہ کبھی کام آئے گی، ہوا یوں کہ اعلیٰ حضرتؒ کے وصال کے کئی سال بعد شیخ صاحب کے سر میں درد ہوا ہزار علاج کرائے آرام نہ آتا تھا۔ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، ایک دن سب احباب اکٹھے تھے کہ شیخ صاحب کا چراغ زندگی آخری لمحوں پر ہے۔ شیخ صاحب کو پسینہ آنا شروع ہوا اور جو رومال بھی درد روکنے کے لئے سر پر باندھا جاتا پسینہ سے خراب ہو جاتا اور بدلنا پڑتا۔ جب کوئی رومال نہ رہا تو شیخ صاحب کو یاد آیا کہ ایک رومال میں اعلیٰ حضرت میاں صاحبؒ کی پاپوش مبارک ہے وہ رومال مانگا۔ ان کی بیگم نے وہ رومال دیا۔ جونہی شیخ صاحب نے وہ رومال سر سے لگایا درد جاتا رہا اور چند منٹ میں شیخ صاحب تندرست ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت کی پاپوش اور مبارک رومال میں یہ تاثیر اور اثر دیکھا گیا اب بھی عقیدت منداس پاپوش مبارک اور رومال سے خیر و برکت حاصل کرتے ہیں۔

یہی شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ چوہدری نذیر احمد محکمہ خوراک کا جونیئر کلرک تھا حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کے لئے عرض کی۔ آپ نے فرمایا ”رب کریم وڈا افسر بنا دے گا“۔ اس وقت حضرت قبلہ ایک اعلیٰ قسم کا دھسہ (کشمیری شال) اُوڑھے ہوئے تھے نذیر احمد صاحب نے التجا کی کہ یہ دُھسہ انہیں دے دیا جائے۔ آپ نے اُسے عنایت کر دیا اُس دُھسے اور آپ کی دعا کی برکت سے چوہدری صاحب پی۔ سی۔ ایس افسر ہو گئے۔ کئی اعلیٰ عہدوں پر فائز رہنے کے بعد بطور سیکرٹری محکمہ متروکہ املاک یعنی بطور کمشنر ریٹائر ہوئے آپ کی دعا بھی خوب اور آپ کی دریا دلی بھی خوب تر۔

کرامت غوث اعظم: (بعد از وصال)

حضرت قبلہ محبوب سبحانی شہباز لامکانی غوث صمدانی حضرت شیخ سید عبدالقادرؒ جیلانی کا اسم مبارک نہایت ادب و احترام سے لیا جاتا ہے۔ سرکار بغداد کی یہ عظیم کرامت جو محترمی محمد شفیع صاحب 195 شاہ جمال روڈ لاہور نے بیان کی ہے نذرِ عقیدت کے طور پر درج کی جاتی ہے۔ محمد شفیع صاحب کی تاریخ وفات 1972ء ہے۔

مئی 1959ء کا ذکر ہے کہ مجھے (راقم الحروف) محمد شفیع مرحوم اور شیخ عبدالغنی مرحوم کے ساتھ شکر گڑھ جانے کا اتفاق ہوا۔ محمد شفیع صاحب PAF میں ونگ کمانڈر تھے۔ شیخ عبدالغنی صاحب دفتر پوسٹ ماسٹر جنرل لاہور سرکل میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر (تفتیشی برانچ) تھے اور مؤلف اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ تفتیشی برانچ تھا۔ محمد شفیع صاحب کو علاقہ شکر گڑھ کے بارڈر پر زمین الاٹ ہو چکی تھی۔ ہم نے وہاں ایک گاؤں میں رات بسر کی۔ کھلی فضا میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آسمان پر ایک مصنوعی سیارہ پرواز کرتا ہوا دیکھا گیا۔ سیاروں کی پرواز کا ذکر ہو رہا تھا کہ محمد شفیع صاحب نے غوث اعظم سرکار بغداد کا ذکر شروع کر دیا اور ان کی ایک تازہ ترین کرامت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ”جب میں PAF میں بطور جج کام کر رہا تھا تو میرے پاس ایک سپاہی کا کیس برائے سماعت آیا۔ اس پر الزام یہ تھا کہ اس نے غیر شادی شدہ ہوتے ہوئے اپنے آپ کو شادی شدہ ظاہر کیا اور ایک ایسی عورت کا فوجی ہسپتال سے مفت علاج کرایا جو اس کی بیوی نہ تھی۔ تاریخ سماعت سے چند دن قبل مجھے خواب میں ایک بزرگ ملے اور انہوں نے فرمایا کہ غوث پاک کی طرف سے حکم آیا ہے کہ یہ سپاہی بے گناہ ہے کیس کا فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا جائے۔ میں نے اس سپاہی کو بلایا اور اس سے صحیح صحیح صورت حال بیان کرنے کے لئے کہا۔ اس نے بتایا کہ ”میری رہائش شہر میں ہے، ایک غریب مزدور میرا ہمسایہ تھا۔ اس کی بیوی عرصہ سے مرض تپ دق میں مبتلا تھی۔ اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ علاج معالجہ کرا سکے۔ اس نے بصد منت مجھے کہا کہ میری بیوی کو اپنی بیوی ظاہر کر کے فوجی ہسپتال میں داخل کرا دو شاید یہ تندرست ہو جائے۔ میں نے جواب دیا کہ میں تو

غیر شادی شدہ ہوں ایسا نہ ہو کہ اس غلط اقدام سے میں محکمانہ طور پر مجرم ثابت ہو جاؤں۔ آخر جب میں کسی طرح نہ مانا تو اس مزدور نے غوث پاکؒ کا واسطہ دیا اور کہا کہ یہ راز وہ کسی پر ظاہر نہیں کرے گا۔ غوث پاکؒ کے واسطہ سے میں اس مزدور کی مدد کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور اس عورت کو اپنی منکوحہ ظاہر کر کے فوجی ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ چونکہ وہ عرصہ سے بیمار تھی معقول علاج کے باوجود وہ جلدی صحت یاب نہ ہوئی۔ اس کا خاوند اس کی زندگی سے مایوس ہو کر اُسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔ دراصل وہ اس عورت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد اس عورت کو افاقہ ہونا شروع ہو گیا اور وہ چند ماہ میں تندرست ہو گئی اور اب وہ قبول صورت نظر آنے لگی۔ جب وہ ہسپتال سے فارغ ہوئی تو میں اُسے اپنے گھر لے آیا چونکہ اسے اپنے خاوند کا پتہ معلوم نہ تھا اس لئے وہ میرے گھر میں رہی۔ میں نے اُسے والدین یا سسرال کے گھر جانے کے لئے کہا۔ مگر وہ رضا مند نہ ہوئی اور کہا کہ جو لوگ مجھے بیماری کی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے میں ان کے گھر جانے کے لئے تیار نہیں۔ میں تو اب ساری عمر اسی گھر میں بطور خادمہ گزار دوں گی۔ مگر جب اس عورت کے ورثا کو معلوم ہوا کہ وہ صحت یاب ہو چکی ہے اور وہ میرے گھر پر ہے تو وہ اُسے لینے کے لئے آئے مگر اس عورت نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر اُس عورت کے سسرال والوں نے مجھ پر مقدمہ دائر کر دیا کہ اس نے ہماری بہو کو اغوا کر کے حبس بیجا میں رکھا۔ جب وہ بیمار ہو گئی تو فوجی ہسپتال میں اپنی بیوی ظاہر کر کے مفت علاج کی سہولت حاصل کی۔ حالانکہ وہ خود غیر شادی شدہ ہے۔ یہ تمام واقعات بیان کرنے کے بعد اس سپاہی نے کہا کہ اس عورت کے خاوند نے غوث پاکؒ کا واسطہ دیا تھا اور کہا تھا کہ میں یہ راز کسی پر ظاہر نہیں کروں گا۔ مگر اب اس نے بدعہدی کی ہے۔ میں نے تو صرف غوث پاکؒ کے واسطہ کی عزت کرتے ہوئے اس کی بیوی کو فوجی ہسپتال میں داخل کرایا تھا۔ اپنی ذاتی غرض کوئی نہ تھی۔ وہ سپاہی اپنی کہانی بیان کر رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ محمد شفیع صاحب نے بتایا کہ مجھ پر ساری حقیقت عیاں ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ غوث اعظمؒ سرکار بغداد نے مجھے کسی دوسرے بزرگ کے ذریعہ خبردار کر دیا کہ سرکاری مسل تو سپاہی کے خلاف ہے مگر اس سپاہی نے محض

انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق کے جذبہ کے تحت اور ایک عظیم ترین واسطہ کی وجہ سے یہ کام کیا۔ بدعہدی تو اس مزدور نے کی یہ سپاہی بے قصور ہے۔ محمد شفیع صاحب نے بتایا کہ میں نے سب کے بیان قلمبند کرنے کے بعد کیس کا فیصلہ اس سپاہی کے حق میں دے دیا کہ یہ بے گناہ ہے۔ سبحان اللہ کس قدر لج پال ہیں غوثِ اعظمؒ کہ اپنے ایک ادنٰے عقیدت مند کی دستگیری[1] کی اور اسے محکمانہ سزا سے بچالیا۔

مؤلف 1970ء میں شرقپور شریف حاضری کے لئے پہنچا سردی کا موسم تھا دربار شریف پر دعا کے بعد لاہور جانے کے لئے سڑک پر آیا۔ مگر کوئی بس نہ ملی۔ نماز مغرب دربار شریف کی مسجد میں ادا کرنے کے بعد دعا کی کہ حضور میں نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ آپ سواری کا انتظام بھی فرما دیتے ہیں میرے لئے بھی انتظام فرما دیجئے گا۔ آپؒ کے شاہ جی صاحب کا غلام ہوں۔ نیز متفکر بھی تھا کہ میری جیب میں دو تین صد روپیہ کسی کی امانت کا تھا۔ جوں جوں تاریکی ہو رہی تھی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کار جس میں ایک خوش پوش آدمی سوار تھا دربار شریف کی طرف گئی۔ چند منٹ بعد واپس آئی اور میرے پاس پہنچی تو اُس شخص نے ازخود دریافت کیا کہ آپ کہاں جائیں گے۔ میں نے کہا ''لاہور''۔ کہا بیٹھ جائیں۔ کار لاہور کی طرف فراٹے بھرتی جا رہی تھی۔ کار والے نے کہا۔ کہاں اُتریں گے، میں نے کہا کہ داتا صاحب اُتار دیجئے گا۔ چنانچہ مجھے اُتار کر وہ کار والا آگے نکل گیا۔ نہ میں نے دریافت کیا کہ آپ کون صاحب ہیں، نہ انہوں نے کہا کہ آپ کون ہیں۔ اللہ اکبر استمداد ہو تو ایسی ہو۔

---

[1] حضرت جنید بغدادی مقام ولایت پر فائز ہونے سے قبل بادشاہ وقت کے پہلوان تھے۔ ایک سیدزادے نے ان سے کشتی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جب دونوں میدان میں آئے تو سیدزادے نے ان کے کان میں کہہ دیا کہ میں سیدزادہ ہوں کشتی کیا لڑوں گا۔ صرف بچیوں کی شادی کیلئے کچھ رقم حاصل کرنے کیلئے ڈھونگ رچایا ہے۔ میری آبرو رکھ لینا۔ جب کشتی شروع ہوئی تو حضرت جنید بغدادیؒ سیدزادے کے پہلے ہی داؤ سے چاروں شانے چت لیٹ گئے۔ بادشاہ کو اعتبار نہ آیا۔ دوبارہ کشتی ہوئی۔ حضرت جنید بغدادیؒ پھر ہار گئے۔ سیدزادہ انعام لے کر گھر چلا گیا۔ رات کو حضرت جنید بغدادیؒ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جنید! تم نے ہمارے نام کی عزت کی۔ ہم نے تمہیں اولیاء کا سردار بنا دیا ہے۔ سبحان اللہ۔

شیطانِ لعین

(۱) لاتتّبعوا خطوات الشیطن ط انه لکم عدو مبین o سورۃ البقرہ آیت 168

(۲) لاتعبدو الشیطن ط انه لکم عدو مبین o سورۃ یٰسین آیت نمبر 60

ے تکبرِ عزازیل را خوار کرد
بزندانِ لعنت گرفتار کرد

شیطان لعین مختلف حیلوں اور وسوسوں کی آڑ میں ابنِ آدم پر حملہ کرتا ہے۔ عبادت اور نیک کاموں سے روکتا ہے وہ انسان کی ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ انسان مصروف ہے اور شیطان فارغ۔ شیطان انسان کو دیکھتا ہے مگر خود، انسان کی نظر سے پوشیدہ ہے۔ ایسے "کھلے دشمن سے کسی وقت بھی بے خوف اور غافل نہ ہونا چاہیے"۔ مزید برآں انسان کا اپنا نفس بھی شیطان کا مددگار ہے۔ لہٰذا ابلیس کے شر سے بچنے کے لئے اس کا تعارف ضروری ہے۔

تعارف:

مردود ہونے سے قبل ابلیس لعین کا نام عزازیل تھا۔ یہ جنّات سے تھا۔ ہزار ہا سال عبادت کی۔ تکبر اور حسد سے اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور رب العزت کی نافرمانی کی پاداش میں راندہ درگاہ ہوا۔ اس نے ابن آدم کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی اور آج تک اس پر کمربستہ ہے۔ پہلا شخص جسے آتشیں لباس پہنایا جائے گا ابلیس ہوگا سب سے پہلے اسی نے جھوٹی قسم کھائی۔

شیطان کے آلاتِ گمراہی اور اس کا علاج:

شیطانِ جھوٹ کی چٹنی، غصہ کے سفوف اور نیند کے سرمہ، فحش لٹریچر، مذہبی تعصب، خواہشاتِ نفسانی، وسوسہ اور جہالت سے انسان کو دام فریب میں لاتا ہے۔ جہالت کا علاج علم ہے۔ وسوسہ کا علاج ذکرِ الٰہی ہے۔ خواہشاتِ نفسانی اور دیگر عادات بد کا علاج خوف خدا ہے۔ اپنے نفس پر قابو پانے کے لئے انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔ شہوات سے باز رہے۔ کم کھائے، تقویٰ اختیار کرے، عبادات اور طاعات کے بوجھ سے

اپنے نفس کو لاد دے۔

ے دل کے جو دشمن ہیں ان کے شوق میں رہتی ہے آنکھ
جان کا مالک جو ہے اُس سے نظر ملتی نہیں

شیطان لعین کے حملے:

اس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کو جھوٹی قسم کھا کر فریب دیا اور جنت سے نکلوایا۔ طریقۂ واردات بتا کر قابیل سے ہابیل کو قتل کروایا۔ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب علیہم السلام کی قوموں کو گمراہ کیا اور بے راہ روی کے باعث انہیں عذابِ الٰہی کا مستحق ٹھہرایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عظیم قربانی سے باز رکھنے کا حیلہ کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دلوں میں حسد پیدا کیا۔ زلیخا کے دل میں حضرت یوسفؑ سے تعلق کا غلط طریقہ ڈالا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے سامری کے ذریعے بچھڑے کی پوجا کرائی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبہ میں دارالندوہ میں شیخ نجدی بن کر پہنچا۔ جنگِ بدر میں سراقہ بن مالک بنی کنانہ کی شکل میں کفار کی مدد کے لئے ایک لشکر اور جھنڈا لے کر شامل ہوا۔ جنگِ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی غلط خبر مسلمانوں میں بد دلی پیدا کرنے کے لئے اُڑائی۔ بنی اسرائیل کے عابد برسیسا کو گناہ میں گرفتار کرایا اور وہ مشرک ہو کر قتل ہوا۔ حضرت غوثِ اعظمؒ اور امام فخر الدین رازیؒ کا ایمان سلب کرنے کے لئے حملہ آور ہوا مگر یہ دونوں بزرگ بچ گئے۔

شیطان کا عبادت سے روکنا:

امام غزالیؒ منہاج العابدین میں فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کو عبادتِ الٰہی سے روکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے تجھے عبادت کی ضرورت نہیں۔ جب یہ داؤ نہیں چلتا۔ تو تاخیر اور سستی کا حکم دیتا ہے۔ اس میں ناکامی کے بعد تیسرا وار کرتا ہے کہ عبادت سے جلدی فارغ ہو تاکہ فلاں ضروری کام کے لئے وقت نکل آئے۔ جب یہاں بھی منہ کی

کھاتا۔ ہے تو پھر دکھاوے اور ریا سے عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے اس مرحلے میں ناکام ہو
جانے کے بعد پانچواں داؤ آزماتا ہے اور خود پسندی اور عُجب میں مبتلا کرتا ہے۔ اس بار بھی
مقصد میں ناکام ہونے پر چھٹا حملہ اس طرح کرتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ تو خفیہ طور پر سعی اور
کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے اعمال ظاہر کردے گا۔ انسان کہتا ہے ملعون وہ میرا آقا
ہے۔ جس طرح چاہے کرے۔ پھر شیطان آخری یعنی ساتواں حملہ کرتا ہے کہ اگر تو سعید پیدا
ہوا ہے تو عبادت کی ضرورت نہیں۔ اگر تو شقی اور بد بخت ہے تو پھر نیک عمل کا کوئی فائدہ
نہیں۔ انسان کہتا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ عبادت کا حق ادا کروں گا۔ اگر شقی ہوں تو مطیع
اور فرمانبرداری کی حالت میں رہوں گا۔ اس پر شیطان ذلیل اور رسوا ہو کر الگ ہو جاتا ہے
کہ اللہ کے خاص بندوں پر اس کا داؤ نہیں چلتا۔

شیطان کا وجود کیوں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شیطان اتنا ہی کھلا دشمن ہے تو اُسے پیدا ہی کیوں کیا
گیا؟ جواب یہ ہے کہ بدی اور شر کو انسان کے امتحان کے لئے پیدا کیا گیا۔ شیطان کو پیدا کیا
گیا کہ بندگانِ خدا اپنے خالق کی طرف رجوع کریں۔ کہیں نڈر اور بے خوف نہ ہو
جائیں۔ شیطانِ لعین دنیا کی محبت انسان کے دل میں ڈال کر اسے گمراہ کرتا ہے۔ مادی تسخیر
سب کے سامنے ہے مگر روحانی تسخیر آنکھوں سے اوجھل۔ کراماتِ اولیائے کرام روحانی تسخیر
کی بدولت ظاہر ہوتی ہیں۔ اس مشینی دور میں دنیا مادی ترقی کی طرف رغبت کر رہی ہے یہ
طلسم شیطان کی پیدا کردہ ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد تو شیطان سے جنگ ہے۔ اس جنگ
سے انسان کی پوشیدہ صلاحیتیں اُجاگر ہو جاتی ہیں۔ جو ان خدا داد صلاحیتوں سے کام لیتا
ہے۔ وہ اپنے لئے ہر مقام پر بھلائی پیدا کر لیتا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ شیطان سے ہر وقت جنگ کرتا رہے۔ خدا کی پناہ مانگے۔
شیطان کی دوستی سے باز رہے۔ رحمان سے رشتہ جوڑے تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیاب اور
کامران ہو۔

؎ تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے   تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مُہرے ہوں مات

حضرت داتا گنج بخشؒ ہجویری اور حضرت میاں شیر محمدؒ شرقپوری کی ملاقات:

ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور میاں محمد مرحوم
کی بیٹھک واقع اندرون بھاٹی گیٹ پر فروکش تھے۔ سردی کا موسم تھا رات۔ کے دو بج رہے
تھے۔ دوستوں نے عرض کیا سرکار داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دربار چلیں"۔ چنانچہ سب
دوستوں کے ہمراہ میاں صاحبؒ داتا دربار روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے جب چوک، جہاں سے
داتا صاحب روڈ شروع ہوتی ہے اور جہاں اُن دنوں پتھروں کی ایک دکان ہوا کرتی تھی
تک پہنچے تو آپ رُک گئے کہ دربار داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے ایک آدمی آیا
جسے آپ بڑی تعظیم و تکریم سے ملے اور بڑھ کر مصافحہ کیا۔ آنے والے شخص کے سر پر گول
پگڑی تھی اور وہ کمبل اوڑھے تھے۔ ان کی داڑھی سفید تھی اور چہرہ منور۔ قریباً بیس منٹ
حضرت صاحب قبلہ اور وہ آنے والے حضرت ایک دوسرے کے مقابل خاموش کھڑے
رہے اس کے بعد انہوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور حضرت صاحب قبلہ واپس چلے
آئے اور وہ دربار داتا صاحب کی طرف رواں ہوئے۔ جب میاں صاحبؒ بھاٹی دروازہ
میاں محمد مرحوم کی بیٹھک پر پہنچے تو تمام دوست بڑے سٹ پٹائے اور ایک دوسرے سے کہنے
لگے۔ "جانا تو داتا صاحب تھا اور گئے بھی لیکن راستہ سے ہی واپس آگئے۔ آخر بات کیا
ہوئی۔ سرکار سے پوچھنا چاہیے۔

حاجی فضل الٰہی مونگا نے دوستوں کے مجبور کرنے پر حضرت صاحبؒ قبلہ سے عرض
کی "حضور داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی حاضری سے پہلے ہی آگئے ہیں"۔ سرکار مسکرائے اور
فرمایا! داتا صاحبؒ کو ہی ملنا تھا نا وہ جو چوک میں گول پگڑی اور نورانی چہرے والے ملے
تھے وہ داتا صاحبؒ ہی تو تھے"۔ اللہ اکبر۔

(داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ بجسد عنصری بعد از ممات اپنی قبر مبارک سے چل کر دور
تک تشریف لائے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت چاہیے کہ اولیائے کرام قبروں میں زندہ
ہیں)۔

حضرت داتاؒ گنج بخش مخلص طالب سے جسد دنیویہ سے ملاقات کر لیتے ہیں:

حاجی فضل الٰہی مونگہ شرقپوری لاہور کاروبار کرتے تھے اور کبھی کبھی شرقپور شریف حضرت صاحب کی حاضری کے لئے آتے۔ ایک دن میاں صاحب کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ''فضل الٰہی ! داتا صاحب جایا کرو حالانکہ حاجی فضل الٰہی صاحب ہر روز داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی حاضری کے لئے جایا کرتے تھے۔ حاجی صاحب نے عرض کی ''سرکار! ذرا واقفیت کرا دیں''۔

یہ سن کر آپ مسکرائے جب وہ واپس لاہور پہنچے اور داتا صاحب کے مزار پر گئے تو ان کا کہنا ہے ''ابھی دروازہ میں ہی تھا کہ کسی نے کندھوں سے پکڑا میرا منہ پھیر کر اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار کے تمام پردے درمیان سے اُٹھ گئے ہیں۔ حاجی صاحب بہت دیر تک وہیں کھڑے رہے عجیب کیفیت پیدا ہوئی اور وہیں باہر سے ہی واپس ہوئے''۔

یہ تھا حضرت صاحبؒ قبلہ کا تصرف اور طریقہ واقفیت کرانے کا کہ منزل (حضرت داتا صاحبؒ) نے خود ہی راہرو (فضل الٰہی) کو کھینچ لیا اور مقصود (داتا صاحبؒ) نے خود ہی طالب (حاجی فضل الٰہی) کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا تصرف بعد از وفات:

ملک حسن علی بی۔اے علیگ شرقپوری مرحوم نے اپنی کتاب ''ذکرِ محبوب'' جو اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے تھوڑے عرصے بعد مرتب کی گئی تھی میں اہالیانِ شرقپور شریف کو مخاطب کر کے لکھا ہے۔ ''اے شرقپور کے لوگو! ذرا گوش ہوش سے سنو۔ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وفات سے یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ مر گئے ہیں وہ پہلے بھی زندہ تھے اب بھی زندہ ہیں بلکہ آپ کی موجودہ زندگی (موت کے بعد) سابقہ زندگی سے بھی اعلیٰ وارفع ہے۔

؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ترجمہ: جس مردِ کامل کا دلِ عشقِ حق سے زندہ ہے اُسے موت نہیں آتی۔ دنیا پر یہ حقیقتِ دوام ثابت ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی استمداد:

اعلیٰ حضرت میاں صاحب کے مخلص مرید حاجی فضل الٰہی مونگہ رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ''چھُلّاں والی گلی لاہور میں ایک ترکھان رہتا تھا اس کے لڑکے کو ٹی۔ بی (دق کا مرض) تھی بہت علاج کروائے اچھے اچھے قابل ڈاکٹروں اور مستند لائق اور تجربہ کار حکماء سے مشورے کئے لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ مذکورہ ترکھان اکثر داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتا تھا ایک رات ترکھان کو ایک شاہ صاحب دکھائے گئے اور داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہوا کہ ان کے ''دم'' اور دعا سے تمہارے لڑکے کو بیماری سے نجات ملے گی اور شاہ صاحب کو مذکورہ ترکھان دکھایا گیا۔ شاہ صاحب فتح پور سیکری ہندوستان کی ایک مسجد میں رہتے تھے وہ لاہور چلے آئے اور داتا صاحبؒ کی مسجد میں قیام فرمایا۔ یہیں ترکھان اور شاہ صاحب نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ شاہ صاحب کی دعاؤں سے اس کے لڑکے کو صحت وتندرستی نصیب ہوئی۔ پھر شاہ صاحب مسجد وزیر خان چلے آئے اور حاجی فضل الٰہی مونگہ سے ملاقات ہوئی۔ شاہ صاحب کچھ دن محلہ خراسیاں میں لال محمد نقشہ نویس لاہور میونسپل کمیٹی کے ہاں قیام پذیر رہے اور اس کے کچھ دن بعد شرقپور شریف آ گئے اور حضرت صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف والی مسجد میں فروکش ہو گئے۔ شاہ صاحب مزار شریف پر نہیں جاتے تھے بلکہ مسجد میں روضہ شریف کی طرف مُنہ کر کے مراقبہ میں بیٹھے رہتے۔ چالیس دن شاہ صاحب یہاں رہے اور فرمایا ''میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بلند مقامات اور روحانیت کو سمجھنا بہت مشکل ہے''۔ نیز فرمایا ''حصولِ فیض کے لئے یہاں آیا تھا۔ الحمد للہ کامیاب وکامران ہوا ہوں''۔ آج تک یہ چشمۂ فیض تشنگانِ بادۂ شوق کے لئے رواں دواں ہے محروم وغم زدہ لوگ آتے ہیں اور اپنے دامانِ مراد میں گوہر مقصود بھر کر شاداں وفرحاں لوٹتے ہیں۔

حضرت میاںؒ صاحب کا تصرف:

لاہور سے قصور جائیں تو راستہ میں ایک قصبہ ''للیانی'' ہے۔ اس کے نواحی گاؤں

میں میاں چراغ دین سکونت رکھتے تھے جو اعلیٰ حضرت سرکار میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد میاں چراغ دین شرقپور شریف آتے تو سیدھے حضرت صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر جاتے اور حاضری کے بعد واپس اپنے گاؤں چلے جاتے میاں چراغ دین حضور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے برادرِ اصغر اور سجادہ نشین حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے نہ ملتے۔

ایک رات میاں چراغ دین نے خواب میں اعلیٰ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں۔ ''چراغ دین تم شرقپور آتے ہو اور میرے بھائی میاں غلام اللہ صاحب سے نہیں ملتے۔ آج میرے بھائی للیانی آئے ہوئے ہیں جاؤ ان کی خدمت میں حاضری دو اور یہ لو دو روپے میری طرف سے انہیں دے دینا بلکہ اپنی طرف سے بھی کچھ انہیں نذر گزارنا''۔ چنانچہ میاں چراغ دین علی الصبح للیانی پہنچے تو معلوم ہوا شرقپور شریف سے حضرت قبلہ ثانی صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں اور فلاں گھر مقیم ہیں۔ میاں چراغ دین نے وہاں جا کر آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا اور اپنا خواب سنا کر حضرت قبلہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق جناب ثانی صاحب قبلہ کی خدمت میں نذر گزاری اور اپنے سابقہ رویہ پر معذرت کی۔ میاں چراغ دین جب تک زندہ رہے شرقپور شریف مزارِ اقدس پر حاضری کے بعد قبلہ ثانی صاحبؒ رحمتہ اللہ علیہ سے مل کر واپس آتے۔

بعد از وصال رہنمائی:

حاجی فضل الٰہی مونگا رحمتہ اللہ علیہ اور محدث پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے آپس میں گہرے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات تھے۔ حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اکثر و بیشتر اہم امور میں ان سے مشورہ کرتے اور ان کی رائے کو صائب سمجھتے ہوئے بہت اہمیت دیتے تھے۔

قیام پاکستان سے بہت پہلے حاجی فضل الٰہی صاحب اور مولانا صاحب محترم میں

اکثر ملاقات ہوا کرتی تھی۔ جب حضرت مولانا صاحب رحمتہ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے تو آپ کے تبحرِ علمی اور اعلیٰ صلاحیتوں کے پیش نظر اکثر مقتدر اور مشہور مشائخ کرام نے اپنے آستانوں سے منسلک علمی مراکز کے لئے اور ملک کے کئی ایک مسلمہ دینی مدارس کے منتظمین نے درس و تدریس کے لئے مولانا کی خدمات حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ شرقپور شریف میں جامعہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے لئے بھی حضرت مولانا صاحب سے رجوع کیا گیا۔ مختلف زیرِ غور تجاویز کے لئے مشاورت کے دوران حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی فضل الٰہی مونگہ صاحب سے فرمایا کہ وہ دربار حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ پر اس بارے میں عرض کریں۔ چنانچہ حاجی صاحب تین دن یہی دعا لے کر سرکار میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری دیتے رہے۔ آخر وہاں سے اشارہ ہوا کہ اس وقت لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کی سرزمین بڑی پیاسی ہے اور وہاں مسلکِ اہل سنت کے لئے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ نے لائل پور میں قیام کا فیصلہ فرما کر وہاں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا اور وہیں سے ملک کے کونے کونے میں علم کی روشنی پھیلائی۔ زمانے بھر کو معلوم ہے کہ حضرت محدث پاکستان نے کس جاں سوزی و محنت شاقہ سے مسلک اہلِ سنت کے مطابق عقائد رکھنے والے عوام کی رہبری کے لئے اہل دانش و بنیش اور جید علماء کو علوم و فنون سے مزین کر کے جماعت در جماعت ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیئے[1] یوں حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی رہبری سے امتِ مسلمہ کو کتنے فیضان و برکات میسر آئے۔

محبتِ اہل مدینہ:

قیام پاکستان کے تھوڑے عرصہ بعد مدینہ منورہ کی جانی پہچانی شخصیت محترم المقام جناب معلّم حیدر الحیدری اپنے بھائی کی آنکھوں کے علاج کے لئے پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے ہر جگہ پاکستانی مسلمانوں کو دیدہ و دل فرشِ راہ کیئے اپنا منتظر پایا۔ دیارِ مصطفےٰ صلی

[1] اسی دوران مفتی اعظم زیب آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف نے بھی لائل پور میں قیام کا اشارہ فرمایا۔

اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والوں کا استقبال دیدنی تھا۔

حضرت قبلہ ثانی لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت پر وہ شرقپور شریف بھی تشریف لائے۔ جناب حیدر الحیدری مزار شریف میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے۔ جب فاتحہ خوانی کے بعد وہ اُٹھنے لگے تو ابھی پورا اُٹھنے نہ پائے تھے کہ پھر نیچے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ اُٹھے اور پوری طرح سیدھے بھی نہ ہو پائے تھے کہ پھر بیٹھ گئے۔ تیسری مرتبہ پھر ایسے ہی ہوا۔ حیدری الحیدری اُٹھ کر پھر بیٹھ گئے۔ لوگوں کا ہجوم تھا جو یہ منظر حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ جب میں اوپر اُٹھنے کی کوشش کرتا تھا تو میرے گھٹنے دو ہاتھ دباتے معلوم ہوتے کہ بیٹھ جاؤ پھر میں بیٹھ جاتا۔ تینوں دفعہ ایسے ہی ہوا۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو کہ عاشقِ رسول تھے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میری نسبت کی وجہ سے دیر تک اپنے پاس بٹھانے کے خواہش مند ہیں۔ سبحان اللہ مابعد وصال بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری محبت اور وابستگی کی یہ بےنظیر مثال ہے۔

تصرف بعد از وصال:

ستمبر 1965ء کو جب تمام بین الاقوامی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے رات کے اندھیروں میں بزدلوں کی طرح بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو پاکستانی قوم کی غیرت و حمیت جاگ اُٹھی اور ساری قوم سیسہ پلائی دیوار کی طرح دشمن کے مقابل ڈٹ گئی۔ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے مسلمان اسے حرم کا درجہ دیتے ہیں جہاں مسلمان تائیدایزدی اور غیبی امداد پر یقین رکھتے ہوئے ناموس اسلام اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر کٹ مرنا اور قربان ہو جانا سعادت اور شہادت عظمیٰ جانتے ہیں۔ دورانِ جنگ ایسے ایسے محیرّالعقول واقعات ظہور پذیر ہوئے کہ دوست دشمن انگشت بدنداں رہ گئے۔

ملک حسن علی بی اے علیگ مصنف ''حیاتِ جاوید'' اور ''ذکرِ محبوب'' نے خود بیان کیا کہ ان کی والدہ جو بہت ضعیف تھیں کافی عرصہ سے علیل تھیں۔ وہ دن رات اپنی والدہ

کے پاس ہی رہتے ان کا کہنا ہے کہ وہ رات کو نیند کے غلبہ کی وجہ سے اونگھ رہے تھے کہ دیکھا جناب حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ حسن علی! تمہاری والدہ کی طبیعت اب کیسی ہے خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد آپ واپس جانے لگے تو (ملک حسن بتاتے ہیں) میں نے کہا۔ حضرت تھوڑی دیر تشریف رکھیئے۔ آپ نے جواب دیا ''مجھے بہت جلدی ہے میں نے چونڈہ ضلع سیالکوٹ پہنچنا ہے جہاں پاکستان اور بھارت کے درمیان تاریخ کی بہت بڑی اور خوفناک ٹینکوں کی جنگ ہو رہی ہے (ملک صاحب کا کہنا ہے) میں نے عرض کی حضور! یہاں نزدیک لاہور کے بارڈر واہگہ پر بھی تو جنگ ہو رہی ہے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''لاہور کے محاذ کو داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ خود کمان کر رہے ہیں اور میری ڈیوٹی چونڈہ میں لگی ہے''۔

سبحان اللہ! اتنی بڑی خوفناک جنگ کو ''کوئی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہادر شیر ہی کنٹرول کرنے کا اہل ہو سکتا ہے''۔ یہ بات ملک حسن علی صاحب نے شرقپور ٹاؤن کمیٹی کے دفتر میں بیٹھے ہوئے کونسلرز کے سامنے بیان کی۔ ان کونسلروں میں شرقپور شریف کی مخلص ترین اور معزز شخصیت میاں محمد صدیق مونگہ مرحوم بھی شامل تھے۔ یہ واقعہ ہمارے علاقے میں بہت مشہور اور زبان زدِ عوام ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ اولیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور جہاں چاہیں جا کر اپنے دوستوں کی مدد اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

اصلاحِ عقائد:

ایک دفعہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ چند آدمی جو کہ غالباً پٹھان تھے آئے اور آپ سے ہی پوچھنے لگے کہ ہم نے میاں صاحب سے ملنا ہے۔ حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا ''اسے مل کے کیا کہنا ہے''۔ انہوں نے کہا ''کہ ان سے چند ایک مسئلے پوچھنا ہیں''۔ آپ نے فرمایا ''وہ کوئی مولوی تو نہیں ہیں مسئلے تو مولویوں سے پوچھے جاتے ہیں۔ ویسے وہ مسئلے کیا ہیں؟''۔

پٹھان کہنے لگے۔ ''ان سے پوچھنا ہے کیا حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و

ناظر ہیں؟“

آپ فرمانے لگے ”دیکھو! میں جس طرح اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اس سے کہیں بہتر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھ رہے ہیں“۔ اور دوسری کون سی بات ہے۔

انہوں نے کہا ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

آپ نے جوش سے فرمایا ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ تو میں خود پڑھا کرتا ہوں“۔ یہ سننا تھا کہ وہ پٹھان سب کے سب اونچی آواز میں پڑھنے لگے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ! یہ پڑھتے پڑھتے وہ بیہوش ہو گئے۔ لوگ جب انہیں ہوش میں لانے لگے تو آپ نے منع فرماتے ہوئے کہا۔ ”یہ خود بخود ہی ہوش میں آجائیں گے۔ انہیں ایسے ہی رہنے دو“۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوش میں آگئے اور ان کے قلوب شبہات اور شکوک کے غبار سے صاف ہو چکے تھے۔

حضرت صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک دن ایک وہابی آیا اور اس نے عرض کی ”میں نے ایک مسئلہ پوچھنا ہے“۔ آپ نے اسے بھی یہی فرمایا ”مسئلے تو کسی مولوی سے پوچھے جاتے ہیں۔ خیر بتاؤ وہ مسئلہ کیا ہے“۔ اس نے کہا ”یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیءٍ للہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز“۔ آپ نے ارشاد فرمایا ”یا شیخ عبدالقادر تو میں خود پڑھا کرتا ہوں“۔

آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ اس وہابی کو وجد ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ قریباً دو گھنٹے بعد جب اسے ہوش آیا تو وہ روتا تھا اور بے اختیار یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیءٍ للہ پڑھتا تھا جب لوگوں نے اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا۔ ”جب میاں صاحب قبلہ نے یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیءٍ للہ کہا تو مجھے وجد ہوا اور بے ہوشی طاری ہو گئی تو سرکار غوث عبدالقادر پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور میں نے عرض کی ”سرکار! آپ کو یاد کیا جائے تو آپ تشریف لاتے ہیں؟ تو غوث پاکؓ نے فرمایا ”کیوں نہیں! جو مجھے خلوص و محبت سے پکارے تو میں آجاتا ہوں“۔ اس واقعہ کے بعد اس وہابی نے وہابیت سے توبہ کر لی۔

ایک شخص عبدالرحیم نامی فرقۂ باطلہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کے عقائد درست نہیں

تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ”حضور! مجھے دانت میں درد ہے۔ ڈاکٹر محمد یوسف آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہے اس کے نام رقعہ لکھ دیجئے“۔ آپ نے فرمایا۔ ”میرے پیچھے سے ہو کر سامنے آؤ“۔ وہ جب پیچھے سے ہو کر سامنے آیا تو آپ نے پوچھا ”کہاں ہے درد“ اس نے کہا اس دانت میں۔ آپ نے فرمایا ”اس دانت پر انگلی رکھو“ اس نے دانت پر انگلی رکھی تو آپ نے یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی[1] پڑھ کر پھونک ماری تو درد جاتا رہا۔ اس دن کے بعد سے اس نے عقائد فاسدہ سے توبہ کر لی۔

نسبت بڑی چیز ہے:

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ مولانا غلام محمد بگوی رحمتہ اللہ علیہ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ مولانا موصوف ان دنوں بادشاہی مسجد لاہور میں خطیب تھے۔ نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ حضرت صاحب نے ایک مرتبہ مولانا کے متعلق فرمایا تھا کہ ”میں چھوٹی عمر میں شاہی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے گیا۔ جمعہ کی نماز کے بعد مولانا غلام محمد صاحب تقریر کرنے کی غرض سے منبر پر بیٹھے تو لوگ ان سے مصافحہ کرنے کے لئے دوڑے۔ میں نے بھی مولانا صاحب سے مصافحہ کیا۔ ہم کافی دیر مصافحہ میں مشغول رہے۔ نہ تو میں نے ہاتھ پیچھے ہٹائے اور نہ ہی مولانا صاحب نے اپنے ہاتھ کھینچے۔ بار بار لوگ مجھے بیٹھنے کے لئے کہتے رہے۔ آخر کافی دیر بعد میں نے ہاتھ پیچھے کیئے تو مولانا صاحب نے بھی مصافحہ ختم کیا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ مولانا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے پورے پیروکار ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب کوئی مصافحہ کیا کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک اپنے ہاتھ پیچھے نہ ہٹاتے جب تک مصافحہ کرنے والا اپنے ہاتھ نہ کھینچ لیتا۔

غالباً 1915ء کی بات ہے کہ فضل الٰہی مونگہ شرقپوری کاروبار کی وجہ سے لاہور

[1] میاں صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ گیارہویں شریف کا دن خالی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اگر آدمی بہت غریب ہو اور اس کے دن تنگی سے گزرتے ہوں تو وہ ایسا کرے کہ دسویں کے دن جب رات گیارہویں ہو شام کو اپنے کھانے کے دو حصے کر دیا کرے ایک حصہ پر غوث پاک کو ایصال کرنے کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھے اور پھر اپنا حصہ اور ایصال ثواب والا حصہ ملا کر بے شک خود ہی کھا لے۔

میں مقیم تھے۔ ان کی رہائش کشمیری بازار میں تھی وہ اپنے ایک دوست کو ملنے کے لئے ہر روز پانی والے تالاب آتے اور عشاء کی نماز وہیں پاس والی مسجد میں ادا کرتے اور اکثر مسجد کی اس دیوار کے پاس بیٹھتے جو بازار کی دکانوں سے ملحق ہے۔ وہاں بیٹھنے پر طبیعت خوب لگتی اور ایک عجیب محویت کا عالم ہوتا۔ ایک دن ملاقات کے وقت حضرت صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''کبھی پانی والے تالاب کی مسجد بھی گئے ہو''۔ فضل الٰہی صاحب نے عرض کی ''حضور! اکثر جایا کرتا ہوں''۔ فرمانے لگے ''کہاں بیٹھتے ہو''۔ انہوں نے عرض کی ''دیوار کے ساتھ بیٹھتا ہوں''۔ یہ سن کر حضرت صاحب قبلہ ارشاد فرمانے لگے ''وہاں طبیعت تو خوب لگتی ہوگی۔ اس جگہ مولانا غلام محمد بگوی رحمتہ اللہ علیہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کی نسبت آتی ہے''۔

اصلاح معاشرہ:

حاجی فضل الٰہی مونگہ شرقپوری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ لاہور گئے ہوئے تھے اور حافظ حسین بخش (اندرون لوہاری منڈی) مٹ والے کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دوست نے ذکر کیا کہ کالا شاہ کاکو کے گردونواح میں ریل کی پٹڑی کے نزدیک ایک ''مست'' دھونی رمائے بیٹھا ہے اکثر لوگ اسے عارف سمجھتے ہوئے اس کے پاس جاتے ہیں۔ وہاں کوئی ریلوے اسٹیشن نہیں ہے کہ جہاں گاڑی کھڑی ہو اور آنے جانے والے سوار ہوں۔ لیکن اس مست کے پاس آنے والے عقیدت مندوں نے جب کبھی سوار ہونا ہوتا ہے تو وہ مست اُنگلی کے اشارے سے گاڑی کو ٹھہرنے کا حکم دیتا ہے تو گاڑی رُک جاتی ہے اور اس کے عقیدتمند سوار ہو جاتے ہیں۔ ایک رات میں نے اکیلے میں حضرت صاحب قبلہ سے اس واقعہ کا ذکر کر دیا۔

یہ سنتے ہی آپ کو جوش آ گیا۔ سرکار لیٹے ہوئے تھے اُٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے ''جس آدمی نے یہ واقعہ سنایا ہے اسے بلاؤ۔ چنانچہ اسے بلایا گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا ''جاؤ اس مست فقیر کو کہہ دو''۔ گاڑی کا کھڑا کر لینا کوئی کمال نہیں ہے کمال تو یہ ہے کہ لوگوں

کے دل بدل دے اور جتنی روحانی طاقت اُدھر خرچ کرتا ہے اسے لوگوں کے دلوں کی اصلاح پر خرچ کرے''۔

اس آدمی نے عرض کی کہ علی الصبح ہی روانہ ہو جاؤں گا'' اس آدمی کی روانگی کے بعد تین چار مرتبہ حضرت صاحب قبلہؒ نے پوچھا کہ وہ واپس نہیں آیا؟ اس آدمی کی واپسی پر آپ نے پوچھا ''وہ مست کیا کہتا ہے''؟

اُس نے عرض کی ''سرکار! وہاں پہنچ کر جب میں نے آپ کا فرمان سنایا۔ تو اس نے ایک دلسوز چیخ ماری اور اپنا گریبان پھاڑ کر جنگل کی طرف دوڑ گیا''۔ بعد میں سنا ہے اس دن کے بعد کسی کو اس کا سراغ نہیں ملا۔

حضرت بہاول حق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ اپنی قبر میں زندہ ہیں

ایک دفعہ حضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ ملتان تشریف لے گئے۔ وہاں ایک آدمی نے عرض کی ''سرکار نزدیک ہی ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب ہیں جو اچھے قابل آدمی ہیں''۔ آپ نے فرمایا ''چلو ان سے ملاقات کرتے ہیں''۔ چنانچہ آپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس مسجد میں تشریف لے گئے اور ان مولوی صاحب سے ملاقات کی جب آپ واپس لوٹے تو فرمایا۔ ''جو چیز میں ڈھونڈتا تھا وہ نہیں ہے''۔

یہ سن کر ایک آدمی نے عرض کی ''حضور ان کا ایک بھائی ہے جو ''حال مست'' ہے اور جنگل میں رہتا ہے''۔ آپ فرمانے لگے ''وہ تو کچھ اچھا آدمی ہوگا''۔ یہ کہہ کر جب آپ سیڑھیاں اُترنے لگے تو دیکھا کہ سامنے وہ مست کھڑا ہے۔ آپ وہیں بیٹھ گئے اور وہ مست بھی سامنے بیٹھ گیا۔ کوئی پانچ سات منٹ کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مست کے کپڑوں میں سے دھواں نکل رہا ہے مست اُٹھ کر باہر آیا اور قے کر دی پھر چیخ ماری اور جنگل کی طرف بھاگ نکلا۔ حضرت صاحب قبلہ حضرت بہاول حق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں جوتیاں اُتار کر جب آپ بہاوالحق زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ کے اندر داخل ہوئے تو فوراً ہی اندر سے باہر چلے آئے اور جوتا پہن کر واپس

آ گئے۔ اس وقت تو کسی کو کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی تاہم رات کو حاجی فضل الٰہی صاحب نے عرض کی ''حضور! اتنی دور سے آئے ہیں بڑا ذوق اور اشتیاق تھا لیکن معلوم نہیں کیا بات ہوئی کہ حضرت بہاء الحق زکریا صاحب کے مزار پر چند منٹ بیٹھنا بھی نصیبوں میں نہ ہوا''۔ یہ سن کر آپ فرمانے لگے ''ارے! کیا اندر مزار ہیں؟۔ مجھے تو یوں معلوم ہوا کہ سب سفید سفید چادریں اوڑھے آرام فرما رہے ہیں اور جب میں اندر پہنچا تو سب اُٹھ اُٹھ کر مجھے گلے ملنے دوڑے اور میں یہ کہہ کر پیچھے دوڑا کہ گھر آنے پر ہی سب گلے ملتے ہو۔ میں تو تب جانوں کہ کبھی شرقپور بھی آ کر ملو''۔

ایک عام متقی شخص کا مقام:

شرقپور شریف میں طاعون کی وبا پھیلی تو میاں محمد امین صاحب چند دن علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ جب لوگ غسل دے کر فارغ ہوئے اور جنازہ قبرستان لے جانے کے لئے تیار ہوا تو حاجی فضل الٰہی مونگہ نے حضرت میاں صاحب کو اطلاع دی۔ تو میاں صاحب نے حاجی فضل الٰہی مونگہ سے پوچھا تم نے محمد امین کو کیسا پایا۔ حاجی فضل الٰہی صاحب نے عرض کی کہ میں نے دیکھا کہ جب میاں محمد امین کو غسل دے رہے تھے تو میاں محمد امین کا سلطان الاذکار جاری تھا۔ میاں صاحب نے فرمایا ''تم نے درست کہا''۔

ایک مرتبہ میاں صاحب قبرستان گئے تو چند منٹ میاں محمد امین کی قبر پر کھڑے رہے بعدہٗ فرمایا۔ الحمد للہ! دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بعد از وفات اپنے گھروں کی خبر بھی لے آتے ہیں اور لوگوں کی امداد بھی کرتے ہیں۔

حاجی مونگہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت صاحبؒ قبلہ کے فرمائے ہوئے کی تصدیق کئی دفعہ ہوئی۔ میاں محمد امین خواب میں آئے اور مشکل کا حل بتایا۔ کئی گھریلو معاملات میں رہنمائی کی۔ جب بھی کبھی مدد طلب معاملہ رونما ہوا آپ نے خواب میں آ کر مدد کی۔

حضرت داتا گنج بخش قبر میں زندہ جاوید ہیں:

اعلیٰ حضرت میاںؒ صاحب شرقپوری کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کبھی لاہور داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی حاضری کے لئے جاتے تو مسجد داتا صاحب کی محراب میں داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف مُنہ کر کے بیٹھتے۔ وہاں سے سیدھی داتا صاحب قبلہ کے لوح مزار پر نگاہ پڑتی تھی۔ ایک دن حضرت میاںؒ صاحب مزار شریف پر تشریف لے گئے اور وہیں محراب میں جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ روضہ پر تیسرے درہ میں جا کر کھڑے ہو گئے حاجی فضل الٰہی مونگہ صاحب بھی ہمراہ تھے وہ بتاتے ہیں کہ اندر سے آواز آ رہی تھی ''آپ کی جوتی کی ایڑی کے ساتھ تھوڑی سی چیز لگی ہوئی ہے اسے اُتار دو''۔ ابھی یہ آواز آ رہی تھی کہ میاں محمد حیات مرحوم مجاور پھولوں کا ہار لے کر دوڑے آئے۔ جب آپ کے گلے میں ہار ڈالنے لگے تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا ''کیا میری پگڑی اُتارنے آئے ہو'' اتنا کہہ کر آپ نے اپنی پگڑی زمین پر پٹخ دی اور باہر آ کر سر پر صافہ لپیٹ ننگے پاؤں واپس چلے آئے۔ حاجی فضل الٰہی صاحب نے کچھ دنوں بعد حضرت صاحب قبلہ سے پوچھا کہ داتا صاحب کے ہاں کیا بات تھی۔ آپ فرمانے لگے ''ارے! تم کہاں تھے؟'' اور ساتھ ہی فرمایا ''کیا روضہ شریف کے اندر کوئی مزار ہے؟ اندر تو ایک تخت بچھا ہوا ہے اور داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس پر جلوہ فگن ہیں''۔ جوتی کی چیز کے متعلق فرمایا کہ ''داتا صاحب فرماتے تھے'' سید محمد شاہ کو ذرا پرے کر دو''۔ سید محمد شاہ سے حضرت صاحب قبلہ کو بڑی محبت تھی لیکن عشق حقیقی میں اتنی سی بات بھی گوارا نہ کی جا سکی کہ دوسرا شخص ملاقات کے وقت موجود رہے۔

میاں صاحبؒ کی نظر کرم سے نزول باران رحمت:

ایک مرتبہ گرمیوں کے موسم میں آپ شرقپور شریف میں بعد نماز مغرب اپنی مسجد جامع کی چھت پر وظائف میں مشغول تھے اور سخت گرمی تھی۔ آپ نے نظر اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا ''اللہ جی! بڑی گرمی اے''۔ بس پھر کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہلکی

ہلکی بارش ہونے لگی بعد میں معلوم ہوا کہ یہ بارش شرقپور شریف کے اردگرد ہی ہوئی۔ ایسے ہی واقعات کئی دفعہ دیکھنے میں آئے۔ سبحان اللہ۔

اس مردِ حق پرست کے مندرجہ بالا واقعات کیسی صحیح تصویر ہیں شہرۂ آفاق حدیث قدسی لایزال عبدی یتقرب الی بنوافل الخ کی اور کیسی عکاسی کرتے ہیں عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر کی

؎ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

میاں صاحبؒ اپنی قبر میں زندہ ہیں:

مولوی نور محمد ساکن لیاقت آباد المعروف ڈھلے ماڈل ٹاؤن لاہور بیان کرتے ہیں کہ سید عبداللطیف قادری عرف چھوٹے میاں یوپی بھارت سے مہاجر ہو کر کراچی آئے۔ وہاں سے لاہور تشریف فرما ہوئے تو چند سال مجھے میزبانی کا شرف حاصل رہا۔ میرے ہاں اُن کا قیام باعث خیر وبرکت تھا۔ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقعہ پر ہم دونوں شرقپور شریف پہنچے۔ مزار مبارک پر حاضری دے کر ہم ختم شریف میں شامل ہو گئے۔ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب ختم خواجگان پڑھ رہے تھے۔ ختم شریف کی مجلس سے میں قادری صاحب کے ساتھ باہر چلا آیا۔ جب میں اور قادری صاحب مزار شریف سے کچھ ہی دور آئے تھے تو ہم نے مخالف سمت سے ایک خوش پوش بزرگ کو آتے دیکھا۔ چہرے اور لباس پر مسافت کے کوئی آثار نہ تھے۔ نہایت حسین چہرہ تھا۔ سر پر دستار مبارک، لباس سادہ مگر پُر وقار۔ نزدیک آئے تو قادری صاحب سے مصافحہ فرمایا۔ قادری صاحب نے عرض کی حضور! ان سے بھی۔ اُن بزرگوں سے مجھ سے مصافحہ فرمایا۔ بعد ازاں وہ بزرگ کچھ دور جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ہم لاہور واپس آ گئے۔ موقعہ پا کر میں نے قادری صاحب سے دریافت کیا کہ جن سے مصافحہ کا شرف حاصل ہوا تھا وہ کون بزرگ تھے۔ قادری صاحب نے فرمایا کہ وہی تو اعلیٰ حضرت میاں صاحبؒ تھے۔ فرمایا کہ جب میں مزار مبارک پر حاضر ہوا تھا تو میں نے میاں صاحبؒ کو مرقد مبارک میں نہ پایا چنانچہ مزار مبارک کے باہر ہی ملاقات کا شرف حاصل ہو گیا۔ اللہ اکبر

اولیاء اللہ کے تبرکات کا فیض:

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا پیرہن سلطان محمود غزنوی کو دیا اور فرمایا کہ مشکل کے وقت اس خرقہ کے وسیلہ سے کام لینا۔ محمود غزنوی کو جب سومنات پر حملہ کے وقت فتح کی امید نہ رہی تو اس نے اس خرقہ کے وسیلہ سے بارگاہ خداوندی میں فتح کے لئے دعا کی۔ اس مبارک پیرہن کا ہاتھ میں لینا ہی تھا کہ لشکر کفار میں باہم نا اتفاقی پیدا ہوئی اور بھاگ نکلے۔ فتح کے بعد رات کو شیخ خرقانی نے محمود غزنوی کو خواب میں فرمایا۔ "محمود! تم نے ہمارے خرقہ کی کچھ قدر نہ کی۔ اگر اللہ تعالیٰ سے چاہتے کہ تمام کافر مسلمان ہو جائیں تو سب مسلمان ہو جاتے"۔ اللہ اکبر۔

محمد بن الحسنین فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا، اور آخری دم کے خیال سے نہایت غمگین تھا۔ ابوالحسن خرقانیؒ نے مجھ سے فرمایا کہ موت کا فکر نہ کر، کیونکہ کام موت سے ہی متعلق ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تو موت سے ڈرتا ہے۔ میں نے کہا ہاں میں ڈرتا ہوں آپ نے فرمایا "اگر میں تجھ سے پہلے مروں تو تب بھی تیرے مرنے کے وقت پہنچ جاؤں گا"۔ پس آپ نے دعا کی اور میں اچھا ہو گیا۔ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ (محمد بن الحسنینؒ) کھڑے ہو گئے اور کہا وعلیکم السلام، محمد بن الحسنین کے بیٹے نے کہا کہ آپ کسے دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ رحمتہ اللہ علیہ (بعد ممات) تشریف لائے ہیں اور جو آپ نے وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیا ہے تا کہ میں موت سے خوف نہ کھاؤں۔ جواں مُردوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ ہے یہ کہا اور جاں بحق ہو گئے۔

ابوالحسن خرقانی دس محرم الحرام 425ھ کو رحلت فرما گئے۔ مزار پُر انوار خرقان میں ہے۔

حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمت رحمتہ اللہ علیہ امام ربّانی سرکار مجدد الف ثانیؒ کے لختِ جگر اور قرۃ العین ہیں۔ "الولد سر الابیہ" کی ہو بہو تصویر۔ اپنے برادر حقیقی عروۃ الوثقیٰ، قیوم ثانی قدس اللہ سبحانہ سرھما الاتد کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت کے

لئے شریف لے گئے دونوں برادر ولایت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے
فیض سے مستفیض تھے۔ لکھتے ہیں کہ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو وہاں میں نے ایک مشاہدہ کیا
کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رحمت کا وجود پاک فرش تا عرش اور جمیع کائنات کا
مرکز ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات ہی وہاب مطلق اور مبداء فیاض ہے لیکن جس کسی کو فیض
"نور" پہنچتا ہے یا پہنچ رہا ہے۔ وہ آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے وسیلہ جلیلہ سے پہنچتا ہے اور
جمیع مہمات وامور ملک وملکوت بھی آپ ہی کے اہتمام سے انصرام پا رہے ہیں جب سعید
دہر، جلیل عصر خازن الرحمتہ اللہ علیہ حج بیت اللہ شریف سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ بارگاہ
رحمتہ اللعلمین علیہ الصلوات والتسلیمات والتحیات حاضر ہوئے تو سب سے
پہلے مسجد نبوی شریف ریاض الجنتہ میں تحیتہ المسجد ادا کرنے لگے تو دوران تشہد درود شریف
پڑھ رہے تھے کہ روضہ مقدسہ سے آواز آئی "العجل انا الیک مشتاق" جلدی کیجئے جلدی
کہ میں تیرا مشتاق ہوں تو بعد سلام فی الفور حاضر بارگاہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور
حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ظاہری آنکھوں سے عالم بیداری میں دیکھا
اور دوران حاضری آٹھ مرتبہ زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ یہ سب کمالات و انعامات،
متابعت سنت اور درود شریف کی برکت سے پائے۔ ؎ "مکتوب معصومیہ ج سوم"

؎ ایں سلسلہ از طلائے ناب است
ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اعلیٰ حضرت میاں صاحب سے استمداد بعد از وفات

صوفی محمد ابراہیم صاحب میرووالی نے بیان کیا کہ میں جنڈیالہ کلساں ضلع شیخوپورہ
میں اول مدرس تھا۔ اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری کے عرس مبارک میں صرف ایک دن
باقی رہ گیا۔ درخواست برائے رخصت بعد منظوری مجھ تک ابھی نہ پہنچی تھی۔ قیام پاکستان سے
پہلے محکمہ تعلیم پر غیر مسلم افسران چھائے ہوئے تھے۔ ایسے نیک کام کے لئے بھی بغیر رخصت
غیر حاضری کی جرأت نہ ہو رہی تھی۔ پریشانی تھی غم تھا کہ اعلیٰ حضرت کے عرس مبارک سے

کہیں غیر حاضری نہ ہو جائے۔ اسی پریشانی کے عالم میں رات سو گیا۔ خواب میں اپنی
درخواست نظر آئی۔ جس پر منظوری کا حکم درج دیکھا یقین ہو گیا کہ رخصت منظور ہو چکی ہے
چنانچہ میں عرس مبارک میں شمولیت کے لئے روانہ ہو گیا۔

محمد اسلم کھرل ولد شہادت علی ساکن وگن عظیم ضلع شیخوپورہ حال ساندہ کلاں لاہور
نے بیان کیا کہ اسے عبدالمجید نیا مزنگ لاہور نے بتایا کہ عرصہ اکیس سال کا ہوا کہ میں شرقپور
شریف کے کسی نواحی گاؤں میں رہائش پذیر تھا۔ شیطانی خیالات غالب آئے تو میں نے
اپنے گاؤں کی ایک نوجوان عورت کو اغوا کیا۔ ہم دونوں شرقپور شریف کی طرف چل دیئے
تا کہ کسی تیز رفتار بس میں سوار ہو کر کسی محفوظ جگہ پناہ لیں اور بقیہ زندگی مزے سے بسر کریں۔
ابھی ہم تھوڑی دور ہی آئے تھے کہ میں نے لوگوں کو اپنے تعاقب میں آتے دیکھا۔ میں اس
عورت کو چھوڑ کر اپنی پوری قوت سے دوڑا تا کہ کسی جگہ چھپ کر جان بچاؤں۔ مجھے میاں
صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک سامنے نظر آیا۔ میں نے پختہ ارادہ کر لیا اگر آج
مجھے میاں صاحبؒ اپنی پناہ میں لے لیں تو میں سچی توبہ کر لوں گا اور آئندہ ایسے بُرے افعال
کا ارتکاب کبھی نہ کروں گا اور پاکیزہ زندگی بسر کروں گا۔ جونہی میں مزار مبارک کے دروازہ
پر آیا تو میری خوش بختی کہ مزار مبارک کا دروازہ کھلا پایا۔ میں اندر داخل ہوا اور ایک کونے
میں دبک کر بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں دعا مانگنے لگا۔ تعاقب کرنے والے لوگ بھی مزار
مبارک پر پہنچ گئے۔ ایک دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تلاش کیا لیکن
میں انہیں نظر نہ آیا۔ ان کے چلے جانے کے بعد میں باہر آیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ اعلیٰ حضرت
میاں صاحبؒ کی یہ زندہ کرامت دیکھ کر میں ان کا عقیدت مند ہو گیا اور سچی توبہ کی۔ اب
ایک سچے مسلمان کی زندگی گزار رہا ہوں۔

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی مردانِ خدا
تصرف فرماتے ہیں اور ان کا فیض جاری و ساری رہتا ہے۔

سگریٹ نوشی ترک کر دی:

ڈاکٹر نذیر احمد ولد الحاج محمد یٰسین بھٹی چک نمبر 562 گ۔ب ضلع ساہی وال بیان کرتے ہیں کہ میرے گاؤں کے مولوی برکت علی صاحب کو سرکار حضرت کرمانوالےؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ مولوی صاحب حقہ کے عادی تھے، دوران سفر سگریٹ نوشی کرتے رہے جو سگریٹ بچ گئے، زمین میں دفن کیئے، مسواک سے منہ خوب صاف کیا، اور آپ سرکار کی نورانی مجلس میں بیٹھ گئے، آپ ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ''مولوی جی۔ کِنّے سگریٹ دبے نے''۔ یعنی کتنے سگریٹ دفن کئے ہیں، پھر فرمایا ''مسواک کیتیاں کیہ بن دا اے'' جے بندہ دلوں صاف نہ ہووے'' مولوی صاحب آپ کے ارشادات دلپذیر سے بہت متاثر ہوئے اور آپ کی توجہ سے سگریٹ اور حقہ نوشی کی پرانی عادت یکدم ترک کر دی، یہ کمال نگاہِ ولی ہی میں ہوسکتا ہے کہ سالہا سال کی مہلک عادات یکسر چھڑا دیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور سر درد کی دائمی بیماری:

مولوی مقصود احمد صاحب باجڑہ گڑھی سیالکوٹ والے بیان کرتے ہیں کہ قصور شہر کے ایک مولوی صاحب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رسالت میں گستاخی کے مرتکب ہوئے اور سر درد کے دائمی مریض رہتے، ایک مرتبہ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت قبلہ کرمانوالی سرکار نے فرمایا مولوی جی! سورۃ الحمد شریف کی تلاوت کیجئے، تعمیل ارشاد میں مولوی صاحب نے تلاوت کی مگر ولا الضالین کو اہلِ سنت و جماعت کی طرح پڑھا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا مولوی جی! اُس طرح پڑھو جیسے قصور شہر میں پڑھتے ہو، مولوی صاحب نے عرض کیا حضور! اب ایسے ہی پڑھتا ہوں اور صحیح عقیدہ اپنا لیا ہے۔ آپ نے فرمایا تو بس پھر سر درد سے بھی نجات مل جائے گی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اب تو میں آپ کو ہر وقت اپنے پاس پاتا ہوں اور اپنا واقعہ بیان کیا کہ ایک دن گھر میں دوپہر کے وقت سویا ہوا تھا بے خبری میں ستر کھل گیا، آپ تشریف لائے اور مجھے جگایا اور خبردار کیا، میں نے تہبند درست کر لیا میں آپ کی دست بوسی کیلئے اُٹھا مگر آپ کو نہ پایا، دوسرا واقعہ اس طرح ہے کہ میں نے

آپ کو عالم رویاء میں وعظ فرماتے دیکھا، آپ آیت **وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین** کی تفسیر بیان فرما رہے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان پر سیر حاصل وعظ فرما رہے ہیں، میری ظلمت ڈھل گئی اور دل کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز پایا۔ اب میں صحیح العقیدہ مسلمان ہوں۔

؎ گر تو سنگِ خارہ اے مرمر شوی چو بہ صاحب دل رسی گوہر شوی

مولٰنا عبدالستار خاں نیازی کی پھانسی سے رہائی:

ڈاکٹر نورالدین بن میاں حسین بخش سانده کلاں والے حال نیوٹن انگلینڈ نے بیان کیا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی دانت کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ تبلیغی سلسلہ میں انگلینڈ دورہ پر آئے ہوئے تھے۔ بغرض علاج ان کے کلینک پر تشریف لائے۔ تو دوران رسمی گفتگو انہیں معلوم ہوا کہ میں (ڈاکٹر نور الدین) حضرت کرمانوالیؒ سرکار اوکاڑہ والوں کا مرید ہوں۔ مولٰنا نیازی صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے پیر جی کے تصرف اور کمال کا واقعہ مجھ سے سنیئے۔ مولٰنا عبدالستار خان نیازی فرمانے لگے کہ تحریک ختم نبوت 1953ء کے سلسلہ میں مجھے سزائے موت سنائی گئی تھی۔ تو میں نے ایک آدمی حضرت پیر محمدؒ اسماعیل شاہ بخاری کی خدمت میں دعا کے لئے بھیجا۔ تو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''نیازی صاحب ساڈے بیلی نیں۔ انہاندا کوئی بھی وال ونگا نہیں کر سکدا اے''۔ چنانچہ میں مقدمہ میں بری ہو گیا اور آپ کی دعا سے سزائے موت سے بچ گیا۔

؎ گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

جب حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا نیازی صاحب کو اپنا بیلی فرما دیا تھا تو کون مائی کا لال نیازی صاحب کو تختہ دار پر لٹکا سکتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ مولانا نیازی صاحب کے دیگر ساتھی جن میں سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم شامل تھے بَری کر دیئے گئے۔ فوجی عدالت نے آپ کو پھانسی کی سزا سنائی تھی۔ آپ سات دن اور آٹھ راتیں کال کوٹھری میں رہے۔ 14 مئی کو یہ سزائے موت عمر قید میں بدل دی گئی۔ پھر مئی 1955ء

میں آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔ اللہ اکبر۔

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

حضرت بری امام اپنی قبر میں زندہ ہیں:

اعزاز دین بٹ ولد معراج دین بٹ کریم پارک نمبر 2 پلاٹ 51 راوی روڈ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کرمانوالا شریف نے مجھے فرمایا کہ تمہیں کوئی درویش ملے تو اس کی بات پر عمل کرنا۔ چنانچہ امرتسر میں مجھے ایک مجذوب ملا۔ اس نے مجھے حضرت بری امام راولپنڈی جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں دربار بری امامؒ صاحب چلا گیا وہاں پہنچ کر مسجد میں لیٹ گیا۔ عالم خواب میں حضرت بریؒ امام صاحب کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا کہ تم پر کام حرام کر دیا ہے تم صرف مسجد کی خدمت کیا کرو۔ چنانچہ مجھے ایسا کام مل گیا جس میں محض نگرانی کی ڈیوٹی تھی۔ مجھے ہاتھ سے خود کام نہ کرنا پڑتا تھا۔ سبحان اللہ۔

نوٹ:۔ اعزاز دین بٹ مرحوم ہر رمضان شریف کے آخری عشرہ میں ایک قافلہ کی شکل میں بری امام آتے۔ اعتکاف فرماتے۔ جونہی عید کا چاند نظر آتا۔ راولپنڈی سے راتوں رات لاہور واپس چلے جاتے اور عید لاہور میں کرتے۔ بری امام شاہ لطیف کے عرس پر بھی حاضر ہوتے۔ اب عرصہ نو دس سال سے وفات پا چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مردان خدا بعد ممات بھی زندہ ہیں:

مداح رسول مولانا حافظ محمد عنایت اللہ نقشبندی خطیب اعظم جامع مسجد غزنی چوک لاہور فرماتے ہیں کہ نقشبندی فیض میاں امیر الدین رحمتہ اللہ علیہ کے ذریعہ شرقپور شریف ظہور پذیر ہوا۔ پاک و ہند کے وسیع و عریض علاقوں میں اعلیٰ حضرت میاں صاحبؒ شرقپوری کا فیضان جاری و ساری ہوا۔ سنت نبوی کی بہ تمام وکمال پابندی آپ کا خاصہ تھی اس میں کسی کی رورعایت نہ تھی۔ آپ کی مختصر سی صحبت اور ارشادات عالیہ کی یہ تاثیر ہوتی کہ حاضرین کی کایا

پلٹ جاتی۔ بد سے نیک اور نیک سے باکمال متقی پرہیزگار ہو جاتے۔ شقی آتے مگر سعید ہو کر رخصت ہوتے۔ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے جملہ امور اُٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا میل ملاقات، کھانا پینا سبھی تو سنتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوتے۔ عبادات کا تو ذکر ہی کیا۔

ایک مرتبہ کسی نمازی نے اعلیٰ حضرت میاں صاحبؒ شرقپوری کی خدمت میں استفساراً عرض کیا کہ آپ نماز جمعتہ المبارک دیر سے ادا کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت خاموش رہے اور کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ دوسرے جمعہ وہی شخص مسجد میں موجود تھا اور میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نماز کی تیاری میں ہمہ تن مصروف تھے۔ اس شخص کو دیکھ کر آپ کو جلال آ گیا اور اسے اپنے نزدیک آنے کے لئے فرمایا۔ وہ نزدیک ہوا تو میاں صاحب نے فرمایا بیلیا! ذرا آسمان کی طرف تو دیکھ، تعمیل ارشاد میں جونہی اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو اسے بیت المعمور کے ارد گرد فرشتے اور بزرگان دین وضو کرتے دکھائی دیئے۔ ازاں بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمتوں کے تاج والے، عرش کی معراج والے تشریف لائے اور نماز باجماعت ادا فرمائی۔ جب یہ نظارہ وہ شخص دیکھ چکا تو میاں صاحب رحمتہ اللہ نے فرمایا بیلیا! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کیسے نماز جمعہ پڑھ سکتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آسمانی مخلوق نماز جمعتہ المبارک ادا کر لیتی ہے تو پھر میں نماز ادا کرتا ہوں۔ وہ شخص مطمئن ہو گیا۔ عرض کرنے لگا حضور! آپ کو یہ ارفع مقام کہاں سے حاصل ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ''یہ بندہ عاجز ایک مرتبہ حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک (نزد انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور) پر حاضر تھا کہ حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''میاں شرقپوری! ہماری طرف سے یہ تحفہ لے جاؤ''۔ بس اس روز سے آسمانوں کے حجابات اُٹھ جاتے ہیں۔ یہ فیض رسانی حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے ہے۔ سچ ہے کہ اولیائے کرام اپنی قبور میں زندہ جاوید ہیں۔

باباجی سرکار کی مدد بعد از وصال

حافظ عبدالغفور صاحب خطیب جامع مسجد حضرت کرمانوالا شریف بیان کرتے ہیں

که پیر جی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی وفات 1992ء کے بعد بابا جی سرکار سجادہ نشین اول حضرت کرمانوالا شریف 1993ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے تو میں پریشان حال رہنے لگا کہ اب ایسی شفقت جو والدین سے بھی میسر نہ تھی کہاں سے ملے گی۔ اب ہمیں بظاہر سہارا دینے والا کوئی نہیں۔ بابا جی سرکار کے وصال مبارک کو چھ سات دن ہوئے تھے میں مسلسل آپ کے مزار اقدس پر حاضری دیتا رہا۔ ایک دن میں آپ کے قدمین شریفین کی طرف کھڑا تھا اور اپنی لاچاری بے بسی کا اظہار نہائت غم زدہ ہو کر کر رہا تھا کہ:

ے حضور! لج پال پریت نوں توڑ دے نہیں
جدی بانہہ پھڑ دے پھر چھوڑ دے نہیں
گھر آیاں نوں خالی موڑ دے نہیں

جونہی میری زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے میری قسمت نے یاوری کی اور بابا جی سرکار نے خاص توجہ اور خصوصی عنایت و مہربانی فرمائی اور مجھے اپنی زیارت سے نوازا جس انداز میں ظاہری زندگی میں میرے ساتھ گفتگو فرمایا کرتے تھے اسی انداز اور اسی آواز میں فرمایا "حافظ جی! "اساں کدوں چھڈیا اے"۔ آپ نے دو مرتبہ یہ بات دہرائی۔ آپ کا اتنا ارشاد فرمانا تھا کہ میری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔ آپ کے کرم فرمانے سے مجھے یقین ہو گیا کہ ان کی نگاہ کرم اور شفقت و عنایت ان کا پیار اب بھی اس عاجز پر اس طرح ہے جس طرح ظاہری زندگی میں تھا۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ اولیاء اللہ اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

عبدالستار صاحب کامونکی والے بیان کرتے ہیں کہ کامونکی نیشنل بنک آف پاکستان کی مین برانچ کے مینجر شیخ عباد صاحب ہیں وہ مجھے اور صوفی خوشی محمد صاحب سے ملے۔ اور کہا کہ میں بہت پریشان ہوں میرے ساتھ حضرت کرمانوالا شریف چلئے اور وہاں بابا جی سرکارؒ کی خدمت میں میری پریشانی کے ازالہ کے لئے دعا کرائیں۔ ہم تینوں مفتی محمد حبیب اللہ چشتائی صاحب کی معیت میں حضرت کرمانوالا شریف پہنچے۔ مزار شریف پر حاضری دی۔ دعا کی اور واپس کامونکی آ گئے۔ کچھ دن بعد پھر ہم نے مفتی صاحب کے ہمراہ

دربار شریف حاضری دی دعا کی اور واپس چلے آئے۔ ایک دن عباد صاحب نے مجھے فون پر کہا کہ آیئے میں حضرت بابا جی سرکارؒ کی کرامت بتاؤں۔ چنانچہ میں عباد صاحب کے دفتر پہنچا۔ انہوں نے ایک فائل نکالی جس میں کچھ اندراج سرخ روشنائی سے تھے۔ عباد صاحب نے بتایا کہ مجھ سے کچھ محکمانہ غلطیاں ہو گئی تھیں جس بنا پر مجھے چارج شیٹ ملی۔ مگر حضرت بابا جی سرکارؒ کی دعا برکت سے وہ چارج شیٹ والی فائل مجھے بھیج دی گئی ہے کہ اس میں درستی کر کے دل جمعی سے واپس کر دو تا کہ تمہارے حق میں فیصلہ صادر کیا جا سکے۔ چنانچہ اب میں پہلی ہی پوسٹ پر کام کر رہا ہوں۔ اللہ اکبر تصرف ہو تو ایسا اور کرم نوازی ہو تو ایسی۔ گو حضرت بابا جی سرکارؒ گو دنیا سے رحلت فرمائے ہوئے ایک سال ہو چکا ہے مگر آپ کا فیض جاری و ساری ہے۔ اللہ کے ولی قبروں میں زندہ ہیں اور اپنے متوسلین کی روحانی طور پر مدد فرماتے ہیں۔

پیر سید محمد علی شاہؒ بخاری قبر میں زندہ ہیں:

شیخ محمد سعید انجم پاکپتن شریف والے بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ محترمہ دو اگست 1993ء کو انتقال فرما گئیں۔ میں بہت غم زدہ تھا۔ 5-8-93 بروز جمعرات نماز عصر کے وقت میں اپنے چند احباب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت گنج کرم اور پیارے بابا جی رحمۃ اللہ علیہما کا ذکر خیر مجلس میں ہو رہا تھا۔ میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ میرے پیارے بابا جی سرکار اس پریشانی کے عالم میں مجھ عاجز پر کرم فرماتے ہوئے میری دلجوئی کا سامان فرمائیں۔ اسی دوران میں میرے محترم شیخ ضیاء اللہ صاحب آئے اور کہا کہ حضرت کرمانوالا سے چند مہمان تشریف لائے ہیں۔ میں استقبال کے لیئے اٹھا۔ دیکھا کہ بابا جی سرکار کے دونوں داماد پیر سید جمیل الرحمان صاحب اور پیر سید شوکت حسین صاحب اور ان کے ہمراہ مہر محمد اسلم ایڈوکیٹ ننکانہ صاحب والے اور بابا جی سرکار کے خادم خاص صوفی عنائت اللہ رونق افروز ہیں دل میں جگہ دی۔ کمرہ میں بٹھایا۔ ان حضرات نے میری والدہ مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور اہل خانہ کو صبر کی تلقین کی۔ مختصر قیام کے بعد یہ قابل صد تکریم صاحبان تشریف لے گئے۔ پیارے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے ہم پر شفقت فرمائی اور غمزدوں کی دلجوئی کے لیے اپنے دلبند حضرات کو بھیج دیا۔ اور میری والدہ محترمہ کی مغفرت کا سامان کر دیا۔

حضرت میاں میرؒ کا مقام:

حضرت میاں میر بالا پیر قادری رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 1635ء میں ہوا۔ آپ کا مزار لاہور شہر سے کچھ فاصلہ پر ہے اس آبادی کو اب میاں میر صاحب کہتے ہیں آپ کا مقبرہ دارا شکوہ نے اپنی زندگی میں تعمیر کروایا تھا۔ چار دیواری کے اندر سرخ پتھر کا فرش ہے۔ فرش کے درمیان سنگ مرمر کا پانچ فٹ بلند چبوترہ ہے جس کے اندر آپ کی قبر مبارک ہے۔

سکھی دور میں راجا رنجیت سنگھ نے 1830ء میں دربار صاحب امرت سر کی تعمیر کے لئے لاہور کے مزارات کے پتھر اکھڑوا کر امرت سر بھجوانے شروع کئے۔ سنگ سرخ حاصل کرنے کے لئے وہ میاں میر بالا پیر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر گھوڑی پر سوار ہو کر آیا اور آپ کے مزار شریف کے صحن میں استعمال سنگ سرخ اکھڑوا کر امرت سر بھجوانے کا حکم دیا۔ یہ حکم دے کر احاطہ مزار سے باہر جا کر وہ اپنی دل پسند گھوڑی لیلیٰ پر سوار ہوا ہی تھا کہ گھوڑی بیخ پا ہو گئی۔ رنجیت سنگھ فرش پر آ رہا کچھ دیر بے ہوش پڑا رہا ہوش آیا تو کہا ''مجھے اس پیر کے مزار کی بے حرمتی کی سزا مل گئی۔ اس بارے میں میرا حکم منسوخ سمجھا جائے میں نے توبہ کی۔ پھر مزار شریف پر پیدل آیا۔ مزار پر پانچصد روپیہ نذرانہ رکھا۔ مزار پر سفیدی وغیرہ کرانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد رانجا ہر سال مزار پر آتا اور نذر نیاز پیش کرتا۔

ایک مرتبہ نواب فرید خاں والئے انب (سرحد) بڑی پریشانی کے عالم میں حضرت معظم صاحب سجادہ نشین ہری پور ہزارہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اشکبار ہو کر عرض کی کہ حکومت وقت میری تذلیل پر اتر آئی ہے۔ حقیقی نوابی تو عرصہ ہوا چھن چکی چند مراعات جو باقی تھیں وہ بھی ختم کی جا رہی ہیں۔ حضرت قاضی محمد صدر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ المعروف معظم صاحب کو رحم آ گیا۔ آپ استغراقی حالت میں دیر تک خاموش رہے۔ پھر فرمایا ''جایئے رب کریم رحم فرمائے گا۔ نواب صاحب رخصت ہونے لگے تو حضرت معظم صاحب بھی ان کے ساتھ کار تک گئے۔ خاں عبدالقیوم خاں جو وفاقی حکومت میں وزیر بااختیار تھے حالات کی تبدیلی کے باعث گرفتار ہو گئے۔ خاں عبدالقیوم خاں ہی نواب صاحب کے مخالف تھے۔ پس نواب صاحب کی مراعات بحال کر دی گئیں۔

بعد ازاں کسی ملاقات کے دوران نواب صاحب انب نے معظمؒ صاحب سے عرض کی کہ مراعات کی بحالی کی دعا کے وقت آپ نے میری عزت افزائی کی تھی کہ میرے ساتھ کار تک تشریف لائے اس سے قبل آپ نے کبھی ایسا نہ کیا تھا۔ معظم صاحب نے برملا کہا کہ نواب صاحب! آپ مغالطہ میں نہ رہیں یہ آپ کی عزت افزائی نہ تھی بلکہ حضرت مجدد الفؒ ثانی امام ربّانی سرہندی کی تکریم تھی جو آپ کی دادرسی کیلئے تشریف لائے تھے اور اس وقت واپس تشریف لے جا رہے تھے۔

حضرت مجددؒ الف ثانی زندہ جاوید ہیں:

(اللہ اکبر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی جسد عنصری کے ساتھ تشریف لائے اور نواب صاحب کی دادرسی کی۔ سرہند شریف کہاں اور ہری پور ہزارہ کہاں۔ اللہ والوں کے لئے بُعد زمانی و مکانی کچھ حقیقت نہیں رکھتا اور جہاں چاہتے ہیں پہنچ جاتے ہیں اور متوسلین کی مدد فرماتے ہیں ایسے لگتا ہے کہ مراعات کی بحالی مشکل معاملہ تھا۔ حضرت معظم صاحب نے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے استمداد[1] چاہی۔ لہٰذا حضرت شیخ احمد سرہندی بنفس نفیس تشریف فرما ہوئے اور نواب فرید خاں والئے ریاست انب کی دادرسی فرمائی۔

---

[1] میرا بیٹا افتخار نیاز روزگار کیلئے بیرون ملک جانا چاہتا تھا۔ وہ دو تین سال ذاتی کوشش کے باوجود کامیاب نہ ہوا۔ مایوسی کے عالم میں اس نے مجھے لکھا کہ آپ کے پیر صاحب نے بھی میری مدد نہیں فرمائی۔ اس پر میں متفکر ہو گیا اور نماز تہجد کے وقت رو رو کر حضرت قبلہ پیر و مرشدی سید محمد اسماعیلؒ شاہ بخاری کی خدمت میں عرض کرتا قبلہ میرے بیٹے کی دستگیری فرمائیں۔ ایک رات عالم خواب میں مجھے ایسے معلوم ہوا کہ دربار رسالت میں پیر و مرشدی نے یہ معاملہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ دربار گہربار میں حضرات حضوری ...... بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں دیوار کے باہر یہ کاروائی سن رہا ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اسے شملہ بھیج دو وہاں ایک جگہ خالی ہے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک میرے کانوں نے سنی۔ یہ منظر ختم ہو گیا۔ دوسرے دن ہی کراچی سے افتخار کا فون آیا کہ ابا جی! آپ جلدی آ جائیں میں ایک دو دن میں ریاض جا رہا ہوں۔ سب انتظام ہو گئے ہیں۔ اللہ اکبر غالباً یہ کام مشکل ہو گا کہ حضرت قبلہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہی۔ یہ 1980ء کی بات ہے۔ میرا بیٹا آج تک ریاض سعودی عرب میں برسر روزگار ہے۔ میں بھی خوش قسمت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک سن لی۔ ریاض اور شملہ کی تطبیق سمجھ میں نہیں آئی۔

داتا گنج بخشؒ ہجویری اور ایک عقیدت مند کی مدد:

کتب تواریخ سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی لاہور میں ملاّ جمال تلوی سے ملاقات ثابت ہے۔ ملاّ جمال تلوی ایک متجر عالم تھے۔ لاہور میں اُن کی ایک درسگارہ بھی تھی۔ انہیں حضرت داتا گنج بخشؒ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ اسی عقیدت کی بنا پر آپ کامل بارہ برس تک داتا علی ہجویریؒ کے مرقد منور پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ خواہ بارش ہو گرمی ہو یا سردی آپ نے اس معمول میں ناغہ نہ ہونے دیا۔

ایک دفعہ آپ کو چند دن طعام میسر نہ آیا۔ آپ اس پریشانی کے عالم میں باغ نواب خان خاناں کی طرف چلے گئے۔ اور توت کے ایک درخت کے نیچے شاخ کو ہاتھ میں پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اچانک درخت کی شاخوں میں سرسراہٹ سی ہوئی اور ایک نورانی وضع قطع کا بزرگ درخت توت کی شاخ پر بیٹھا نظر آیا۔ ملاّ جمال نے اس بزرگ کی طرف دیکھا تو اُس بزرگ نے فرمایا ''ملاّ جمال! کیا توت کھاؤ گے۔ آپ نے جواب دیا ''جی ہاں''۔ اس بزرگ نے شاخ کو جھٹکا دیا گو توت کے پھل کا موسم نہ تھا توت زمین پر گرے۔ شیخ جمال تلوی توت چُن چُن کر کھانے لگے۔ بزرگ نے کئی مرتبہ شاخ کو جھٹکا دیا۔ توت گرتے رہے حتیٰ کہ شیخ تلوی سیر ہو گئے۔ بھوک جاتی رہی۔ شیخ جمال تلوی کا فرمانا ہے کہ وہ نورانی بزرگ داتا علی ہجویریؒ تھے۔ جاتے وقت انہوں نے شیخ تلوی سے فرمایا کہ تم نے ہماری بہت خدمت کی ہے پانچ روپیہ یومیہ تمہارا (وظیفہ) مقرر کیا جاتا ہے یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے۔ (نقل از مجلّہ نور اسلام) مجدد نمبر جنوری۔ فروری ۱۹۸۸ص ۷۲، ۷۳)

[1] یہ تو ایسے ہے جیسے حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد بھوک اور پیاس دور کرنے کے لئے کھجور کے تنے کو ہلانے کیلئے کہا گیا تھا۔ جب حضرت مریم نے اپنے ہاتھوں سے کھجور کے تنے کو جنبش دی تو پکی ہوئی کھجوریں نیچے زمین پر آ گئیں۔ ایک چشمہ بھی جاری ہو گیا۔ قدرت الٰہی ہر امر پر غالب ہے۔ یہ واقعہ سورۃ مریم کی آیات 23-26 میں ہے۔

پیر سید محمد علی شاہ بخاری المعروف بابا جی سرکار رحمتہ اللہ علیہ 1993ء میں اس فانی دنیا سے دارالبقا کو سدھارے۔ وصال کے چند سال بعد ماہ اپریل کے عرس مبارک کے موقعہ پر ایک بیلی کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا اور کہا کہ ''حاجی بشیر سے کہو اس مرتبہ زائرین کثیر تعداد میں آ رہے ہیں۔ اس نے اپنے اندازہ سے خورد و نوش کا جو انتظام کیا ہے ناکافی ہے۔ کم از کم دو دیگ چاول اور پکوائے تاکہ زائرین متوسلین پیٹ بھر کر کھائیں اور اُسے بھی پریشانی نہ ہو۔ حاجی بشیر[1] صاحب کو جب یہ ارشاد سنایا گیا اس نے فوراً تعمیل کی۔ دو دیگ چاول زائد پکوائے چنانچہ لنگر کا انتظام معقول رہا اور کسی فرد کو بھی شکائت کا موقعہ نہ ملا۔

سچ ہے بندگان خدا اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ بابا جیؒ سرکار کو زائرین کی تعداد بھی معلوم تھی اور اندازہ بھی صحیح کہ دو دیگ چاول کافی ہونگے اور یہ عین وقت پر پیغام دیا۔ اللہ اکبر۔

تبرکات: سورۃ یوسف آیت 93 ۔ ترجمہ: میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے مونھ پر ڈالو۔ ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ (کنز الایمان)۔ جب مصر سے چل کر قافلہ کنعان کے قریب پہنچا تو ایک بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض لے کر دوڑتا قافلہ سے پہلے گھر پہنچا اور وہ قمیض اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر رکھ دی۔ قمیض کے رکھنے کی دیر تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی کھوئی ہوئی بینائی اس کرتا کی برکت سے واپس آ گئی۔ گو یہ قمیص عام کپڑے کی تھی مگر اِسے حضرت یوسف علیہ السلام ایسے مقبول بندے کے جسم مبارک سے چھونے کا شرف حاصل تھا۔ (ضیاء القران)

تابوت سکینہ: اس صندوق میں تبرکاتِ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ یہ صندوق بنی اسرائیل سے عمالقہ چھین کر لے گئے۔ صندوق واپس ملنے پر بنی اسرائیل کو فتح یابی کی ڈھارس بندھ گئی۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ اشیاء جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے ہوتا ہے ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ سورۃ البقرہ آیت 248۔

[1] حاجی بشیر صاحب کھیم کرن کمشن شاپ اوکاڑہ منڈی والے ہر عرس کے موقعہ پر لنگر خانہ کے منتظم ہوتے ہیں اور بابا جی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے معتمد مریدین میں سے ہیں۔

حاضرو ناظر:

سورۃ الاحزاب آیت 45۔ اے نبی مکرمؐ! ہم نے بھیجا ہے آپ ﷺ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بر وقت ڈر سنانے والا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن میتب سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح شام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کی جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرد کو اس کے چہرہ سے پہچانتے ہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر گواہی دیں گے۔ (ضیاء القران)

سورۃ البقرۃ آیت 143: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے نگہبان و گواہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے ہر شخص کے حال اور اس کی حقیقت ایمان اور اعمالِ نیک و بد و اخلاص، نفاق سب پر مطلع ہیں۔ (کنز الایمان، ضیاء القران)

سورہ الفتح آیت 8 میں ہے۔ "بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری اور ڈرسناتا۔ یعنی امت کے احوال و اعمال سے واقف تا کہ روز قیامت گواہی دیں۔

سورۃ النساء آیت 41۔ ترجمہ: اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے (کہ آپ نبی الانبیاء ہیں اور سارا عالم آپ کی اُمت)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر صبح شام حضور کی اُمت پیش کی جاتی ہے حضور ہر امتی کو چہرہ اور اس کے اعمال سے پہچانتے ہیں اس علم کامل کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سب پر گواہ ہونگے۔ (ضیاء القران)

نسبت کا اثر:

سورۃ البقرہ آیت 125 ترجمہ: حضرت ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔ یہ ایک پتھر ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں مبارک سے چھو جانے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ قدرت کی نگاہ میں اتنا عزیز اور ذی شان ہے کہ امت مصطفویٰ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اسے اپنی جائے نماز بنائیں۔ (ضیاء القران)

مُردے سنتے ہیں سورۃ اعراف آیت 79 پ 8۔ ترجمہ مونہ پھیر لیا حضرت صالح علیہ السلام نے ان کی طرف سے اور بصد حسرت کہا۔ اے میری قوم! بے شک پہنچا دیا میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام اور میں نے خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم تو پسند ہی نہیں کرتے اپنے خیر خواہوں کو۔

قوم کی بربادی کے بعد حضرت صالح نے وہاں سے رخصت ہوتے وقت ان مرے ہوئے ثمودیوں سے خطاب فرمایا یہ بعینہ ایسے ہی ہے جیسے جنگ بدر کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گڑھے میں مردہ کفار قریش سے خطاب فرمایا تھا۔ "فرمایا اے ابوجہل اے عتبہ اے شیبہ! میرے رب نے فتح نصرت کا جو وعدہ مجھ سے فرمایا تھا۔ وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ تم کہو تمہارے ساتھ ذلت اور عذاب کا جو وعدہ تھا وہ بھی پورا ہوا؟" حضرت فاروق اعظم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تین دن کے مُردوں کو خطاب فرما رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "میری گفتگو تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔ البتہ وہ جواب کی طاقت نہیں رکھتے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر بھی قبر میں سُن سکتا ہے۔ جب ایسا ہے تو مومن قبر میں کیوں نہیں سنتا۔

سورۃ اعراف آیت 93 پ 9: حضرت شعیب نے مونہہ پھیر لیا ان سے اور کہا اے میری قوم! بے شک میں نے پہنچا دیئے تھے تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں نے نصیحت کی تھی تمہیں تو (اب) کیونکر غم کروں میں کافر (قوم کے ہولناک انجام) پر۔ یہاں بھی حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کے کافر (مُردوں) سے خطاب کیا۔ معلوم ہوا مُردے سنتے ہیں۔

سورۃ زخرف آیت 45 پ 25 ترجمہ: اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھئے ان سے جنہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں سے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رب کریم نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ اُن انبیاء کرام سے پوچھیے جنہیں ہم نے آپ ﷺ سے پہلے پیغمبر بنا کر بھیجا۔ پوچھا اس سے ہی جاتا ہے جو سنے اور جواب دے۔ معلوم ہوا کہ صالحین وفات کے بعد سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔

جو حضرات مندرجہ ذیل آیات قرآنی سے موتی کے نہ سننے پر دلیل پکڑتے ہیں غلطی پر ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَO ^۸۰

(سورۃ النمل پارہ۲۲)

ترجمہ: بیشک آپ ﷺ نہیں سنا سکتے مُردوں کو اور نہ آپ ﷺ سنا سکتے ہیں بہروں کو اپنی پکار جب وہ بھاگے جارہے ہوں پیٹھ پھیرے ہوئے۔

۲۔ اسی مضمون کی آیت ۵۲ سورۃ الروم پارہ ۲۱

۳۔ اسی مضمون کی آیت ۲۲ سورۃ فاطر پارہ ۲۲

سورۃ النمل آیت ۸۰:

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری (بھیرہ شریف) اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں۔ اے نبی مکرم! جن لوگوں نے کفر و شرک کی سمِ قاتل سے اپنے قلب و روح کو مُردہ بنادیا ہے انہیں پند و موعظت تبلیغ و نصیحت اور آیات قرآنی کا پڑھ پڑھ کر سنانا قطعاً فائدہ مند نہیں۔ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنی عقل و دانش کا گلا گھونٹ دیا ہے انہوں نے خود پھونکیں مار مار کر غور و فکر کا چراغ بجادیا ہے۔ انہیں یہ روشن سے روشن معجزات بھی حق قبول کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان کے ہدایت پذیر ہونے کیلئے مزید کوشش کرنا اُن کے کفر پر جمے رہنے سے آزردہ خاطر ہونا مناسب نہیں۔ آپ ﷺ نے اپنا فرض باحسن وجوہ پورا کردیا۔ یہ ان کی اپنی بدبختی ہے کہ وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ (آیت میں سنانے کی نفی ہے۔ سننے کی نفی نہیں)

بعض لوگ یہ آیت لوگوں کے سامنے پڑھتے ہیں اور مقصد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تنقیص ہوتا ہے کہ دیکھو وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ کاش وہ آیت ۸۱ کو بھی سامنے رکھتے۔ ترجمہ: ''اور نہیں آپ ہدایت دینے والے (دل کے) اندھوں کو ان کی گمراہی سے۔ نہیں سناتے آپ ﷺ بجز اُن کے جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر پھر وہ فرمانبردار بن جاتے ہیں۔'' جس طرح اندھا سورج کی روشنی سے بہرہ مند نہیں ہوسکتا۔ یہی حال ان دل کے اندھوں کا ہے۔ (ضیاء القرآن)

سورۃ الروم آیت ۵۲۔ ترجمہ پس آپ ﷺ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ آپ ﷺ بہروں کو سنا سکتے ہیں اپنی پکار (خصوصاً) جب وہ پیٹھ پھیر کر جارہے ہوں...... اور نہ آپ ﷺ ہدایت دے سکتے ہیں انھوں کو اُن کی گمراہی سے...... گردن جھکائے ہوئے ہیں آیت ۵۱، ۵۲ (ضیاء القرآن)

علامہ خازن علامہ بغوی، علامہ قرطبی موتی سے مراد وہ لوگ (کفار) ہیں جن کے دل مردہ ہیں اور الصم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل کے کان بہرے ہوچکے ہیں۔

علامہ عثمانی اور سید محمد انور شاہ کشمیری اسی مسلک پر تھے۔ میں (سید انور شاہ) کہتا ہوں کہ سماع موتی کے ثبوت کے لئے اتنی احادیث ہیں جو درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ جب کوئی شخص میت کو سلام دیتا ہے تو وہ اُس کا جواب دیتا ہے اور اگر صاحب مزار اس کو دنیا میں پہچانتا تھا تو اب بھی وہ اس کو پہچانتا ہے۔

جنگ بدر میں حضور نبی کریم ﷺ نے کفار کے زُعما کی لاشوں کو جو ایک گڑھے میں پھینک دی گئی تھیں خطاب فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ﷺ ایسے لوگوں کو خطاب فرما رہے ہیں جو بے جان لاشیں ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھے اُس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ معبوث فرمایا میری بات تم اُن سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔''

اس تاریخی واقعہ کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا جب کفار کے موتی سنتے ہیں تو مسلمانوں کے موتی کیوں نہیں سن سکتے۔ پس ثابت ہوا کہ مُردے قبر میں سنتے ہیں۔

اسی آیت ۸۰ سورۃ النمل کے متعلق کنز الایمان میں ہے:۔

ترجمہ: بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مُردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں۔ جب وہ پھریں پیٹھ دے کر۔ مُردوں سے مراد یہاں کفار ہیں جن کے دل مردہ ہیں۔ مطلقاً ہر کلام کے سننے کی نفی مراد نہیں بلکہ پند و موعظت اور کلام ہدایت کے بسمع قبول سننے کی نفی ہے۔ مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل ہیں نصیحت سے مستمع نہیں ہوسکتے اس آیت سے یہ معنی بتانا کہ مردے نہیں سنتے بالکل غلط ہے۔

آیت ۵۲ سورۃ الروم۳۰ پارہ ۲۱ کنز الایمان:

یہاں مردہ لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل مر چکے ہوں ان کے کانوں سے حق

سننے کی طاقت سلب ہوگئی ہو۔

ترجمہ: اس لئے کہ تم مردوں کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کو پکارنا سناؤ۔ جب وہ پیٹھ دے کر پھریں۔ حاشیہ کنز الایمان یعنی جن کے دل مرچکے اور ان سے کسی قبول حق کی توقع نہیں رہی۔ یعنی حق کے سننے سے بہرے ہوں اور بہرے بھی ایسے کہ پیٹھ دے کر پھر گئے۔ ان سے کسی طرح سمجھنے کی امید نہیں۔ آیت ۵۳ میں بھی اندھوں سے مراد دل کے اندھے ہیں کفار گو دینوی زندگی رکھتے ہیں مگر پند و موعظت سے متمتع نہیں ہوتے اس لئے انہیں اموات سے تشبیہ دی گئی ہے۔

سورۃ فاطر آیت ۲۲ پارہ ۲۲:

ترجمہ: اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں (کنز الایمان)

اس آیت میں کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس طرح مردے سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھا سکتے اور پند پذیر نہیں ہوتے بدانجام کفار کا بھی یہی حال ہے۔ کہ وہ ہدایت اور نصیحت سے متمتع نہیں ہوتے۔

اس آیت سے مُردوں کے نہ سننے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ مُردے۔ اور سننے سے مراد وہ سننا ہے۔ جس پر راہ یابی کا نفع مرتب ہو۔ رہا مُردوں کا سننا وہ احادیث کثیر سے ثابت ہے۔

علامہ پیر سید کرم شاہ الازہری ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں۔ یہاں سماع سے مراد فقط سننا نہیں بلکہ ایسا سننا جو ہدایت پذیری کا سبب بن جائے۔ علامہ قرطبی اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ یعنی یہ کافر اہل قبور کی طرح ہیں کہ اگر انہیں کوئی نصیحت کی جائے تو وہ اس سے نہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ قبول کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب موتی قبر میں سنتے ہیں تو اولیاء اللہ فریاد کرنے والے کی فریاد اپنی قبور میں سنتے ہیں اور فریاد رسی فرماتے ہیں۔

بعد از وفات رہنمائی: حضرت کرماں والے کا مقام

2001ء میں گرمی اتنی شدید تھی کہ قمیص پہن کر اس بندہ ناچیز نور احمد مقبول کے لئے نماز پڑھنا سخت دشوار ہوگیا۔ سکون سے نماز ادا کرنے کے لئے ایک سلوکا (کرتی، سلوائی۔ بازو کہنیوں سے نیچے اور لمبائی مناسب۔ ایک دو دن اس سلوکا سے نمازیں ادا کی تھیں کہ ایک رات پیرومرشدی کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا "ہوویں میرا مرید تے نماز پڑھیں سلوکا پہن کر" صبح اٹھتے ہی یہ طریق کار چھوڑ دیا اور کرتا پہن کر نماز ادا کرتا ہوں۔ کیونکہ یہی سنت طریقہ ہے۔ اللہ اکبر کیسی بروقت رہنمائی فرمائی۔

ایسے ہی گرمی کی شدت محسوس کی۔ عمامہ کی بجائے ایک مختصر سا ململ کا کپڑا لپیٹ کر نماز پڑھ لیتا۔ ابھی دو تین دن ہی ہوئے تھے کہ پیرومرشدی نے عالم نوم میں فرمایا کہ "توں کیہ لانگڑی سی بنی ہوئی اے" آواز مبارک میں خفگی کا لب ولہجہ تھا۔ یہ طریقہ بھی چھوڑا اور بڑی دستار باندھ کر نماز پڑھنے لگا۔ نماز تہجد بڑی دستار سے ادا کی اور سو گیا۔ خواب میں حضرت قبلہ پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما ہوئے ایک خادم ہمراہ تھا۔ خادم نے کہا "اج تے مولوی صاحب نے پگڑ بنھ کے نماز ادا کیتی اے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت قبلہ مسکرا رہے ہیں۔ پیرومرشدی کو اپنے اس طریقہ پر خوش پا کر اطمینان حاصل ہوا اور اب صحیح عمامہ زیر استعمال ہے تا کہ پیرومرشدی خوش رہیں۔ پیرومرشدی ہی کی رضا میں بھلائی ہے۔

ایک مرتبہ میں نے سر سے عمامہ الگ نہ کیا اور وضو کرنے لگا۔ اس طرح سر کا مسح درست طور پر نہ ہوسکا۔ اسی رات پیرومرشدی نے فرمایا "بابو جی! مسح ٹھیک کیا کرو"۔ اللہ اکبر۔ کیسی بروقت رہنمائی ہے۔ یہ 2002ء کی بات ہے۔ اب وضو کرنے سے پہلے عمامہ سر پر سے اتار لیتا ہوں۔ سر کا مسح صحیح طریقہ سے کرتا ہوں۔ ان تینوں واقعات سے معلوم ہوا کہ اولیائے کرام بعد از وفات اپنے مریدین کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ وہ دور سے دیکھتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں۔ ان لوگوں کو ذرا سوچنا چاہیے جو بے سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں کہ حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک سے سنتے ہیں دور سے نہیں سنتے۔ جب اولیائے کرام کا یہ مقام ہے تو پھر ہمارے آقا و مولا تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا علو شان ہوگی جن کے فیض سے متقی لوگ درجہ ولائت تک پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بیباک لوگوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو باعث تخلیق کائنات ہیں کی شان کا ادراک عطا فرمائے۔ آمین

بزرگانِ دین اپنی قبروں میں زندہ جاوید ہیں: (خواجہ نظام الدین اولیاء)

چودھری دلاور علی بھلی بیان کرتے ہیں کہ سیدی پیرومرشدی حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علامہ اقبالؒ کو ایک بڑی بُری بیماری لاحق ہوگئی اور آپ **تکلیف کے باعث** گھر سے باہر نہ نکل سکتے تھے اور کسی علاج سے شفایاب نہ ہوئے۔ انتہائی مایوسی کے عالم میں حضرت علامہ نے حضور محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے استمداد کی خاطر عرض کی:۔

آپ اللہ کے محبوب ہیں اور آپ کا محبوب اقبال (امیر خسروؒ کا اصل نام اقبال ہے) ہے۔ بیماری کے ہاتھوں لاچار عاجز کا نام بھی اقبال ہے۔ آپ کے محبوب کے نام کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس نام کی لاج رکھیں اور مجھے اس بیماری سے شفاء عطا فرمائیں۔

میرے آقا و مولا قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ اللہ کریم نے علامہ اقبالؒ کو اس بیماری سے شفائے کاملہ عطا فرمادی۔ سبحان اللہ۔

یہی چودھری صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے آقا و مولا پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالے قدس سرہ العزیز بیمار ہوگئے۔ دربار فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ کے عرس مبارک میں شمولیت کی کوئی صورت نظر نہ آرہی تھی تو ایک اونٹنی سوار آپ (حضرت کرمانوالی سرکار) کو اپنے ساتھ اونٹنی پر بٹھا کر پاک پتن شریف لے گئے تو وہ خود بابا صاحب پاکپتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ ہی تھے۔ اللہ اکبر۔

بارڈر پختہ کر دیا: حضرت کرمانوالے کا مقام

اولیائے کرام کو نورِ بصیرت سے مستقبل کے واقعات کا علم ہو جاتا ہے یا وہ واقعات ان پر القاء کر دیئے جاتے ہیں۔ چودھری محمد انور بٹر سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ لاہور پیرومرشدی حضرت پیر سید محمد اسماعیلؒ شاہ بخاری کے مخلص عقیدت مند تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ گنج کرم حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ گلبرگ لاہور میں محمد امین شرقپوری کی کوٹھی میں قیام پذیر تھے۔ ان کی طبیعت ناساز تھی۔ بایں باعث میں ہر روز اُن کی خدمت میں گلبرگ حاضر ہوتا اور بیمار پُرسی کر کے واپس آ جاتا۔ 2 ستمبر 1965ء کی بات ہے کہ آپ نے واہگہ بارڈر پر جانے کا پروگرام بنایا۔ میں نے عرض کی کہ آپ کمزور ہیں وہاں تشریف نہ لے جائیں یہاں سے ہی توجہ فرمالیجئے گا۔ حکم ہوا کہ نہیں۔ وہاں بنفس نفیس جانا از حد ضروری ہوگیا ہے ویسے تو میں اُدھر ہی مونہہ کر کے لیٹے رہتا ہوں۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے۔ بارڈر پر سارا دن بخار کی حالت میں ہی بڑے زور سے اللہ اکبر اور یا علی کے نعرے لگاتے رہے۔ سارا دن نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ دوسرے دن گھونڈی بارڈر پر چارپائی پر لیٹے لیٹے نعرے لگاتے رہے۔ تیسرے دن آپ گنڈا سنگھ والا بارڈر پر بیٹھے بیٹھے زور سے نعرے لگاتے رہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ بیماری کی حالت میں اس قدر تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ”تم خاموش رہو، میں بارڈر پختہ کر رہا ہوں۔ میرے لئے ایسا کرنا بہت ضروری ہوگیا تھا۔ اس کے بعد آپ واپس حضرت کرمانوالا تشریف لے گئے۔ 6 ستمبر 1965ء کی رات بھارتی فوج نے بزدلوں کی طرح چپکے سے پاکستانی علاقہ پر ان ہی تین اطراف سے حملہ کر دیا۔ چونکہ یہ تینوں بارڈر پختہ ہو چکے تھے ہندوستانی فوج آگے نہ بڑھ سکی اور اپنے ناپاک ارادہ میں ناکام رہی۔

؎ کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یہ واقعہ صوفی اللہ دتہ صاحب شالیمار ٹاؤن محلہ امرتسریاں نے بھی کچھ اختصار

کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دیکھئے خزینۂ کرم جلد اول صفحات 322، 298 حضرت قبلہ کرمانوالی سرکار نے اپنے روحانی تصرف سے بارڈر کو ایسا پختہ کیا کہ دشمن ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا۔

حملہ کے وقت اس علاقہ کے کمانڈر حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ تھے اور علاقہ چونڈہ ضلع سیالکوٹ کی کماں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کے ہاتھوں مبارک میں تھی۔ ان دونوں مقامات پر دشمن کو شکست فاش ہوئی جیسا کہ صفحہ 133 پر بیان ہو چکا۔

خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ قبر میں زندہ ہیں

حاجی بشیر جاوید صاحب چشتیاں شریف والے بیان کرتے ہیں کہ حضرت پیر سید محمد اسماعیل رحؒ شاہ بخاری چشتیاں شریف میں عرس کے موقعہ پر تشریف رکھتے تھے۔ اور عقیدت مند نورانی مجلس میں مؤدب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب معاً اُٹھے اور فرمایا سب یہلی بیٹھے رہیں۔ آپ کمرہ سے باہر تشریف لے گئے۔ صرف ایک دو خادم ساتھ گئے۔ آپ ایک کنواں پر تشریف لے گئے۔ کنواں پر ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ مسجد ہی کے اندر چٹائی بچھا دی گئی۔ اور خادم مسجد کے کمرہ سے باہر آ گئے۔ آپ چٹائی پر بیٹھ گئے۔ اس اثنا میں ایک داڑھی منڈا شخص عجیب و غریب لباس میں ملبوس آیا۔ اس شخص کے ساتھ ایک خادم تھا جو متشرع تھا۔ حضرت قبلہ اس شخص کی تعظیم کیلئے اٹھے اور اس کے پاؤں کو اپنے دست مبارک سے مس کرنا چاہا وہ بزرگ بھی حضرت قبلہ کی تعظیم ملحوظ رکھتے تھے۔ بالآخر حضرت قبلہ نے اس شخص کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور خود مؤدب ان کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے۔ دونوں حضرات خاموش بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ بزرگ چلے گئے اور حضرت قبلہ واپس تشریف لے آئے۔ (ایسے معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ عالم خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ مہار شریفی روپ بدل کر حضرت قبلہ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے تھے۔ اور باطنی طور پر اس مسجد کو مقام ملاقات مقرر فرما لیا۔ اللہ اکبر۔

ادب تاجیست از لطف الٰہی
بنہہ برسر برو ہرجا کہ خواہی

"ادب" ایک تاج ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے یہ تاج سر پر رکھ تو جہاں جائے گا عزت پائے گا۔

پیر سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ: ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس مسجد کی تعمیر ابھی مکمل ہی ہوئی تھی۔ حاجی عبدالرحمان صاحب بھی پاس تھے۔ ان سے مخاطب ہو کر آپ قبلہ نے فرمایا "کچھ دیکھا ہے۔" وہ ادھر اُدھر دیکھ کر بولے "جی نہیں۔ قبلہ حضرت نے فرمایا "ابھی دیکھ لو گے۔" چند منٹ بعد حاجی صاحب کہنے لگے "جی ہاں دیکھ لیا ہے۔" اعلیٰ حضرتؒ نے فرمایا 'کیا'۔ حاجی صاحب بولے۔ یہی کہ حضرت قبلہ سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ سبحان اللہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کی تعمیر دیکھنے کیلئے کس شان کے بزرگ تشریف لائے۔ (سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی شوال ۱۲۸۲ھ مکان شریفی ہمارے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ شرقپوری کے اعلیٰ عظمت و شان کے ولی اللہ ہیں۔ وصال کے بعد بجسدِ عنصری اُن کا شرقپور شریف تشریف لانا ثابت کرتا ہے کہ اولیائے کرام بعد وصال جہاں چاہیں آ جا سکتے ہیں)۔

پیر سید عثمان علی شاہؒ بخاری کا تصرف بعد از وصال

اشرف علی نجم قصور والے بیان کرتے ہیں کہ آج سے چند سال قبل ماہ رمضان میں پیٹ کے نیچے دائیں طرف شدید درد ہوا ڈاکٹروں نے اپنڈیکس کی تکلیف بتائی اور فوراً آپریشن تجویز کیا کیونکہ اپینڈیکس کی نالی پھٹنے کا اندیشہ تھا وہ درد کی حالت میں ہی گھر واپس آ گئے اور اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اندر سے کنڈی لگا لی اور حضور قبلہ چھوٹے بابا جی سرکار پیر سید عثمان علی شاہؒ کو یاد کر کے رونے لگے اور عرض کی سرکار آپریشن ہرگز نہ کرواؤں گا آپؒ ہی نظر کرم فرمائیں۔ آپؒ نے دستگیری فرمائی انہیں اسی روز جب رفع حاجت ہوئی تو تمام خون و پیپ پاخانہ کے ساتھ خارج ہو گئی ان کی تکلیف ختم ہو گئی اور اس طرح قبلہ بابا جی سرکارؒ نے بغیر آپریشن ہی تکلیف دور کر دی۔ یہ چھوٹے بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کا واقعہ ہے۔

یہی اشرف علی نجم صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۸۰ء میں پیر سید عثمان علی شاہؒ کے وصال کے دو سال بعد سرکاری طور پر عبدالخالق کالونی قصور میں رہائش کے لئے انہیں مکان الاٹ ہو گیا وہاں ابھی آبادی زیادہ نہ تھی اس لیئے وہ اپنے والدین کے ساتھ اندرون شہر قصور رہائش پذیر رہے۔ قصور کا اے۔ ڈی۔ سی جی صبح کے وقت خفیہ طور پر کالونی کا دورہ کیا کرتا اور جو الاٹی اپنے مکان میں

رہائش پذیر نہ ہوتا اس کی الاٹمنٹ منسوخ کر دیتا۔ انہی ایام میں اعلیٰ حضرتؒ کرمانوالےؒ سرکارؒ اور قبلہ باباؒ جی سرکارؒ ان کی بیوی کو خواب میں ملے اور شہر میں میرے موجودہ مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا میری بیوی نے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبلہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکارؒ اور قبلہ بابا جی سرکار پیر سید عثمان علی شاہؒ دروازہ پر تشریف فرما ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ مکان نمبر ۴ عبدالخالق کالونی آپ کا ہے۔ میری بیوی نے خواب ہی میں جواب دیا کہ ہاں وہ مکان ہمارا ہے تو قبلہ بابا جی سرکارؒ نے فرمایا کہ بیٹا اس مکان میں جا کر رہو میری بیوی نے کہا حضورؒ بچیوں کو قرآن پاک شروع کروایا ہوا ہے قرآن پاک ختم ہونے پر وہاں چلے جائیں گے جس کی آپؒ نے منظوری دے دی۔ صبح میری بیوی نے مجھ سے مکان نمبر ۴ عبدالخالق کالونی کے بارے میں معلوم کیا کیونکہ میں نے ابھی تک اس مکان کی الاٹمنٹ کے بارے میں گھر کے کسی فرد سے ذکر نہیں کیا تھا۔ بچیوں کے قرآن پاک ختم ہونے کے بعد ہم اس مکان میں منتقل ہوئے اور وہاں اتنا عرصہ نہ جانے کی وجہ سے ہماری الاٹمنٹ منسوخ نہ ہوئی کیونکہ آپؒ نے خواب میں ہی قرآن پاک ختم ہونے تک وہاں سے منتقل نہ ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ اللہ اکبر۔

بیماری سے شفا:

عبدالرحمٰن (نومسلم) ساکن شاہ عالم بھکر بیان کرتے ہیں ۱۹۹۵ء میں (آپؒ کے وصال کے تقریباً سترہ سال بعد) مجھ کو ملی بادی کی اتنی شدید بیماری لاحق ہوئی کہ ایک بازو سوجھ گیا اور کالا ہو گیا اس کے ساتھ ہی سارا جسم بھی سیاہی مائل ہو گیا علاج پر کثیر رقم خرچ ہوئی لیکن آرام نہ آیا ڈاکٹروں، طبیبوں نے اسے لاعلاج قرار دے دیا۔ میرے ہوش وحواس ختم ہو چکے تھے کہ ایک رات قبلہ بابا جی سرکار پیر سید عثمان علی شاہؒ اور پیر میر طیب علی شاہ صاحب (موجودہ سجادہ نشین حضرت کرمانوالا شریف) خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھ کر بیٹھو تمہیں کوئی بیماری نہیں۔ آنکھ کھلی مگر کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے میں بے سدھ پڑا رہا دوسری رات قبلہ بابا جی سرکارؒ نے انہیں پھر بیدار کیا اور فرمایا اٹھو تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے چنانچہ میں اٹھ کر بیٹھ گیا بیماری ختم ہو چکی تھی جسم سے درد وغیرہ دور ہو چکا تھا۔ آہستہ آہستہ میں بالکل تندرست ہو گیا۔ (یہ واقعہ پیر سید عثمان علی شاہ صاحبؒ نے بیان کیا ہے)

اعتراف حقیقت: انگریزی عملداری میں علاقہ جموں وکشمیر کے ڈاک خانے برٹش حکومت کے ماتحت تھے۔ ڈوگرہ شاہی کے باعث لوگوں میں رشوت کی وبا عام تھی۔ محکمہ ڈاک خانہ کے اہلکار (میل اور سیر۔ پوسٹمین، پوسٹماسٹر صاحبان جو عموماً ریاستی لوگ ہوتے تھے) بھی اس حمام میں ننگے تھے۔ پاکستان معرض وجود میں آیا تو آزاد کشمیر کے اضلاع مظفر آباد، پلندری، راولاکوٹ میں واقع ڈاک خانے انسپکٹر پونچھ سب ڈویژن (ہیڈ کوارٹر بمقام راولپنڈی) کے ماتحت کر دیئے گئے۔ 1949ء میں مجھے اس علاقہ پر بعہدہ انسپکٹر تعینات کیا گیا۔ میں نے رشوت کی عادت ختم کرنے کے لئے سخت اقدامات کئے تو اہلکار میرے دشمن ہو گئے اور میری زندگی ختم کرنے کے لئے منصوبہ بنایا کہ جب کبھی دشوار گزار راستہ سے جائیں تو مجھے دھکا دے کر گہری کھڈ میں گرا دیا جائے۔ لیکن وہ اپنے ناپاک منصوبہ میں ناکام رہے۔ ایک مرتبہ ان کے تین سرکردہ آدمی مجھ سے معافی طلب کرنے لگے۔ میں نے کہا معافی کس بات کی؟ تو انہوں نے اپنے ناپاک منصوبہ کا اعتراف کیا اور کہا جب کبھی ایسا ارادہ کیا تو شیر کی گرج ہمیں خوف زدہ کر دیتی تھی یقیناً یہ آپ کے پیرومرشد کی غائبانہ مدد تھی جو آپ کو حاصل رہی۔ میں نے انہیں معاف کر دیا۔ اللہ اکبر

حضرت گنج کرمؒ کی علو شان:

حضرت قبلہ نے مولٰنا غلام علیؒ اوکاڑوی کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ''مولوی صاحب! اب میری حالت پہلے کی طرح نہیں رہی۔ میں قیامت کے علم کا دعویٰ نہیں کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ نبی کریمؐ کے صدقے اور میاں صاحبؒ ''شرقپوری کے صدقے اللہ تعالیٰ نے کائنات کی کوئی چیز مجھ سے چھپا کر نہیں رکھی۔ کوئی بیمار ہونے والا ہوتا ہے یا مرنے والا یا اس قسم کا کوئی اور آئندہ کا واقعہ اور آنے والوں کی قلبی کیفیات اللہ تعالیٰ مجھ پر بالکل ایسے منکشف فرما دیتا تھا کہ جو کچھ میں کہہ دیتا تھا بالکل واقعہ کے مطابق ہوتا۔ نیز فرمایا اعلیٰ حضرت شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ نماز عصر یا مغرب کے بعد بالدّوام یہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔

(۱) امداد کن امداد کن از رنج و غم آزاد کن — در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرؒ

(۲) شیئاً للہ چوں گدائے مستمند — المدد خواہیم ز شاہ نقشبندؒ

(۳) بگرداب بلا افتادہ کشتی — مدد کن یا معین الدین چشتیؒ

ان کے علاوہ اور بھی بہت بزرگوں کے توسّل سے استمداد اور استعانت فرماتے تھے۔

خواجہ غلام مرتضیٰ کی ایک عجیب وغریب کرامت بعد از وفات:

رحلت سے پہلے خواجہ غلام مرتضیٰ صاحب نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے اُس زمین میں دفن کیا جائے جو میرے مرید خاص مستری احمد بخش نے خرید کی تھی اور جو بستی بیلہ رام لاہور کے نزدیک ریلوے لائن کے ملحق ہے چنانچہ بعد وصال آپ کا جسد عنصری قلعہ لال سنگھ نزد شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ سے لاہور لایا گیا جب تدفین کا مرحلہ آیا تو ریلوے حکام نے ریلوے لائن کے آس پاس قبر کھودنے سے حکماً منع کر دیا۔ ملک عبدالمجید صاحب (ریٹائرڈ ڈرافٹسمین محکمہ انہار) سانده کلاں لاہور بیان کرتے ہیں کہ آپ کی زوجہ محترمہ نے مجھے بتایا کہ اس پریشانی کے موقع پر میں حضرت خواجہ صاحب رحمت اللہ علیہ کی چار پائی کے نزدیک گئی اور ان کے کان میں نہایت دھیمی آواز میں کہا ''بس اتنی ہی طاقت تھی کہ محکمہ ریلوے والے آپ کو یہاں دفن کرنے نہیں دیتے'' تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بزبان حال فرمایا ''کہ قبر اسی جگہ بنے گی میری چار پائی یہاں ہی رہنے دیں کوئی یہاں سے نہ لے جائے'' چنانچہ جس ریلوے آفیسر نے قبر کھودنے سے روک دیا تھا اس نے جلد ہی حکم نامہ بھیج دیا کہ قبر بنالی جائے۔ چنانچہ آپ کو موجودہ جگہ جہاں آپ کا مزار ہے دفن کر دیا گیا اللہ اکبر۔

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

پس معلوم ہوا کہ عبادالرحمان بعد از وفات بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت سے تصرف فرماتے ہیں۔ اور زندہ جاوید ہوتے ہیں۔

حضرت کرماں والے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا تبحر علمی:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

چودھری دلاور علی بھلی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا و مولا قدس سرہ العزیز کی مجلس میں ایک شخص نے درج ذیل اشعار پڑھے۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ترجمہ: (یا صاحب جمال اور یا سید البشر ﷺ! آپ ﷺ کے رخ انور کی تابانی سے چاند کو روشنی ملی۔ آپ کی کما حقہ ثناء خوانی حدّ امکان سے باہر ہے مختصراً یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں)۔

میرے آقا و مولا نے فرمایا: ''شاہ صاحب ہوراں گل تے بڑی کہی اے۔ پر گل ایہہ وے کہ گل بنی نہیں۔ بَعد وچ بُعد پایا جاندا اے۔ تے بُعد وقت دی پیداوار اے۔ وقت زمین سورج اور دن رات دے تصور دے تابع اے۔ جدوں زمین سورج وقت کجھ وی نئیں سی بابے نبی کریم ﷺ کا نور مبارک اس وقت بھی موجود سی بُعد کتھوں آ گیا۔'' یعنی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی بات کہی ہے کہ قصہ مختصر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے بعد جناب نبی کریم علیہ الصلوات والسلام ہی بزرگ ہیں لیکن یہ بات کہنے کے باوجود بات بنی نہیں کیونکہ بعد میں ''بُعد'' (بُعد زمانی) پایا جاتا ہے۔ جو وقت کے تصور سے پیدا ہوتا ہے اور وقت کا تصور زمین اور سورج وغیرہ کی تخلیق کے بعد پیدا ہوا جبکہ جناب سرور کائنات ﷺ کا نور مبارک تو اس وقت بھی تھا جب نہ سورج تھا نہ کائنات کی تخلیق ہوئی تھی۔ اس لئے آخری مصرع میں استعمال کردہ لفظ ''بعد'' (جس سے بُعد کا تصور آ جاتا ہے) حبیب رب کائنات ﷺ کے اعلیٰ و ارفع مقام کے کلّی اظہار سے قاصر ہے۔ پس کہنا پڑے گا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است

ترجمہ: غالب! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ربِ قدیر ہی کر سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع مقام وہی جانتا ہے۔

حضرت امام اعظمؒ اور ایک نقاب پوش:

چودھری دلاور علی بھلی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا و مولا قدس سرہ العزیز حضرت کرمانوالے رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے ایک شخص نے چند سوالات پوچھے۔ جن کے آپ نے جوابات دے دیئے۔ لیکن ایک سوال ''فنا کیا ہے اور بقا کیا ہے؟'' کے متعلق فرمایا۔ کہ میری فوتیدگی کے بعد میری نماز جنازہ پڑھانے پر کوئی تیار نہ ہوگا حتیٰ کہ ایک نقاب پوش آ کر جنازہ پڑھائے گا۔ جب وہ جنازہ پڑھانے کے بعد جانے لگے تو یہ سوال اُس سے پوچھنا۔

جب حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو نماز جنازہ پڑھانے کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ کوئی بھی آپ جناب کے مقامات علیا کے پیش نظر آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے خود کو اہل نہیں سمجھتا تھا۔ جب اسی جھگڑے میں بہت دیر ہوگئی تو ایک سمت سے ایک نقاب پوش آیا اور کہا کہ ''نماز جنازہ میں پڑھاؤں گا''۔ اس پر سب لوگ متفق ہو گئے۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد لوگ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا جنازہ اُٹھانے میں مشغول ہو گئے۔ اور نقاب پوش واپس روانہ ہوئے۔ جس شخص نے حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے ''فنا اور بقا'' کا مسئلہ دریافت کیا تھا وہ آپ کے پیچھے بھاگا۔ اور اُن تک پہنچ کر کہنے لگا۔ کہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے ان کی زندگی میں مَیں نے ''فنا کیا ہے اور بقا کیا ہے؟'' کا مسئلہ دریافت کیا تھا۔ انہوں نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھنے کے لئے فرمایا تھا لہٰذا آپ یہ مسئلہ بیان فرمائیں۔

نقاب پوش نے اپنے چہرہ سے نقاب اُٹھایا تو سائل نے دیکھا کہ وہ نقاب پوش خود حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ ہی تھے۔ اس (نقاب پوش) نے جنازہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کہ ''وہ فنا ہے یہ بقا ہے''۔

ہرگز نمیرد آنکہ دِلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

نوٹ:- بالکل اسی طرح کا واقعہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔

وصال کے بعد استمداد اور پیر سید محمد علی شاہؒ کی کرامت:

مولانا محمد شفیق رضا مہتمم مدرسہ دارالعلوم جامعہ نقشبندیہ رضویہ منڈی چھونا والا تحصیل حاصل پور ضلع بہاولپور لکھتے ہیں کہ میں تقریباً عرصہ چھ سال سے گورنمنٹ رضویہ اسلامیہ ہائی سکول ہارون آباد میں ٹیچر تھا۔ اس سکول میں شروع سے ہی صبح کے وقت اسمبلی میں نعت شریف پڑھی جاتی تھی۔ ۱۹۹۴ء کے آخر میں ایک وہابی مسلک کا ہیڈ ماسٹر تعینات ہوا۔ اس نے حاملا نعت شریف کا پڑھنا بند کر دیا۔ میں نے احتجاج کیا کہ نعت شریف کا پڑھنا بند نہ کیا جائے۔ اس نے اعلیٰ حکام کو میرے خلاف بہت کچھ لکھا۔ میں مزار عالیہ حضرت کرمانوالا شریف پر حاضر ہوا اور عرض کی کہ کرم فرمائیں۔ خواہ میرا تبادلہ ہو جائے نعت شریف کا پڑھنا اسمبلی کے وقت بند نہ ہو۔ پیر و مرشد کی نظر کرم سے ایسا ہوا کہ حکام بالا کی نظر میں ہیڈ ماسٹر صاحب فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کی زد میں آ گئے اور انہیں ضلع بدر کر دیا گیا۔ اللہ اکبر۔ حضرت باباجی سرکار پیر محمدؒ علی شاہ رحمۃ علیہ کو دنیا سے رخصت ہوئے ایک سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔

استمداد بعد از وفات:

حمید خاں نقشبندی مکینیکل ڈویژن ایل ڈی اے لاہور بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی ثمینہ بی بی کی شادی کا ارادہ کیا۔ اپریل 1993ء کے دوران اپنے پیر و مرشد پیر سید محمد علی شاہؒ بخاری کی خدمت میں حضرت کرمانوالا شریف حاضر ہوا۔ عرض کی حضور! لڑکی کی شادی کا خیال ہے تاریخ اور مہینہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا ''بیلیا! جیٹھ ہاڑ دے دن رکھ لو''۔ عرض کی حضور ان دنوں گرمی بہت ہوتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''اگلا مہینہ تے برسات دا اے۔ تسیں ۱۳۔۱۴ جون رکھ لو۔ رب کریم موسم ٹھنڈا کر دے گا۔ عرض کی حضور آپ ضرور تشریف لائیں اور بیٹی کو اپنی موجودگی میں رخصت فرمائیں تاکہ خیر و برکت ہو۔ اس وقت آپ اپنے حجرے مبارک میں تشریف رکھتے تھے۔ مزار مبارک حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منہ کر کے فرمایا ''بیلیا! پکا وعدہ تے نہیں جو رب نوں منظور''۔ گھر پہنچ کر بیٹی کی شادی کے سلسلہ میں ضروری سامان کی فراہمی کا انتظام کرنا شروع کر دیا۔ میرا لڑکا غلام عباس ملازم تاج کمپنی لاہور ۱۲ جون کو اخبار ہاتھ میں لیئے گھر آیا۔ دل

خراش خبر سنائی کہ حضرت بابا جی سرکار رحلت فرما گئے۔ پاؤں تلے زمین نکل گئی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ خدایا یہ کیا ہو گیا۔ لڑکے نے سنبھالا دیا۔ میں فوراً حضرت کرمانوالا شریف پہنچا جنازہ میں شرکت کی۔

تاہم میں نے بیٹی کی شادی حضرت بابا جی سرکار کی فرمائی ہوئی تاریخ کے مطابق کر دی۔
کسی دشمن نے بچی پر جادو کا ایسا وار کیا کہ اس کے کپڑے کھڑے کھڑے جل جاتے۔ سر کے بال کٹ کر گرتے۔ گھر سے رقم گم ہو جاتی۔ بیٹی کے سسرال والوں نے روپیہ پیسہ پانی کی طرح بہایا۔ مگر سکون نصیب نہ ہوا۔ جادو کا اثر بدستور رہا۔ مجبوراً اپنی بیٹی کو سسرال سے اپنے گھر لے آیا۔ ایک رات نہایت خشوع خضوع سے بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ بابا جی سرکار کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی حضور! ظالم کے پنجہ سے نجات دلائیں میری مدد فرمائیں آپ کے سوا میرا کوئی نہیں۔ اس دعا کے بعد ایک رات میری بیٹی کو بابا جیؒ سرکار عالم خواب میں ملے اور فرمایا "بیٹی! گھبراؤ نہ رب کریم رحم کر دے گا۔ تیرے گلدان وچ پنج دانے چنے دے رکھ دتے نیں۔ ہر روز ایک دانہ کھالیو۔ آرام آ جائے گا۔" بچی نے یہ خواب مجھے بتایا۔ دیکھا تو گلدان میں واقعی پانچ دانے چنے کے موجود تھے۔ استعمال سے آسیب کا اثر جاتا رہا۔ اللہ اکبر کیا مقام ہے بابا جی سرکار کا کہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی متوسلین کی مدد فرماتے ہیں۔

؎ اولیاء را ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

"تفسیر مظہری جامع الفتاویٰ" صفحہ ۲۸۰ جلد ۱۳ پر ایک عارف باللہ کا قول درج ہے:۔
ترجمہ: مشائخ عظام میں سے ایک نے کہا کہ میں نے مشائخ میں سے چار ایسے مشائخ دیکھے ہیں جو اپنی قبروں میں سے بھی تصرف کرتے ہیں جن میں سے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دو ان کے علاوہ ہیں۔

؎ نامش از خورشید و مہ تابندہ تر
خاک قبرش از من و تو زندہ تر
اقبالؒ

ترجمہ: عارف باللہ کا نام سورج اور چاند سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔ ان کی قبر مبارک کی خاک میرے اور تمہارے زندہ اجسام سے فزوں تر زندہ ہے۔

حضرت پیر سید محمد علی شاہ المعروف بابا جیؒ سرکار کا مقام:

ملک سردار محمد لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ عرس مبارک 1974ء سے پہلے حضرت گنج کرم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خواب میں زیارت بخشی اور ایک لفافہ شیرینی اپنے دست مبارک سے مجھے عطا فرمایا۔ جب میں عرس مبارک پر حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوا تو عرس مبارک کی تقریبات کے بعد جب میں رخصت حاصل کرنے کے لئے بابا جی سرکار سید محمد علی شاہؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو بابا جی سرکار نے اُسی طرح کا لفافہ شیرینی میری طرف بڑھا دیا جیسا کہ میں نے خواب[1] میں حضرت قبلہ گنج کرم سے لیا تھا' یہ تبرک لے کر مجھے روحانی اور قلبی مسرت حاصل ہوئی کہ میرا خواب حرف بحرف پورا ہو گیا۔

---

۱ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم اپنا خواب بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کی بعد ادائیگی نماز رسول مقبول ﷺ اصحابؓ کبار کی طرف رُخ مبارک کر کے بیٹھے۔ اسی اثنا میں کہیں سے کھجوریں آئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے داہنی طرف سے تقسیم فرمائیں۔ سب کو ایک ایک ملی۔ میرے دل میں خواہش تھی کہ ایک کھجور مجھے اور ملے۔ لیکن نہ ملی۔ صبح ہوئی تو میں اس کھجور کے ذائقہ سے لذت اندوز ہو رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ صبح کی نماز ان کی اقتداء میں ادا کی تو وہی نظارہ دیکھا۔ کھجوریں تقسیم ہوئیں۔ سب حاضرین کو ایک ایک ملی میرے دل میں خواہش تھی کہ ایک اور ملے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے ایک ہی دی تو میں دو (۲) کیسے دوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے فرمایا کہ اس کھجور کی لذت بالکل رات والی کھجور کی لذت کے مانند تھی۔ اس واقعہ سے حضرت عمر فاروق خلیفۃ المسلمین کی روشن ضمیری اور کشف عیانی کا پتہ چلتا ہے اور ملک سردار محمد کے خواب سے قبلہ بابا جی سجادہ نشین کے علو مرتبت کی نشان دہی ہوتی ہے۔

پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحؒ المعروف

حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ کی تسبیح کی برکت

ایک سکھ یاتری کا اعتراف:

غالباً 198ء کی بات ہے کہ پیر سید غضنفر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نبیرہ حضرت گنج کرمؒ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر تھے۔ کہ ایک سکھ یاتری نے انہیں پہچان لیا کہ یہ ہونہار نوجوان حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری کرموں والا شریف کی نسل پاک سے ہیں۔ وہ سکھ یاتری آپ سے مخاطب ہوا اور عرض کی کہ آپ کے بزرگوں کی ایک امانت میرے پاس ہے جو واپس کرنے آیا ہوں۔ یہ امانت ایک مبارک تسبیح ہے جو ہمیں حضرت قبلہ کے مکان سے دستیاب ہوئی۔ ہم نے اسے متبرک جانا اور مشکل یا بیماری کے وقت اسے پانی میں دھو لیتے اور پانی پی لیتے تو ہماری مشکل آسان ہو جاتی اور بیماری دور ہو جاتی۔ اب سرکار[1] کا حکم ہوا ہے کہ یہ تسبیح واپس کر دوں۔ اسی غرض سے سفر اختیار کیا۔ مفصل واقعہ صفحہ 73 پر درج ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ[1] کے تبرکات فیض رساں ہوتے ہیں۔

---

1. پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
2. یقیناً یہ سکھ یاتری قیام پاکستان سے قبل آپ کی خدمت میں کرموں والا شریف حاضر ہوتا ہوگا۔ علاقہ فیروز پور اور ریاست فرید کوٹ کے سکھ لوگ حضرت قبلہ کے بہت عقیدت مند تھے اور اکثر آپ کی خدمت میں مشکل کشائی اور حاجت روائی کیلئے آیا کرتے تھے۔ قیام پاکستان سے قبل حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری کرموں والا شریف ضلع فیروز پور (بھارت) میں سکونت رکھتے تھے۔

بعد از ممات زندگی

ایک نوجوان کا واقعہ

(جو پیر[1] جی رحمۃ اللہ علیہ مفتی محمد حبیب اللہ چغتائی خطیب اعظم کامونکی سے اکثر سنا کرتے)

سرکار ابو علی رود باری فرماتے ہیں کہ میں فریضہ حج ادا کرنے کے لئے گیا' بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوا تو ایک نوجوان میرے پاس آیا اور کہنے لگا جناب! میں غریب الوطن مسافر ہوں کسی قافلہ کے ساتھ نہیں بلکہ تن تنہا حج ادا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کل ظہر کے بعد میرا انتقال ہونے والا ہے' مجھ سے یہ رقم لے لیں' ظہر کے بعد جب میرا انتقال ہو جائے تو نہلا دھلا کر میرے کفن دفن کا انتظام فرما دیں۔ مجھ پر آپ کا یہ بڑا احسان ہوگا' میں نے اس نوجوان کی طرف غور سے دیکھا اور اس کی عمر کا اندازہ لگایا تو میرا دل یہ ماننے کو تیار نہ ہوا کہ اتنی نوعمری میں یہ نوجوان اس مقام رفعت پر کیسے پہنچ گیا کہ رب کریم نے اسے بتا دیا کہ کل فلاں وقت فلاں جگہ تمہارا انتقال ہونے والا ہے اس کی دلجوئی کے لئے میں نے انکار نہ کیا اور اس سے وہ رقم لے لی' دوسرے دن میں طواف کر رہا تھا۔ وہ نوجوان بھی طواف میں مشغول تھا' طواف میں وہ کعبہ کی پُرشکوہ عمارت کو بار بار حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا۔ اس کی یہ کیفیت واضح کر رہی تھی کہ واقعی یہ طواف اس کی زندگی کا آخری طواف ہے۔ میں طواف کعبہ سے فارغ ہوا تو وہ نوجوان بھی طواف سے فارغ ہو کر نفل ادا کرنے لگا۔ پھر آب زم زم پیا اور حرم پاک کے ایک کونے میں لیٹ گیا' جونہی وہ لیٹا تو کل والی بات میرے ذہن میں اُبھر آئی کہ ایسا نہ ہو کہ یہ نوجوان شہباز ہاتھوں سے نکل جائے میں نے لپک کر جو دیکھا تو اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی میں نے اسے اٹھایا' غسل دیا' کفن پہنایا' جنازہ ادا کیا' اُسے اٹھا کر قبر میں اتارنے کے بعد میں نے اس نوجوان کا چہرہ ننگا کر کے زمین پر رکھنا چاہا تو اس نوجوان نے اس حالت میں آنکھیں کھولیں اور مجھ سے کہنے لگا ابو علی رود باری تم مجھے رسوا کر رہے ہو' مجھے گرد آلود کر رہے ہو' اللہ کریم نے مجھ پر بڑا کرم کیا ہے اور مجھے عزت دی ہے اس پر میں نے اس نوجوان سے پوچھا' کیا انتقال کے بعد پھر زندگی ہے''؟ نوجوان نے بڑے اعتماد سے جواب دیا بیشک میں بھی زندہ ہوں اور اللہ سے پیار کرنے والا ہر کوئی زندہ رہتا ہے۔ اللہ اکبر

---

1. پیر جی سرکار بھی اس جوانی کے عالم میں جس مقام فضیلت پر پہنچے وہ انہی کا حصہ تھا۔ انہیں بھی اپنا وقت اور مقام رحلت معلوم تھا' اسی لئے تو وہ لندن سے ۱۳ فروری ۱۹۹۲ء کو مراجعت فرما وطن ہوئے اور ایک روز قبل رحلت کا وقت بھی بتا دیا تھا۔

پیر جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ قبر میں زندہ ہیں

ایفائے عہد:

۲۷ فروری ۱۹۹۲ء عرس مبارک میں شمولیت کے لئے یہ عاجز حضرت کرمانوالا شریف حاضر ہوا۔ اقبال[1] چاندا سے ملاقات ہوئی پیر جی سرکار اور اقبال چاندا ایک مرتبہ میرے غریب خانہ پر سانده کلاں لاہور تین چار سال قبل تشریف لائے تھے۔ تو اقبال چاندا نے کہا کہ پیر جی سرکار کی صحت کے بعد ہم دونوں پھر آپ کے ہاں آئیں گے۔ پیر جی سرکار کی رحلت کے بعد اقبال چاندا سے ملاقات ہوئی تو اُس نے روتے ہوئے کہا اب میں وعدہ کیسے ایفا کروں گا ہم دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ [illegible] اپریل ۱۹۹۲ء کی درمیانی شب [illegible] بجے کے قریب عالم خواب میں مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے پیر جی سرکار اور اقبال چاندا میرے ہاں تشریف لائے ہیں میں فوراً اُٹھا۔ اس دوران میں پیر جی سرکار ایک چار پائی پر بیٹھ گئے۔ میں نے سلام عرض کیا اور پیر جی کی علالت کا خیال رکھتے ہوئے ایک نرم سا کپڑا چار تہہ کر کے جلدی سے آپ کے نیچے رکھ دیا۔ آپ اس پر بیٹھ گئے۔ فرمایا کہ آپ کے گھر آنے کا وعدہ تھا سو پورا کر دیا اب اجازت السلام علیکم۔ میں نے دیکھا کہ پیرؒ جی کا جسم مبارک صحیح اور بہمہ وجوہ مکمل[2] ہے۔ صرف ریش مبارک ایسی جیسے نوخیز لڑکوں کے پھوٹتی ہے۔

ع حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل نہ دیدیم کہ بہار آخر شد

پنجابی ترجمہ

مکھ ماہی دا میں ویکھ نہ رجّیا تے آئی رُت خزاواں
موت ظالم نے جلدی کیتی، رہ گیاں دل دیاں چاواں

(مقبول)

[1] اقبال چاندا پیر جی سرکار کے بچپن کے دوست تھے۔

[2] پیر جی سرکار کو بلڈ کینسر ہو گیا تھا۔ آپ کی ایک ٹانگ بذریعہ آپریشن کاٹ دی گئی تھی تا کہ بیماری سے نجات ملے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اس ٹانگ کاٹنے کے باعث بیماری مزید بڑھی تھی۔

حضرت گنج کرم پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ کی حیات بعد از وصال

مولانا محمد امین شرقپوری ماہنامہ آئینہ لاہور میں لکھتے ہیں کہ پچھلے دنوں ایک صاحب میاں بہادر علی ساکن کاہنہ (ضلع لاہور) جو حال ہی میں زیارات اور عمرہ کے بعد واپس آئے ہیں ناچیز راقم الحروف سے ملے اور بتایا کہ یکم مارچ بروز ہفتہ (حضرت قبلہؒ کے وصال کے دو روز بعد) وہ مدینہ منورہ میں تھے۔ ڈاکٹر اظہر بھٹہ صاحب مقیم جدہ ان دنوں مدینہ عالیہ میں سرکاری ڈیوٹی پر تھے، ایک دن ڈاکٹر صاحب اور بہادر علی کا اتفاقیہ آمنا سامنا ہو گیا۔ ان کی شکل و شباہت سے اندازہ لگا کر بہادر علی سے اتہ پتہ دریافت کیا۔ جب انہوں نے لاہور اور حضرت قبلہؒ سے تعلق کا ذکر کیا تو ڈاکٹر اظہر ان سے بغل گیر ہوئے اور اپنے ساتھ کیمپ میں لے گئے۔ کھانے کے دوران ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ پرسوں (جمعرات) عصر کے بعد وہ جنت البقیع کے پاس سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے حضرت قبلہؒ کو وہاں کھڑے دیکھا یہ نیاز مندانہ آگے بڑھے۔ حضرت قبلہ نے ہلکے تبسم سے فرمایا ''ڈاکٹر صاحب! آپ کو بھی میرے یہاں آنے کی خبر ہو گئی ہے۔'' اس وقت تک نہ تو ڈاکٹر صاحب کو حضرت قبلہ کی رحلت کی خبر ملی تھی اور نہ میاں بہادر علی ہی کچھ جانتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے بہادر علی سے حضرت قبلہؒ سے اپنی اس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے انہیں تاکید کی کہ وہ واپسی پر جدہ میں ان سے ضرور مل کر جائیں۔ کوئی دو ہفتہ بعد عمرہ سے فارغ ہو کر بہادر علی جدہ پہنچے۔ جب وہ ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ پر گئے تو وہاں چند اور لوگ بھی جمع تھے اور فاتحہ خوانی ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر صاحب انہیں دیکھتے ہی بولے بھئی! حضرت قبلہؒ کا تو وصال ہو گیا''۔ صاحبزادہ صاحب کے خط سے خبر ملی ہے۔ وصال کا وہی وقت اور دن تھا جب میں نے حضرت قبلہ کو جنت البقیع میں دیکھا تھا۔ کسی نے کیا ہی سچ کہا ہے۔ ''حیات بھی اللہ تعالیٰ کے ان لوگوں کی اور موت بھی ان لوگوں کی''۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات اور بھی بلند فرمائے۔

ع ہوں گے دنیا میں بہت سے اولیاء آپ[1] کا لیکن کوئی ہمسر نہیں!

[1] حضرت گنج کرم پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ

توجہ کیا ہے؟

شیخ کامل اپنے دل کی گرمی اور نور کو اپنے مرید پر القا فرماتا ہے۔ شیخ کا قلبِ منوّر اور جانِ پاک مرید کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اپنے باطن کی گرمی سے مرید کے دِل اور جسم کو تاثرات سے لبریز کر دیتی ہے۔ دِل اور جسم کو جنبش دیتی ہے۔ ایسی صورت میں پیر کا قلب مرید کے تمام حواس پر غالب ہوتا ہے۔ آنکھ سے متوجہ ہوگا تو آنکھ متاثر ہوگی۔ ہاتھ مس کر گیا تو ہاتھ کے ذریعہ نورانی لہریں مرید میں سرائیت کر جائیں گی یہ گرمیٔ نور اور جنبشِ شیخ مرید کی قابلیت اور استطاعت کے مطابق ہوتی ہے۔

عالمِ اسباب کی ہر شئے اپنی نشوونما کے لئے کسی کی توجہ کی محتاج ہے۔ عالمِ نباتات سورج اور چاند کے محتاج ہیں۔ جمادات میں سے سنگ قابلِ ایک مدت تک آفتاب سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ پھر کہیں لعل یا عقیق بنتا ہے۔ اسی طرح انسان کا خوابیدہ دل کسی صاحبِ دل کی توجہ کا محتاج ہے۔ باطنی ترقی کے لئے کسی روحانی آفتاب و ماہتاب کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ انسان اعلیٰ مدارج طے کر سکے۔

صوفی اللہ دتہ صاحب نقشبندی مغلپورہ والے بیان کرتے ہیں کہ توجہ کے سلسلے میں حضرت قبلہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پہاڑی پرندے کونجوں کی مثال بیان فرماتے کہ یہ پرندہ پہاڑوں میں انڈے دے کر موسم سرما میں میدانی علاقہ میں بغرض شکار چلا آتا ہے۔ جو کونج دوران ایام مسافت اپنے انڈوں کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ اُس کے انڈوں سے رب کریم کی قدرت کاملہ سے بچے نکل آتے ہیں اور جو کونج اپنے انڈوں کو بھول جاتی ہے اس کے انڈے خراب ہو جاتے ہیں اور وہ بچوں سے محروم رہتی ہے۔

وسیلہ: یہ بندہ ناچیز نور احمد مقبول 1967ء تا 1972ء بعہدہ سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ مظفر گڑھ رہا۔ غالباً 1971ء کی بات ہے کہ مولنا غلام حیدر بھابھا پیش امام مسجد دونوری غوثیہ مجددیہ ریلوے روڈ مظفر گڑھ نے مجھے بتایا کہ اعلیٰ حضرت میاںؒ صاحب شرقپوری کا ایک ارشاد گرامی آپ کے لئے ہے۔ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''سپرنٹنڈنٹ صاحب سے کہو کہ وہ ہر روز سورۃ یٰسین پڑھ کر میری روح کو ایصال ثواب کیا کریں۔ میں نے اس ارشاد گرامی کو اپنی خوش بختی سمجھا کہ میاںؒ صاحب شرقپوری نے اس

عاجز کو ایک کارِ خیر کے لئے یاد فرمایا ہے جس میں اس عاجز کے لئے فلاح ہی فلاح ہے۔ چنانچہ تعمیل حکم میں عجلت سے کام لیا اور اگلے روز ہی صبح تلاوتِ قرآن حکیم کے بعد سورۃ یٰسین پڑھی اور حضرت میاںؒ صاحب کی روح پاک کو ایصال ثواب کر دیا۔ گھر پر پڑھتا تو قرآن حکیم سے ناظرہ تلاوت کرتا۔ جب کبھی سرکاری کام سے دورہ پر جانا ہوتا اور وقت کم ہوتا تو دوران سفر ٹرین یا بس میں دل ہی دل میں پڑھ کر ایصال ثواب کرتا کیونکہ سورۃ یٰسین مجھے بہت پہلے سے یاد تھی۔ جب کبھی دوران سفر دل میں پڑھتا تو نادانستہ طور پر آیت[1] 47 میں لفظ ''مِمَّا'' چھوٹ جاتا یعنی تلاوت میں نہ آتا۔ مجھے اس فروگزاشت کا کوئی علم نہ تھا۔ ایک رات عالم خواب میں اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''تینوں اجے سورہ یٰسین یاد نہیں'' پریشان ہو گیا۔ اٹھا اور وقت تہجد قرآن مجید سے سورۃ یٰسین ناظرہ پڑھنا شروع کی تو معلوم ہوا کہ لفظ ''مِمَّا'' تلاوت میں سے رہ جاتا ہے۔ اس تنبیہہ کے بعد بہت محتاط ہو گیا اور اب جس حال میں سورۃ یٰسین تلاوت کرتا ہوں (ناظرہ یا زبانی) لفظ ''مِمَّا'' کا خاص طور پر خیال رکھتا ہوں۔ بلکہ اب تو ایسی فروگزاشت ناممکن ہے کہ یہ لفظ ''مما'' ازبر ہو چکا ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ زبانی پڑھنے میں لفظ ''مِمَّا'' کا نہ پڑھنا میاں صاحبؒ کو کیسے معلوم ہوا۔ دل میں پڑھنے سے آواز بھی نہیں نکلتی کہ کوئی سن سکے۔ یہ تو میاںؒ صاحب کا مقام ارفع ہے کہ ''بے آواز'' تلاوت میں کی فروگزاشت معلوم ہو گئی اور اس عاجز بندہ کی اصلاح فرما دی۔ حالانکہ میاںؒ صاحب شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ میں مدفون ہیں اور یہ عاجز مظفر گڑھ سفر میں تھا۔ اللہ اکبر۔ سچ ہے اللہ والوں کو دل کے نہاں خانہ کی بات بھی معلوم ہوتی ہے۔ اس ارشاد سے اس عاجز کو کتنا فائدہ پہنچا۔

(۱) ایک بڑی غلطی پر تنبیہہ اور وہ فروگزاشت ختم ہو گئی۔

(۲) ہر روز سورۃ یٰسین پڑھ کر ایصال ثواب کا اجر جو اس عاجز کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

---

[1] واذا قیل لھم انفقوا مما رزقکم اللہ 47

(۳) میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علو مرتبت کا علم ہونا کہ اولیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اپنے متوسلین کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

(۴) مردان خدا کیلئے دور و نزدیک کی کوئی قید نہیں۔ بعد از وفات سنتے بھی ہیں اصلاح بھی فرماتے ہیں۔

(۵) اپنے متوسلین کو پہچانتے ہیں کہ کہاں کہاں سکونت پذیر ہیں اور ہر قسم کے احوال سے واقف ہیں۔۔

میرے پیر و مرشد پیر سید محمد اسماعیلؒ شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالے اعلیٰ حضرتؒ میاں صاحب کے خلیفہ معظم تھے۔ اسی نسبت سے اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عاجز پر شفقت فرمائی اور یہ مختصر اور آسان عمل اس عاجز کے لئے توشۂ آخرت ہے۔ اللہ اکبر۔

حضرت قبلہ میاںؒ صاحب کی ناراضی:

شاہ پور کا نجرا کا نمبردار حضرت میاںؒ صاحب کا مرید تھا۔ آپ اس پر خصوصی توجہ فرماتے۔ بدقسمتی سے ایک دن اس نے اپنے ایک پیر بھائی سے کہہ دیا کہ ''وہ رات کو اُڑتا ہے؟ اس مرید نے یہ بات حضرت قبلہؒ میاں صاحب سے کسی ملاقات کے وقت بوجہ حسد کہہ دی کہ وہ نمبردار کہتا ہے کہ میں رات کو اڑتا ہوں۔ بس میاں صاحب ناراض ہوگئے آپ نے فرمایا ''اب وہ اڑنے بھی لگا ہے۔ اچھا اُسے اُڑنے دو اب'' آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ نعمت چھن گئی اور وہ خالی ہوگیا۔

اس واقعہ کے بعد نمبردار اکثر آتا مگر میاں صاحب التفات نہ فرماتے وہ ''اعوان شریف'' ضلع گجرات میں ایک بزرگ قاضی سلطان محمود صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ اپنی قبض کو بسط سے بھرے۔ قاضی صاحب نے فرمایا۔ میاں اپنے پیر و مرشد کے پاس جاؤ اور کوئی راستہ نہیں۔ وہاں سے ہی بات بنے گی۔ جیسے بھی ہو میاں صاحب کو راضی کرو۔ میں تمہاری سفارش کروں گا۔ وہ میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا مگر اُسے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔

حضرت باوا جیؒ سرکار پاکپتنی کی علو شان

محترم چوہدری دلاور علی بھلی بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا و مولا حضرت صاحب قدس سرہ العزیز حضرت کرمانوالے نے ایک دفعہ ''بہشتی دروازہ'' کے متعلق فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ اس موقع پر حاضر بزرگوں میں سے ایک نے دوسرے سے اس روایت کا ذکر کیا (مجھے ان بزرگوں کے اسمائے گرامی کی سمجھ نہیں آئی تھی) دوسری بزرگ ہستی نے توجہ فرمائی تو انہیں بہشتی دروازہ کے سامنے موجود بعض انسانوں کی غیر انسانی شکلیں (بندر، سؤر وغیرہ) نظر آئیں۔ پھر یہی لوگ ''بہشتی دروازہ'' میں سے گزرنے کے بعد انسانی شکل میں نظر آئے۔

اسی ضمن میں حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے بچشم سر عالم ظاہر میں حضور سرور کائنات ﷺ کو بجسم اطہر معہ چہار یار کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۵۔۶ محرم کی درمیانی رات کو اس دروازہ سے گزر کر مقبرہ کے اندر تشریف لے جاتے دیکھا اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ۔

مَن دَخَلَ هٰذَا البَابَ فَقَد اٰمَنَ (جو اس دروازے میں داخل ہوا وہ مامون ہوگیا)

بہشتی دروازہ کی بیرونی طرف ''مَن دَخَلَ هٰذَا البَابَ فَقَد اٰمَنَ'' لکھا ہوا ہے۔

اس طرح بعض بزرگان دین کے مشاہدہ میں آیا ہے کہ جب بہشتی دروازہ کھلا تو حضرت باوا صاحب گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روضہ مبارک کا کلس گھوم گیا اور اس کا راز یہ بیان کیا کہ اس وقت حضور سرور کائنات سردار انبیاء ﷺ اصحاب کبار اور مشائخ عظام تشریف لاتے ہیں۔ اور یہ سلامی ہے۔ اللہ اکبر

؎ تجھ کو معلوم ہے حالِ نظر اہلِ نظر
لوحِ محفوظ کی تحریر مٹا دیتے ہیں
قوتِ خاص حقیقت میں انہیں حاصل ہے
ایک نظر ڈال کے مُردوں کو جلا دیتے ہیں

حضرت باوا جیؒ کی وفات سجدہ کی حالت میں ہوئی۔ تاریخ رحلت ۵ محرم ۶۵۹ھ ہے مزار پاک پتن

شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اس کا بہشتی دروازہ پانچ محرم الحرام کو ہر سال کھلتا ہے' آپ کا مزار آپ کے خلیفہ معظم حضرت خواجہ محبوب الٰہی نے تعمیر کروایا تھا' یہ روضہ مبارک زیادہ فراخ اور بلند نہیں ہے۔ وجہ یہ تھی کہ بابا جیؒ کی اولاد جب مزار شریف کی دیواریں بلند کرتی تو دیواریں گر جاتی تھیں۔ تا آنکہ حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء دہلی سے تشریف لائے' مزار شریف پر حاضر ہوئے اور روضہ تعمیر کرنے کی التجا کی۔ باوا جیؒ نے فرمایا۔ ہم تمام عمر روزہ[1] دار رہے۔ پاکیزگی اور صفائی کا خیال رکھا۔ اب بے وضو لوگ ہماری گردن پر حقہ پیتے ہیں۔ اور دیواریں بناتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمارا دل غمگین ہے۔ حضرت خواجہ نے حفاظ کرام کو اکٹھا کیا۔ ہر اینٹ پر ختم قران شریف کراتے اور روضہ کی دیوار تیار کرواتے جاتے گویا پاک لوگ باوضو ہو کر پاکیزہ ہاتھوں کے ساتھ عمارت کی تعمیر کرتے تھے۔ اسی لیے آپ کا مزار مبارک قدرے چھوٹا ہے۔

صاحبزادہ سید محمد علیؒ شاہ صاحب بخاری سجادہ نشین دربار عالیہ نقشبندیہ نے بیان فرمایا کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ ایک دفعہ ہم عرس کے موقعہ پر پاک پتن شریف گئے۔ وہاں ایک دکان سے دس تسبیحیں خرید کیں۔ دکاندار نے دس کی بجائے گیارہ دے دیں۔ میں نے بھی چنداں خیال نہ کیا کہ شاید دکاندار نے از راہ محبت ایک تسبیح زاید دے دی ہو۔ رات باوا صاحب شیخ الاسلام خواب میں تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ شاہ جی! ہمارے شہر میں تسبیح کی چوری۔'' قبلہ مرشدی نے عرض کی کہ ''باوا جی! میں نے چوری تو نہیں کی۔ البتہ دکاندار نے خود ہی ایک زائد دے دی تھی۔'' باوا جی گنج شکر نے فرمایا کہ زاید تسبیح دکاندار کو واپس کریں۔'' چنانچہ صبح ہوتے ہی قبلہ حضرت صاحب نے وہ زاید تسبیح واپس کر دی۔ یہ تھی وہ غائت درجہ کی محبت جو باوا گنج شکر کو حضرت قبلہ گنج کرم سے تھی۔

---

۱ انوار الفرید ص ۶۷ میں ہے۔ ''چالیس سال تک بندہ مسعودؒ نے وہ کیا جو حضرت حق نے فرمایا اب چند سال سے بندہ مسعود کے دل میں جو کچھ گزرتا ہے وہی ہو جاتا ہے' نقل از خیر المجالس ص ۱۳۶

حضرت خواجہ محمود لنگاہؒ (ہڑپا) قبر میں زندہ ہیں:

حافظ عطا محمد نقشبندی چک ۳۰۴ H-R تحصیل فورٹ عباس ضلع بہاول نگر بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد میرے دل میں مرشد کامل سے بیعت کا شوق پیدا ہوا۔ دریں اثنا میرا تقرر بطور پیش امام مسجد دربار حضرت خواجہ محمود لنگاہ (نزد ہڑپا ساہیوال) ہو گیا۔ میں نے مزار شریف خواجہ محمود لنگاہ پر رات کے وقت قرآن خوانی اس نیت سے شروع کر دی کہ خواجہ صاحب مرشد کامل کی تلاش میں میری راہنمائی فرمائینگے۔ مسلسل ایک ہفتہ کی شب بیداری میں قرآن پاک ختم کیا۔ آخری رات عالم رویا میں مجھے حضرت خواجہ محمود لنگاہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ خواجہ گھوڑے پر سوار تھے۔ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ حافظ جی! آپ کا حصہ اوکاڑا کے نزدیک حضرت کرمانوالے شاہؒ صاحب کے پاس ہے۔ آپ ان سے بیعت ہو جائیں۔ یہ اشارہ پا کر میں حضرت کرمانوالا پہنچا۔ سلام مسنون کے بعد آپ کی نورانی مجلس میں مؤدب بیٹھ گیا۔ دل میں خیال آیا کہ ولی کامل ہونگے تو کوئی نہ کوئی کرامت ظہور پذیر ہوگی تاکہ دل مطمئن ہو جائے۔ معاً حضرت قبلہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا حافظ جی! پارہ ۷ کے رکوع ۱۶ کی تلاوت کریں۔ میں نے تلاوت شروع کی۔ رکوع ختم ہونے پر آپ نے فرمایا حافظ جی! اس رکوع میں کتنے انبیاء علیہم السّلام کا نام آیا ہے۔ میں نے عرض کیا ۱۶ کا آپ نے فرمایا اچھی طرح گنتی کر لو۔ میں نے گنتی کی اور کہا کہ ۱۷ کا تذکرہ آیا ہے۔ آپ نے فرمایا حافظ جی اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر آیا ہے۔ تیسری بار گنتی کی تو تعداد اٹھارہ ہی درست پائی۔ سبحان اللہ

ے بندگان خاص علاّم الغیوب   درجہانِ جاں سواسیس القلوب

حضرت خواجہ محمود لنگاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات کے بعد حافظ عطا محمد نقشبندی کی درست رہنمائی فرمائی۔ اولیاء اللہ بعد وصال بھی ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں اور رہنمائی فرماتے ہیں۔

☆☆☆

خواجہ معین الدینؒ چشتی اجمیری اور حضرت قبلہ کرمانوالےؒ کی ملاقات

حاجی نظام دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر حضرت قبلہ گنج کرم اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ مجھے آپ کے ہم سفر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ دوران قیام اجمیر شریف ایک دن حضرت قبلہ شہر سے باہر ایک ٹبہ تک پہنچے۔ تو جوتے اتار دیئے۔ مجھے یہاں ٹھہرنے کا ارشاد فرما کر آپ ٹبہ کے اوپر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت قبلہ واپس آئے اور ہم اپنی قیام گاہ پر آ گئے۔ کسی مناسب موقعہ پر میں نے ٹبہ پر چڑھنے سے قبل پاؤں سے جوتا الگ کرنے کی غرض و غائت دریافت کی۔ حضرت قبلہ نے نہائت محبت سے فرمایا ''حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ملاقات کیلئے اس ٹبہ پر بلایا تھا۔ اور تنہائی میں اپنی زیارت سے مشرف فرمایا یہ اُن کی بندہ پروری تھی۔'' اللہ اکبر

حضرت پیرومرشدی سے رہنمائی بعد از وفات۔ غالباً 1970ء کی بات ہے کہ بندہ ناچیز مقبول مسجد نزد ہیڈ پوسٹ آفس مظفر گڑھ میں معتکف تھا۔۔ مسجد میں رفع حاجت کیلئے لیٹرین نہ تھی۔ کھیتوں میں جانا پڑتا تھا۔ ایک رات سحری سے پہلے رفع حاجت کیلئے نزدیکی کھیت میں گیا۔ تہبند پر معمولی سی غلاظت لگ گئی۔ یہ اتنی خفیف تھی۔ کہ اس کی نمی سے مجھے غلاظت سے آلودگی کا احساس نہ ہو سکا۔ طہارت اور وضو کے بعد نماز فجر پھر اشراق ادا کرنے کے بعد سو گیا تو عالم خواب میں حضرت قبلہ پیرومرشدی (وصال ۱۹۶۶ء) تشریف لائے۔ فرمایا مولوی جی! ''تواڈی چادر تے کچھ میلا لگ گیا اے۔'' بیدار ہوا تو گھر سے دوسری چادر منگوائی مستعمل چادر واقعی نجاست آلودہ تھی۔ یہ ناپاک چادر اور جائے نماز گھر بھیج دیں تا کہ یہ اشیاء پاک صاف کر لی جائیں۔ کس قدر محبت ہے اپنے متوسلین سے اور کس قدر علو شان ہے کہ خفیف سی ناپاک چیز آپ کو اتنی دور سے نزدیک تر ہے۔ اللہ اکبر (آپ حضرت کرمانوالا شریف میں مدفون ہیں اور یہ عاجز بندہ مظفر گڑھ میں تھا۔ بندگان خدا کیلئے دور و نزدیک کا کوئی مسئلہ نہیں)

بندگان خاص علام الغیوب — درجہانِ جاں جواسیس القلوب

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے خاص بندے دِل میں چھپی باتیں جان لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں غیب سے آگاہ کر دیتا ہے۔

حضرت کرمانوالےؒ کی علو شان:

سکندر علی سکنہ موضع چکرالی ضلع شیخوپورہ نے بیان کیا حضرتؒ قبلہ کا دسواں عرس مبارک فروری ۱۹۷۵ء سے چند ہفتے قبل میری بھینس چوری ہوگئی۔ تلاش بسیار کے باوجود نہ ملی۔ پریشان تھا کہ ایسی حالت میں عرس پر حاضری کیسے ہوگی۔ کرنا خدا کا ایسے ہوا کہ ایک رات کسی نے دروازہ پر دستک دی اور آواز دی کہ اپنی بھینس سنبھال لو۔ میں اٹھا۔ دروازہ کھولا تو میری بھینس دروازہ کے پاس گلی میں کھڑی تھی مگر کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ میں اپنی بھینس پا کر خوش ہوا اور عرس مبارک کی تیاری کر لی۔ حضرت قبلہ پیرومرشد کی بروقت مدد پر خوش ہوا۔ مرشد ہو تو ایسا۔

پنجہ مومن میں ہے راہوارِ عناصر کی لگام
مرد مومن کے تصرف میں ہے جہانِ شش جہات

نور محمد سکنہ پیلی مدکی قصور نے بیان کیا کہ 1970ء کی بات ہے کہ میرے ذمہ زمین کا لگان 260/ روپیہ کے لگ بھگ تھا۔ مالی پریشانی کے باعث یہ رقم ادا نہ کر سکا۔ پٹواری علاقہ نے دھمکی دی کہ اگر تم نے کل تک مالیہ ادا نہ کیا تو تمہیں تحصیلدار صاحب کے پاس لے جاؤں گا۔ میں بے حد متفکر تھا۔ اپنے پیر بھائی ڈاکٹر عطا محمد کے پاس گیا۔ انہوں نے بھی معذرت کر دی اور کہا کہ شیخ صاحب اڑھتی قصور والوں کے پاس جاؤ۔ میری طرف سے بھی پیغام دو۔ چنانچہ میں شیخ صاحب کے پاس گیا اور انہیں اپنی بپتا سنائی۔ شیخ صاحب نے کہا کہ رات میرے ہاں ٹھہرو۔ میں ان کا مہمان بنا۔ صبح ہوئی تو شیخ صاحب نے مطلوبہ رقم مجھے دی اور کہا کہ آج رات حضرت قبلہ پیرومرشدی گنج کرم عالم رویا میں تشریف لائے تھے اور تمہاری مدد کا حکم فرمایا۔ نیز ارشاد ہوا کہ یہ رقم واپس نہ لی جائے۔ شیخ صاحب میرے شکرگزار ہو رہے تھے کہ تمہاری (نور محمد) وجہ سے مجھے پیرومرشدی کی زیارت نصیب ہوئی۔ رقم کی کوئی بات نہیں۔ میں واپس ہرگز نہیں لونگا۔ اللہ اکبر۔

میں اپنے پیرومرشد کی استمداد پر خوش ہو رہا تھا۔ شیخ صاحب کو دعائیں دیں چنانچہ پٹواری کو مالیہ ادا کر دیا۔

کیا شان ہے حضرت کرمانوالا رحمۃ اللہ علیہ کی کہ مریدوں کی مدد اتنی ہمدردی سے بعد از وصال فرما رہے ہیں۔ اللہ اکبر

علامہ اقبالؒ کی عقیدت اولیاء اللہ سے اور مزارات پر حاضری

حضرت محبوبؒ الٰہی کے مزار پر پہلی حاضری:

حضرت علامہ اقبالؒ بزرگانِ دین کی وفات کے بعد بھی اُن سے استعانت اور اُن کے مزارات متبرکہ سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے قائل تھے۔ 1903ء میں جب اُن کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد پر ایک اُفتاد پڑی تو علامہ اقبال دلّی گئے اور حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء محبوب الٰہی کے حضور منظوم استغاثہ پیش کیا جسے خوش خط لکھوا کر درگاہ کے دروازہ پر لٹکایا۔ اس استغاثہ کی برکت اور خواجہ محبوبؒ الٰہی کی شفقت سے شیخ عطا محمد باعزت طور پر بَری ہوئے۔ اس استغاثہ سے چند اشعار:۔

ہند کا داتا ہے تو تیرا بڑا دربار ہے
کچھ ملے مجھ کو بھی کہ دربار گوہر بار ہے
سخت ہے میری مصیبت سخت گھبرایا ہوں میں
بَن کے فریادی تیری سرکار میں آیا ہوں میں
بحر اظہار تمنائے دل ناکام ہوں!
لاج رکھ لینا کہ میں اقبال[1] کا ہم نام ہوں

مزار پر دوسری حاضری: ۱۹۰۵ء میں جب علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کیلئے عازم یورپ ہوئے تو اس مرتبہ بھی آپ حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء کے دربار گہر بار پر حاضر ہوئے اور نظم ''التجائے مسافر'' میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

مزار داتا گنج بخشؒ پر حاضری:

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں حضرت سید ہجویریؒ داتا گنج بخش حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضر ہوتے تھے۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تو ازحد عقیدت تھی اور کئی سال نماز فجر مسجد داتا صاحب میں ادا کرتے رہے۔ آپ درگاہوں پر منت ماننا اور دستِ غیب کے بھی قائل تھے۔

---

[1] امیر خسرو کا اصل نام اقبال تھا۔ امیر خسرو خواجہ محبوب الٰہی کے عاشقِ صادق تھے۔

داتا گنج بخشؒ کی ایک اپاہج پر شفقت:

ڈاکٹر نیاز احمد سابق ڈائریکٹر انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی پنجاب یونیورسٹی کی نواسی محترمہ شمائلہ اَمین ایک مضمون میں بیان کرتی ہیں کہ میرے نانا مرحوم ایک بات جس کا وہ خاص طور پر ذکر کرتے تھے علامہ اقبالؒ کی حضرت داتا گنج بخشؒ سے عقیدت تھی۔ نانا جی حضرت داتا گنج بخشؒ کی کرامت کا ایک واقعہ جو انہیں پنجابی زبان کے غزل گو شاعر پیر فضل حسین فضلؔ صاحب نے سنایا تھا یوں بیان کیا:۔

پیر فضل حسین فضلؔ صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں اپنے ایک دوست کے ہمراہ داتا صاحب جا رہا تھا۔ جب ہم لوہاری دروازہ کے چوک میں پہنچے تو میرے دوست نے ایک معمر شخص کی طرف (جو سرمہ بیچ رہا تھا) اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ شخص داتا صاحب کی زندہ کرامت ہے۔ میں نے کہا چلو اس سے پوچھتے ہیں۔ چنانچہ ہم دونوں اُس شخص کے قریب پہنچے اور اُسے داتا صاحبؒ کی کرامت بیان کرنے کے لئے کہا۔ اُس نے بتایا کہ آج سے 25-30 سال قبل وہ بالکل اپاہج تھا۔ اُس کے بیٹے اُسے نماز جمعۃ المبارک سے قبل داتا صاحب چھوڑ آتے اور نماز سے فراغت کے بعد اُسے گھر لے آتے۔ میں جمعۃ المبارک باقاعدگی اور پابندی سے مسجد داتا صاحبؒ میں ادا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جب اقامت کہی جا رہی تھی تو میرے ساتھ کھڑے ہوئے ایک نورانی صورت بزرگ نے کہا تم کھڑے کیوں نہیں ہوتے۔ میں نے عرض کی ''میں اپاہج ہوں''۔ یہ سن کر بزرگوں نے زور سے میرا بازو پکڑا اور کہا اُٹھو۔ تم بالکل ٹھیک ہو۔ اُن کے بازو پکڑنے کی دیر تھی کہ میں تندرست آدمی کی طرح کھڑا ہو گیا۔ جب فرائض کی ادائیگی کے بعد سلام پھیرا تو باوجود تلاش کے وہ نورانی صورت والا شخص نظر نہ آیا۔ اُس وقت سے آج تک میں بالکل تندرست ہوں۔ سرمہ بیچ کر عزت کی روزی کماتا ہوں۔ ہاں تو اُس محسن کو ابھی تک آنکھیں تلاش کر رہی ہیں۔ پیر صاحب نے یہ واقعہ ۱۹۶۳ء میں سنایا تھا۔

علامہ اقبالؒ حضرت مجددؒ الف ثانی کے مزار متبرکہ پر:

پہلی حاضری: جب علامہ اقبالؒ مدت تک اولاد کی نعمت سے محروم رہے تو حضرت مجددؒ کی درگاہ پر سرہند شریف حاضر ہوئے اور دعا کی مولا کریم! مجھے بیٹا عطا فرما۔ میں اُسے سلام کیلئے اس درگاہ عالیہ پر لاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے علامہ اقبالؒ کی درد بھری دعا سن لی اور جاوید بیٹا عطا فرمایا۔

دوسری حاضری: جب جاوید کچھ بڑا ہوا تو اُسے سرہند شریف حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی کے مزار متبرکہ پر لے گئے۔ اس سفر میں مولنا غلام بھیک نیرنگ بھی انبالہ سے چل کر سرہند شریف جنکشن پر علامہ اقبالؒ سے مل گئے۔ اکٹھے روضہ شریف پر پہنچے۔ مزار پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی کے بعد دیر تک علامہ اقبالؒ مراقبہ میں رہے۔ ان کا لاہور سے اتنی دور چل کر جانا ہی ثابت کرتا ہے کہ انہیں حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی سے کس قدر محبت تھی۔ علامہ اقبالؒ نے آپ کی شان میں نظم لکھی چند اشعار:

حاضر ہوا میں شیخ مجدّد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے کیا جس کو بروقت خبردار

علامہ اقبالؒ قرآنی آیات کی تاثیر کے بھی قائل تھے۔ حلّ مشکلات کیلئے سورۃ الرحمٰن اور نعمت اولاد کیلئے سورۃ مریم کی تلاوت کا حکم فرمایا کرتے۔ درود شریف کو تو اکسیر اعظم جانتے تھے۔

علامہ اقبالؒ کا ایک عقیدت مند ڈاکٹر عبدالحمید ہاؤس سرجن میو ہسپتال تھا یہ کافی عرصہ اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ انہوں نے علامہؒ صاحب سے دعا کیلئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے بہت شدت سے دعا کر دی ہے اپنی بیوی سے کہو سورۃ مریم کی تلاوت کیا کرے بعد نماز صبح۔ چنانچہ دس ماہ کے بعد ڈاکٹر عبدالحمید صاحب بچے کی پیدائش کی خوشخبری لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ ابھی وہ کچھ کہنے نہ پائے تھے کہ علامہ صاحبؒ نے خود ہی مبارک پیش کر دی اور فرمایا بچے کا نام مسیح الاسلام

رکھنا۔ علامہؒ صاحب کی وفات کے بعد وہ لڑکا بیمار ہوگیا۔ ڈاکٹر اور اطباء اُس کی زندگی سے ناامید ہوگئے۔ بچے کی عمر چھ سات برس تھی۔ ڈاکٹر عبدالحمید کی بیوی کے اصرار پر ڈاکٹر صاحب بچے کو علامہؒ صاحب کی قبر پر لے آئے اور بچہ کی والدہ نے رو رو کر التجا کی اس طرح جیسے وہ سامنے بیٹھے ہیں۔ رونے دھونے کے بعد بچے کی والدہ خاموش ہوگئی اور کہا کہ علامہؒ صاحب نے کہا ہے انشاء اللہ بچہ صحت یاب ہو جائے گا۔ عقیدت سے بچہ کی والدہ نے علامہؒ صاحب کی قبر سے مٹی لی اور پانی میں گھول کر بچہ کو پلائی۔ وزیر آباد پہنچنے تک چند بار مٹی پانی میں گھول کر پلائی۔ ایسا اثر ہوا کہ وزیر آباد پہنچنے تک اللہ تعالیٰ کے فضل کرم سے لڑکا صحت یاب ہوگیا۔ اللہ اکبر۔

مردان خدا قبور میں زندہ ہیں:

سر سید احمد خاں کے پوتے اور حضرت علامہ اقبالؒ کے قریبی دوست سر راس مسعود مرحوم بھی اولیاء کرام سے سچی عقیدت رکھتے اور اولیائے کرام کی کرامات کے صدق دل سے قائل تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ ایک صاحب مزار کی کرامت کا ایک واقعہ مولنا عبدالرزاق کانپوری مصنف "یادایام" کو سنایا کہ میں (سر راس مسعود) اورنگ آباد (دکن) میں بحیثیت ناظم تعلیمات دورے پر تھا۔ شہر سے چند میل کے فاصلے پر ایک ولی کامل کا مزار تھا۔ میں وہاں فاتحہ پڑھنے گیا۔ مقبرے کے اندر سے جب باہر آیا تو آواز آئی "مسعود! مقبرے کے سامنے جو درخت ہے اُس کی تین پتیاں کھالو۔ میں یہ سمجھا کہ کسی دوست نے مذاقاً کہا ہے۔ لیکن جب غور سے دیکھا تو دور تک کوئی شخص نہ تھا۔ کچھ فاصلہ پر کار موجود تھی۔ ڈرائیور سے پوچھا تو اُس نے کہا میرے سوا یہاں کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ اُس غیبی آواز پر میں نے عمل کیا اور تین پتیاں اُس درخت کی توڑ کر کھالیں۔ وہ زمانہ تھا کہ حیدر آباد (دکن) کے بعض مقتدر اصحاب میرے مخالف ہو گئے تھے اور میں حقیقت میں تین مشکلوں میں مبتلا بھی تھا۔ تین پتیاں کھانے سے تینوں مشکلیں حل ہو گئیں۔ اس واقعہ کے اظہار کے بعد انہوں نے حاضرین سے خطاب کیا کہ آپ لوگوں کو یہ واقعہ عجیب وغریب معلوم ہوگا اور میری بات غلط سمجھیں گے لیکن یاد رکھئے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور میں صوفیائے کرام کی کرامات کا معتقد ہوں۔ صاحب مزار نے نام لے کر آواز دی۔ علم تھا کہ تین مشکلوں میں مبتلا ہیں۔ تیر بہدف علاج بھی بتا دیا۔

غوث اعظم حضرت سید عبدالقادرؒ جیلانی سے نام کی نسبت اور ہندو مناظر پر فتح پانا:

قصبہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ (حال نارووال) ایک مشہور تجارتی منڈی ہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل یہاں ہر مذہب کے فرقے موجود تھے۔ مسلمانوں میں اہل سنت و جماعت، اہل حدیث (وہابی) شیعہ اور مرزائیوں میں قادیانی، لاہوری۔ ہندوؤں میں سناتن دھرمی اور آریہ سماجی اور سکھ تھے۔ مناظرے اکثر ہوتے رہتے تھے ۱۹۴۶ء کی بات ہے کہ مسلمانوں اور آریہ سماجیوں میں مناظرہ طے پا گیا۔ آریہ سماجی مناظر دہلی سے پنڈت رام چندر مشہور خرانٹ مناظر بلایا گیا مسلمانوں کی طرف سے مولنا حافظ عبدالقادر روپڑی مناظر تھے۔ غالباً حافظ صاحب کا یہ دوسرا مناظرہ تھا۔ نوجوان آواز بلند قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ منصف ایک مرزائی[1] عالم مقرر ہوا۔

مناظرہ کے انتظامات میں یہ عاجز بندہ مقبول پیش پیش تھا اور اُن دنوں بدوملہی ڈاک خانہ میں تار بابو تھا اور اہل حدیث جماعت کی جامع مسجد کے خطیب حافظ محمد ابراہیم کبیر پوری سے برادرانہ تعلقات تھے۔ مناظرہ کا آغاز آریہ سماجی مناظر نے کیا۔ حافظ عبدالقادر صاحب نے اعتراضات کا مدلل جواب دیا۔ اور آریہ سماجی عقائد کو غلط ثابت کر کے اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ تقریر کے اختتام پر حافظ عبدالقادر صاحب نے کہا کہ یہ نام کی برکت ہے اور عبدالقادر نام کی نسبت کا اثر۔ حافظ صاحب اپنی باری پر خوب برستے اور آخر میں یہی الفاظ دہراتے نام کی برکت، اور نسبت کا اثر ہے۔ مناظرہ کے اختتام پر منصف نے حافظ عبدالقادر صاحب کے حق میں فیصلہ دیا کہ ان کے اعتراضات کا شافی جواب آریہ سماجی مناظر نہیں دے سکا۔ اسلام کی فتح پر میدان مناظرہ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ ایک دن موقعہ پا کر میں نے حافظ عبدالقادر صاحب سے دریافت کیا کہ آپ حضرت غوث اعظم کی بزرگی کے قائل ہیں؟ جواب دیا کیوں نہیں۔ بہت بڑے بزرگ ولی اللہ تھے۔ اسلام کی بہت خدمت کی میں نے کہا بس پھر آپ کو اُن کے نام کی نسبت سے ہی فتح حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا بیشک نام کی نسبت بڑی چیز ہے۔ اللہ اکبر

[1] ان دنوں مرزائی دائرہ اسلام سے خارج تو تھے لیکن آئین وقانون میں ان کا خارج از اسلام ہونا درج نہیں تھا مسلمانوں کا ہی فرقہ سمجھے جاتے تھے ۱۹۷۴ء میں انہیں آئین میں کافر قرار دیا گیا۔

حیات اولیاء اللہ بعد از وصال حضرت سلطان سخی سرورؒ (ڈیرہ غازی خاں):

یہ بندہ ناچیز نور احمد مقبول 1967ء تا 1972ء سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات مظفر گڑھ ڈویژن تھا۔ پہلی دفعہ ڈاک خانہ سخی سرور کے معائنہ کیلئے مظفر گڑھ سے سیدھے ریسٹ ہاؤس سخی سرور غروب آفتاب سے چند منٹ پہلے پہنچا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ روزہ افطار کیا۔ نماز مغرب ریسٹ ہاؤس میں ادا کی۔ جامع مسجد سخی سرور ریسٹ ہاؤس سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر تھی۔ تنگی وقت کے باوجود کشاں کشاں مسجد کی طرف چل دیا۔ راستہ بھر دل میں خیال آتا رہا کہ مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھر چکی ہوگی۔ کوئی واقف کار بھی نہیں۔ خدا خبر کہاں جگہ ملے۔ مسجد میں پہنچا۔ فرض نماز تیار تھی۔ دوسری صف میں جگہ مل گئی۔ کرنا خدا کا یہ ہوا کہ پیش امام صاحب نماز تراویح کی پہلی رکعت میں گر پڑے سنبھلے تو کہا کہ میں نماز نہیں پڑھا سکتا کوئی اور پڑھائے۔ مگر کوئی بھی نہ اُٹھا۔ میں اُٹھا اور مصلّہ پر کھڑا ہو گیا۔ نماز پڑھائی۔ نمازی حضرات اور پیش امام نے مجھ سے مصافحہ کیا تو اُنہیں معلوم ہوا کہ آج نماز تراویح و وتر نماز کے امام سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ جات ہیں۔ جو حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ کے مرید ہیں۔ پیش امام صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھے فرمایا کل افطاری میرے ہاں کریں۔ نیز کہا کہ آئندہ جب بھی آپ آئیں میرے غریب خانہ پر تشریف لایا کریں۔ اللہ اکبر کہاں یہ بات ''مجھے یہاں کون جانتا ہے''۔ وہاں شہر کے اکثر لوگ مداح اور پیش امام مستقل کے میزبان بن گئے۔ بعد از وصال حضرت سلطان سخی سرور کا اتنا تصرف اور پیر و مرشد کی ایسی توجہ۔ اللہ اکبر میرے دلی خدشات سے آگاہ ہو کر ہر طرح سے استمداد فرمائی۔

سلطان سخی سرور رحمۃ اللہ علیہ پانچویں صدی ہجری کے اولیائے کرام میں سے ہیں۔ ملتان کے نزدیکی گاؤں کرسی کوٹ میں پیدا ہوئے اصل نام سیّد احمد ہے۔ مزار شریف سخی سرورؒ میں مرجع خلائق ہے۔ ہندو بھی آپ کے عقیدت مند تھے اور عرس کے موقعہ پر ۲۸ ربیع الاول بھارت سے اب بھی آتے ہیں۔ یہ سلطانی کہلاتے ہیں۔ آپؒ صاحب کرامت بزرگ ہیں۔

حضرت گنج کرم رحمتہ اللہ تعالیٰ کی استمداد بعد از وصال:

حضرت قبلہ پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد سیٹھ محمد شفیع لاہوری ذیابیطس میں مبتلا ہو گئے خون اور پیشاب میں 70,65 فیصد شکر آنے لگی۔ چند دنوں میں ان کی صحت بالکل خراب ہو گئی۔ اس دوران میں واقفِ اسرار حضرت صاحبزادہ پیر سید عثمان علی شاہ بخاری دامت برکاتہم نے اپنے ہمراہ ملتان جانے کا حکم فرمایا۔ بیمار تھے مگر انکار نہ کر سکے اور حضرت قبلہ گنج کرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ ان پر دیر تک رقت طاری رہی۔ پھر عرض کیا حضور! کبھی وہ دن بھی تھے کہ آپ پیار سے سیٹھا سیٹھا کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ اب آپ اس ناچیز غلام کی خبر نہیں لیتے کہ کس حال میں ہے۔ مجھے اس موذی مرض نے نڈھال کر دیا ہے۔

دوسرے دن حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کے ہمراہ ملتان روانہ ہو گئے وہاں اپنے معالج ڈاکٹروں کے بتائے ہوئے پرہیز بالائے طاق رکھ دیئے۔ ملتان سے واپس آئے تو طبیعت بہت حد تک برقرار معلوم ہوئی۔ لاہور پہنچ کر جب ڈاکٹروں سے معائنہ کروایا تو سب حیران رہ گئے کہ شکر کا نام ونشان نہ تھا۔ کرم بر کرم کہ آج تک وہ تکلیف دوبارہ نہیں ہوئی۔

حضرت قبلہ گنج کرم قدس سرہٗ العزیز کے تیسرے سالانہ عرس مبارک کے موقعہ پر رائے نیاز احمد خاں مرحوم سیٹھ محمد شفیع اور یہ (محمد اکرم) فقیر دربار عالیہ پر حاضر تھے کہ فیصل آباد سے خان فضل الرحمان خاں بھی مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور آتے ہی زار و قطار رونے لگے۔ وہ کسی بیماری کے باعث بالکل نحیف و نزار ہو چکے تھے۔ جب کچھ دیر کے بعد انہیں سکون حاصل ہوا تو رائے نیاز احمد خاں نے مزاج پرسی کی۔ تو انہوں نے گلوگیر آواز میں بتایا کہ وہ ایک عرصہ سے بیمار ہیں اور علاج معالجہ کرتے کرتے تھک چکے ہیں۔ اب دعا کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں۔ سب احباب نے ہاتھ اُٹھائے اور مل کر بارگاہ رب العزت میں حضرت قبلہ گنج کرمؒ کے توسل سے دعا کی سیٹھ محمد شفیع نے با آواز بلند کہا۔ ''سرکار آپ کے دربار فیض بار میں حاضر ہونے والا سائل خالی نہ جائے۔ اس پر لطف وکرم فرمایا جائے اور شفاء بخشی جائے۔ فضل الرحمان خاں صاحب اسی شام واپس فیصل آباد چلے گئے۔ کچھ دنوں بعد جب لاہور میں ملے تو وہ بالکل تندرست اور توانا تھے۔ پھر انہیں اُس مرض کی تکلیف نہ ہوئی۔ اللہ اکبر۔ (معدن کرم صفحہ ۵۹۶)

خواجہ غریب نواز اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی حضرت گنج کرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر کرم نوازی:

سیٹھ محمد شفیع لاہوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ گنج کرم، پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ عالیہ سے بذریعہ خط پیغام موصول ہوا کہ آپ (حضرت گنج کرم) درگاہ عالی کی حاضری کے لئے اجمیر شریف پہنچیں۔ آپ نے خیال کیا کہ حاضری کا لطف اُس صورت میں ہو گا جب بوقتِ حاضری کمال تخلیہ حاصل ہو۔ چنانچہ آپ نے خواجہ غریب نوازؒ کے لطف وکرم کی توقعات دل میں لئے ہوئے رختِ سفر باندھا اور بارگاہ عالیہ میں پہنچ گئے۔ جس وقت آپ در اقدس پر حاضر ہوئے تو دروازہ اندر سے بند پایا۔ اُسی وقت اچانک دروازہ کھلا اور آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نگاہ ادب جھکائے جبینِ ارادت خم کئے درگاہ شریف میں داخل ہوئے۔ دروازہ فی الفور بند ہو گیا۔ آپ قبلہ کے خدام باہر کھڑے رہ گئے۔ بہت دیر کے بعد دروازہ کھل گیا اور ایک بزرگؒ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ باہر تشریف لائے۔ ان کا چہرہ مبارک پُر انوار تھا۔ وہ بزرگؒ آپؒ کو الوداع کہہ کر اندر چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ بارگاہ عالیہ کے اندر داخل ہو کر میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں میں بیٹھ گیا تو ایسا محسوس ہوا کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ بنفسِ نفیس سامنے تشریف فرما ہیں۔ حضور غریب نوازؒ نے مجھے دونوں شانوں سے پکڑ کر ہلایا۔ جو کیفیت اُس وقت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ اللہ اکبر۔

اولیائے کرام کی قبور فیض رساں ہیں:

عبدالمجید صاحب از چک 5TDA سرگودھا بیان کرتے ہیں کہ مرید ہونے کے لئے میں قبلہ حضرت صاحبؒ کرماں والے کی خدمت میں حضرت کرماں والا شریف حاضر ہوا۔ دیکھا کہ حضرت صاحب تو ضعیف ہو چکے ہیں۔ خیال گزرا کہ شاید میرے اسباق وظائف مکمل ہونے سے قبل ہی حضرت صاحب اللہ کو پیارے ہو جائیں اور پریشانی کا سامنا ہو۔ میرے اس قلبی وسوسہ سے آگاہ ہو کر آپ نے مجلس میں موجود ایک حافظ صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا حافظ جی! اللہ کے پیارے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو کیا ان کی قبروں سے فیض حاصل نہیں ہوتا۔ اور کیا قبروں پر جانے والوں کو فیض نہیں پہنچتا؟ حافظ صاحب نے عرض کیا حضور! فیض ضرور اور یقینی طور پر پہنچتا ہے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا ''اللہ دے بندے مَردے نہیں۔ زندہ رہندے نیں تے فیض پہنچاندے نیں''۔ ان الفاظ نے میرا عقیدہ درست اور مضبوط کر دیا۔

خواجہ عبدالصمدؒ المعروف حضور صاحب کی تاریخ وصال 8 ستمبر 1950ء مطابق 15 ذی الحجہ 1349ھ ہے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت قبلہ پیر سید محمد اسماعیلؒ شاہ بخاری المعروف حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی۔ جب ایک درویش نے نیت جنازہ بتاتے ہوئے کہا کہ دعا واسطے میت حاضر دے تو حضرت قبلہ کرماںؒ والے نے فرمایا ''ایسے مت کہو بلکہ یوں کہو'' دعا واسطے حضورؒ صاحب دے۔ اللہ دے ولی مَردے نہیں بلکہ زندہ ہیں''۔ حضرت عبدالصمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار رینالہ خورد (ضلع اوکاڑا) میں ہے۔ آپ حصار (بھارت) سے ہجرت فرما کر ساہی وال آئے اور پھر رینالہ خورد میں سکونت اختیار کی۔ یہ قصبہ حضرت کرماں والا سے 8 میل دور ہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حیات الولی

(تحریر: چودھری دلاور علی بھلی ریٹائرڈ انجینئر)

خالقِ کائنات سبحانہ تعالیٰ کے محبوب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رب العالمین کے حبیبِ پاک رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی فیوضات تو جاری و ساری ہیں ہی آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے آپ کے اولیائے کرام کے فیوضات بھی بعد وصال جاری وساری ہیں اور وہ اپنے غلاموں اور نام لیواؤں پر شفقت فرماتے ہیں۔ اولیائے کرام کے تذکروں میں ایسے بیشمار واقعات درج ہیں جن سے یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ ذیل میں چند ایسے واقعات پیش کئے جا رہے ہیں۔

شیرِ ربانی جناب میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پکارنے پر جناب غوث الاعظم کی تشریف آوری:

حضرت قبلہ کرمانوالا سرکارؒ نے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک اہلِ حدیث مولوی عبداللہ سکنہ اوڈاں والا متصل ماموں کانجن قبلہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اتباع سنت دیکھ کر از حد خوش ہوا۔ مگر جب اُس نے دیکھا کہ ایک طرف یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے اور ساتھ ہی شیأً للہ بھی رقم کیا ہوا ہے، تو بہت خفا ہوا۔ اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ اعلیٰ حضرت نے تحمل سے کام لیا جب اُسے رخصت کرنے لگے تو چند قدم اُس کے ساتھ آگے گئے اور اُس کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز سے پڑھا۔ ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأً للہ'' تو وہ اہلِ حدیث مولوی کیا دیکھتا ہے کہ ایک بزرگ صورت انسان فوراً ظاہر ہوئے کہ اس کے جلال کی تاب وہ مولوی صاحب نہ لا سکے۔ آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا مولوی جی! یہی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں جنہیں ہم پکارتے ہیں۔ دیکھو یہ ہماری آواز پر ہماری مدد کے لئے پہنچ گئے ہیں۔ یہ مُردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں اور اسی لئے ہم پکارتے ہیں، مولوی صاحب اپنے عقیدہ باطلہ پر نادم ہوئے۔

(بحوالہ خزینہ کرم جلد اول ص 170 مصنفہ چودھری نور احمد مقبول)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اشارہ پر حضور غوثِ الاعظم کا تشریف لانا:

چودھری دلاور علی بھلی (ریٹائرڈ انجینئر) بیان کرتے ہیں کہ:-

قبلہ و کعبہ مخزن کرم سرکار کرمانوالے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مندرجہ ذیل واقعہ ارشاد فرمایا:-

ایک شخص حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں لیکن بیعت سلسلۂ قادریہ میں ہو۔ حضور مجدد صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں تو سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کرتا ہوں۔ اگر قادریہ سلسلہ میں بیعت کرنی ہے تو کسی قادری بزرگ کے پاس جائیں۔ لیکن وہ شخص مسلسل بضد رہا کہ ''آپ کے ہاتھ پر قادریہ سلسلہ میں ہی بیعت کروں گا''۔

آخر کار حضرت مجددؒ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قطبی تارا کی طرف انگشتِ شہادت سے اشارہ فرمایا۔ تو حضور غوث پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لے آئے۔ اور پوچھا کہ ''کیسے یاد کیا ہے؟''

مجددؒ صاحب نے ماجرا بیان کیا کہ یہ شخص بضد ہے کہ میرے ہاتھ پر قادریہ سلسلہ میں ہی بیعت کرے گا۔

حضور غوثؒ پاک نے فرمایا۔ ''آپ کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ ہاتھ بڑھائیے اور اس شخص کو بیعت کر لیجئے''۔

میرے آقا و مولا قدس سرہ العزیز اکثر حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر بڑی محبت سے کرتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

؎ از شرابِ غوثِ اعظم گلشن و گلزار مست

صحن مست دخانہ مست و ہر در و دیوار مست

ترجمہ: حضرت غوث الاعظمؒ کی شرابِ محبت سے نہ صرف باغ و بہار مست ہیں بلکہ بے جان مٹی کے در و دیوار بھی اس نشے سے مست ہو کر جھوم رہے ہیں۔

ایک دفعہ میرے آقا و مولا قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ''سورۃ الشمس میں اللہ کریم نے کتنی قسمیں اٹھائیں ہیں؟''

اور پھر خود گن کر بتایا۔ کہ اس سورۃ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے گیارہ قسمیں اُٹھائی ہیں

اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''کیا اب بھی گیارہویں شریف کا انکار کرو گے؟''

ایک مرتبہ چھوٹے بابا جی حضور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ میرے آقا و مولا قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھے اور بھی کافی حاضرین موجود تھے۔ آپؒ جناب نے صف کے ایک سرے سے گنتی شروع کروائی۔ چھوٹے بابا جی حضور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر نمبر گیارہ آیا۔ آپؒ جناب قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ''پیر جی اب تو گیارہویں شریف کا ختم آپ پر لازم ہو گیا''۔

میرے آقا و مولا قدس سرہ العزیز کے ہاں ہر جمعرات اور گیارہویں شریف کا ختم خصوصی اہتمام سے ہوتا تھا اور اب تک آستانہ عالیہ پر یہی معمول ہے۔

یہی واقعہ مختلف الفاظ میں ''شیر ربانی'' نامی کتاب مؤلفہ جناب محمد امین شرقپوری کے صفحات 337-336 پر اور ایک دوسری کتاب ''شیرِ ربانی'' مؤلفہ جناب سید ارتضیٰ علی کرمانی کے صفحات نمبر 130-129 پر بھی درج ہے۔

جناب پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی شفقت:

محترم جناب چودھری دلاور علی انجینئر بیان کرتے ہیں کہ:

اپنے آقا و مولا قدس سرہ العزیز کی خدمت عالیہ میں حاضری کے بعد اپنی کچھ ایسی کیفیت ہو گئی کہ کسی اور بزرگ کے پاس یا مزارات پر جانا موقوف ہو گیا۔ سیدی و مرشدی قدس سرہ العزیز نے ایک دفعہ فرمایا کہ ''اہل اللہ اور بزرگانِ دین کی خدمت اور مزارات پر جانا چاہیے کیونکہ سارے سمندر باہم ملے ہوئے ہیں''۔

اس کے بعد جب حسب موقعہ مختلف بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضری ہوئی تو اپنے آقا و مولا قدس سرہ العزیز کے طفیل ہر بزرگ نے بہت شفقت کا اظہار فرمایا بلکہ مختلف بزرگانِ دین سے ملاقات کے نتیجہ میں اپنے آقا و مولا کی امتیازی اور اعلیٰ شان کا مزید ادراک و احساس ہوا۔ اس ضمن میں گولڑا شریف حاضری کا واقعہ پیش خدمت ہے:-

راقم الحروف اس وقت محکمۂ انہار میں بطور ایکسین تعینات تھا۔ غالباً 1976ء میں کیمبلپور سب ڈویژن کی انسپکشن سے واپسی پر قبلہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ گولڑا

شریف کے مزار پر حاضری ہوئی۔ میری اہلیہ اور بچے بھی ہمراہ تھے۔ یہاں یہ تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک مدت سے گولڑا شریف حاضری کا شوق تھا۔ کیونکہ میرے آقا و مولا قدس سرہٗ العزیز نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔

''پیر مہر علی شاہ عالمِ وی تگڑے ہوئے نیں، تے فقیر بھی تگڑے ہوئے نیں''

یعنی قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقام بحثیت عالمِ دین بھی اور بحثیت ولی اللہ بھی بہت بلند ہے۔ اعلیٰ حضرت گولڑوی کی تاریخ وصال 1356ھ ہے۔

دربار شریف حاضری کے بعد باہر نکلے تو آگے ایک شخص لنگر تقسیم کر رہا تھا اور لوگ ایک ہجوم کی صورت میں دھکم پیل کر رہے تھے۔ میری اہلیہ نے مجھے بھی تبرک حاصل کرنے کے لئے کہا۔ میں نے کہا ''ہر جگہ حضرت صاحب قدس سرہٗ العزیز کا ہی لنگر ہے۔ اتنے ہجوم اور دھکم پیل میں تبرک کا حاصل کرنا بہت مشکل ہے'' ابھی باہر نکلنے کے لئے تھوڑا سا آگے بڑھا تو ایک شخص نے میرے قریب آ کر کہا۔ ''آپ کو خواجہ صاحب بلا رہے ہیں'' میرے مزید استفسار پر اس نے بتایا کہ سجادہ نشین صاحب بلا رہے ہیں۔ مجھے شک ہوا کہ قبلہ خواجہ صاحب نے کسی اور کو بلانے کے لئے کہا ہوگا اور یہ غلطی سے مجھے کہہ رہا ہے۔ چنانچہ میں نے اس شخص سے کہا کہ ''غالباً آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے'' کیونکہ خواجہ صاحب قبلہ سے میرا کوئی تعارف نہیں۔ اس شخص نے مجھے کہا کہ ''کیا آپ حضرت کرماں والوں کے مرید نہیں ہیں؟ آپ کو ہی بلایا ہے''۔

چنانچہ میں اکیلا قبلہ خواجہ غلام معین الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہیں بالا خانہ میں کھڑے منتظر پایا۔ انہوں نے بڑی محبت اور شفقت سے اس احقر کے ساتھ معانقہ فرمایا۔ جب ان کے استفسار پر میں نے بتایا کہ میرے اہل و عیال بھی ہمراہ ہیں۔ تو آنجناب نے اپنے خادم کو کہا کہ وہ کمرہ کھول دے اور ہمارے لئے کھانا لائے۔ میری بکر منڈی ڈویژن واپڈا کے ایکسین سے میٹنگ کا وقت پہلے سے طے شدہ تھا۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ ''لنگر ساتھ لے جاتے ہیں''۔ آپ نے کہا ''مجھے یہی حکم ہے کہ آپ کو بٹھا کر کھانا کھلاؤں''۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ ''آپ کو میٹنگ کے لئے دیر نہیں ہوگی''۔

چنانچہ ہم سب نے ایک علیحدہ کمرہ میں اپنے آقا و مولا قدس سرہٗ العزیز کے طریقہ کے

مطابق بیٹھ کر اطمینان سے لنگر (کھانا) کھایا۔ بعد میں آنجناب نے مجھے بڑی محبت سے رخصت کیا اور فرمایا۔ ''آپ یہاں آتے رہا کریں''۔

جب میں میٹنگ میں شرکت کے لئے بکر منڈی ڈویژن واپڈا (راولپنڈی) پہنچا تو ایکسین صاحب موجود نہیں تھے۔ تھوڑی دیر بعد پہنچنے پر انہوں نے معذرت خواہی کی کہ ایک ہنگامی کام کے سلسلہ میں انہیں باہر جانا پڑا جس کی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ مجھے قبلہ خواجہ صاحب کے الفاظ یاد آ رہے تھے کہ ''آپ کو میٹنگ کے لئے دیر نہیں ہوگی''۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سرکار گولڑا شریف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم میں تھا کہ سرکار کرمانوالے قدس سرہٗ العزیز کا خادم حاضر ہے۔ آپؒ جناب نے اپنے اس وقت کے سجادہ نشین کو حضرت کرماں والا شریف میں لنگر کھانے کے آداب کے مطابق بٹھا کر کھانا کھلانے کے لئے ہدایت فرمائی۔

پس ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ اپنی قبور میں زندہ ہیں اور جس طرح چاہیں استمداد فرماتے ہیں۔

بعد از وصال رہنمائی:

صوفی ظہور دین صاحب سکنہ منچن آباد جو آستانہ عالیہ حضرت باباجی سرکار پیر سید محمد علی شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین اوّل حضرت کرماں والا شریف کے دیرینہ خادم ہیں نے بیان کیا کہ مجھے بیلی محمد صدیق نے بتایا کہ ایک رات میں نفل نماز ادا کر رہا تھا۔ بے خیالی میں تشہد کی حالت میں گھٹنوں کو انگلیوں سے اِس طرح پکڑ رکھا تھا جس طرح رکوع کی حالت میں پکڑتے ہیں یہ غلط طریقہ تھا معاً حضرت قبلہ گنج کرم رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا بیلیا! تشہد کی حالت میں گھٹنوں پر انگلیاں اس طرح رکھو کہ انگلیاں قبلہ رُخ رہیں۔ تمہارا طریق کار غلط ہے۔ میں نے توجہ نہ دی اور درست طریقہ اختیار نہ کیا تو حضرت قبلہ نے پھر فرمایا ''بیلیا! درست طریقہ سے نماز ادا کرو''۔ میں نے اس دفعہ بھی تعمیل نہ کی تو آپؒ نے میرے دونوں ہاتھ کی انگلیاں اپنے دست مبارک میں پکڑ کر صحیح حالت میں کر دیں اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ میں بہت شرمندہ ہوا۔ اب صحیح طریقہ کا پابند ہوں۔ اللہ اکبر کتنا کرم فرماتے ہیں پیرو مرشدی کہ بعد از وصال بھی مریدین کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ سچ ہے اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ جاوید ہیں۔

کتابیات وحوالہ جات

	نام کتاب	نام مصنف
1۔	سیرت رسول عربی ﷺ	علامہ محمد نور بخش توکلی نقشبندی
2۔	جاء الحق وزھق الباطل	حضرت مولنا الحاج مفتی احمد یار خاں گجرات
3۔	حدیث دلبران	حاجی فضل احمد مونگہ شرق پوری
4۔	اسلام میں وسیلہ کا تصور	علامہ محمد سراج الاسلام اعوان ٹاؤن لاہور
5۔	سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ	محمد عبدالمجید صدیقی ایڈوکیٹ لاہور
6۔	معدن کرم	مولنا محمد اکرام ۔ عبدالعلیم قریشی
7۔	خزینہ کرم جلد اوّل، ثانی فخر نقشبند	چودھری نور احمد مقبول سانده کلاں لاہور
8۔	خدائی فیصلے	مولنا محمد عبدالمجید قادری لاہور

☆☆☆

صفحہ نمبر کتاب ہذا بالترتیب	صفحہ نمبر بالترتیب ماخذ کتاب سیرت النبی بعد از وصال النبی
82‘81‘80‘80	150‘149‘189‘148
85‘84‘84‘82	232‘267‘218‘212
88‘88‘86‘86	164‘260‘239‘156
91‘90‘90‘89	264‘262‘261‘178
93‘93‘92‘92	324‘329‘265‘265
‘97‘95‘94	230‘275‘348

کتاب ہذا	خزینہ کرم جلد اوّل
103‘103‘102‘101	81‘141‘691‘80
110‘107‘107‘104	515‘587‘401‘85
116‘115‘114‘112	96‘216‘472‘189
118‘117‘117‘116	97‘100‘97‘97
119‘119‘119‘118	168‘156‘154‘98
161‘141‘123‘121	398‘125‘169‘413
182‘180	73‘491
171‘111‘100‘183	90‘469‘164‘98

کتاب ہذا	حدیث دلبراں
129‘128‘128‘127	328‘328‘94‘93
132‘131‘130‘129	332‘331‘330‘329
137‘136‘135‘133	210‘178‘165‘270
139‘139‘138	258‘92‘234
178‘163	149

کتاب ہذا	خزینہ کرم جلد ثانی
144‘143‘142‘141	214‘144‘133‘92
173‘172‘162‘145	796‘583‘226‘226
144‘140‘175‘174	215‘138‘222‘545
150‘150‘146	642‘634‘229
166‘181‘165	649‘235‘238

کتاب ہذا	فخر نقشبند
149‘148‘147‘146	317‘249‘205‘83
169‘169‘168‘160	300‘319‘460‘459
167‘179	461‘429

کتاب ہذا	معدن کرم
190,191 ‘164‘163	660'661'529'595

	ریویو جنوری 1984
	علامہ اقبالؒ کی عقیدت صوفیائے کرام سے
184	9‘8‘7 (پروفیسر محمد منور صاحب)
186‘185	‘24تا17‘15تا13
188‘187	16 (غیر مطبوعہ)

مصنّف کی دیگر تصانیف

	نام کتاب	ملنے کا پتہ اور ہدیہ
۱	خزینہ کرم جلد اوّل۔ حصہ اوّل باب اوّل تا چہارم: مشتمل بر حالاتِ زندگی ملفوظات' کرامات' تصرفات حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہؒ بخاری ۴۸۰ صفحات ہدیہ ۱۰۰ روپیہ	دربار عالیہ نقشبندیہ حضرت کرماں والا شریف اوکاڑہ
۲	خزینہ کرم جلد ثانی (حالات زندگی و کرامات اولیائے کرام حضرت کرماں والا شریف) ضخامت ۸۰۰ ہدیہ/ ۱۸۰	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مسلم کتابوی' نیو القمر کرماں والا بک سنٹر' داتا گنج بخش روڈ لاہور' مکتبہ حضرت کرماں والا افضال روڈ سانده کلاں لاہور
۳	فخر نقشبند' مشتمل بر حالات زندگی پیر سید محمد علی شاہ بخاری سجادہ نشین اوّل دربار عالیہ نقشبندیہ حضرت کرماں والا شریف اوکاڑہ ۶۲۴ صفحات ہدیہ/ ۲۲۰ روپیہ	ایضاً
۴	سریع الشاریہ مضامین قرآن حکیم مکمل سیٹ تین جلد (اوّل دوم سوم) صفحات بالترتیب ۴۳۲۔ ۴۳۲۔ ۴۰۴ ہدیہ فی جلد/ ۱۶۰ اور مکمل سیٹ/ ۳۰۰ روپیہ	ایضاً
۵	بے مثل بشر کے تین عظیم سفر (طائف' معراج شریف' ہجرت) صفحات/ ۲۴۰ ہدیہ ۴۰ روپیہ	ایضاً
۶	حضور نبی کریم ﷺ کے تین عظیم غزوات (بدر۔ اُحد۔ احزاب) صفحات ۲۲۴ ہدیہ ۱۰۰ روپیہ	ایضاً
۷	رسولِ کائنات ﷺ حضور نبی کریم کی افضلیت و اکملیت صفحات ۲۰۰ ہدیہ/ ۱۰۰ روپیہ	ایضاً
۸	نوافل سے ہم غافل کیوں؟ نوافل کی اہمیت' پنجگانہ نوافل۔ مبارک راتیں' اعتکاف کا مفصل بیان صفحات ۶۴ ہدیہ/ ۲۰ روپیہ	ایضاً